إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (القرآن)

بریلوی مذہب

اور

اسلام

ترتیب و تالیف

فاضل محمد انور کلیم

مکتبہ دار العلوم فیض محمدی

خالد آباد فیصل آباد

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (القرآن)

بریلوی مذہب

اور

اِسلام

تالیف و ترتیب

فاضل محمد انور کلیم

ناشِر

مکتبہ دار العلوم فیض محمدی رجسٹرڈ اہل السنۃ والجماعۃ

خالد آباد ——— فیصل آباد

قیمت ۲۵ روپے

میرا دین ومذہب

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم ترین فرض ہے"۔

(وصایا شریف ص۹)

میرے عقائد

"جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں۔ وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔"

ملفوظات ص۴۲ ج ۱

اک حقیقت ہے جو ہونا چاہتی ہے آشکار
مدعا میرا کسی کی آبرو ریزی نہیں

فہرست مضامین بریلوی مذہب اور اسلام

"احوالِ واقعی"

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

قارئین کرام!

اس میں شبہ نہیں کہ ہم امام الطائفہ اعلیٰ حضرت علامہ احمد رضا خاں حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کے نہ متعلق ہیں اور نہ معتقد نہ وہ ہمارے اساتذہ میں ہیں اور نہ مشائخ ہیں۔ نہ ان سے ہماری محبت ہے اور نہ عداوت۔ نہ مخالفت ہے اور نہ موافقت۔

مگر اس سب کچھ کے باوجود اِس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ ہم نہ تماشہ ہیں اور نہ تماشائی۔ نہ گیند ہیں اور نہ بلہ۔ بلکہ ہم ایک غیر متعصب اور غیر جانبدار مبصر کی حیثیت سے مضطرب اور بیقرار ضرور ہیں کہ حق کو حق اور باطل کو حق کہیں ؎

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

چنانچہ اسی خاموش تماشائی نہ ہونے کے اِلزام سے بچنے کی غرض سے میں نے اعلیٰ حضرت بریلوی کی بیسیوں چھوٹی بڑی کتابوں کا بالاستیعاب بار بار مطالعہ کیا اور اُن کے اپنے دین و مذہب کے چھوٹے بڑے علماء کی سینکڑوں تقریریں بالالتزام سُنیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

نہ قرآنی توحید اور نہ قرآنی رسالت، نہ عشق رسول اور نہ عظمتِ صحابہ نہ حُبِ اولیاء

اور نہ احترام علماء۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ نہ فقہ حنفی اور نہ مشرب قادری — بلکہ اِس کے برعکس جو کچھ بھی دیکھا وہ سب کچھ اُن کا اپنا بریلوی دین و مذہب تھا اور بس ؎

بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

حقیقت یہ ہے کہ ان کی تحریروں اور تقریروں کی روشنی میں ان کی جو تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ کسی طرح اُس تصویر سے مختلف نہیں جو مولانا ظفر علی خاں نے درج ذیل شعر میں پیش کی تھی۔ فرماتے ہیں ؎

اوڑھ کر احمد رضا خاں آئے بدعت کا لحاف
ذات انکی ہے مجدد بات انکی لام بکاف

شاید اسی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنے لواحقین اور متعلقین کو وصیت فرمائی تھی کہ: —

"حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم ترین فرض ہے۔" ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ وصایا شریف

اِس وصیت میں اعلیٰ حضرت علامہ احمد رضا خاں صاحب قادری، برکاتی بریلوی اگر اپنے دین و مذہب کیلئے قرآن و سنت اور کتب فقہ وغیرہ کا اضافہ فرما دیتے تو میرے دین و مذہب سے دین اسلام بھی مراد لیا جا سکتا تھا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے ماخذ کے طور پر خصوصیت کے ساتھ اپنی ہی کتابوں کا ذکر فرمایا۔ کتاب و سنت یا دیگر کتب فقہ وغیرہ کا کوئی اشارہ تک بھی نہیں فرمایا۔

اپنے مذہب کی پابندی کو ہر فرض سے اہم ترین فرض قرار دینا اور شریعت کی پابندی کو حتی الامکان بتانا اس امر کا غماز ہے کہ اپنے دین و مذہب سے

مرادِ شریعت محمدی نہیں۔ بلکہ اپنا علیحدہ بریلوی دین و مذہب ہے :-

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

قارئین! ہم گو مفہوم مخالف کے اس درجہ قائل نہیں۔ تاہم اعلیٰ حضرت بریلوی کے صاد کر دینے کے بعد کہ "عباراتِ کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے"

(نہج السلامہ ص۱۱ مصنفہ اعلیٰ حضرت بریلوی)

ہم یہ مراد لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

ع انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

لفظ دین کی تشریح

قرآنی نقطۂ نظر سے لفظِ دین کا اطلاق صرف مذہب اسلام پر ہوتا ہے۔ اور کسی مذہب پر نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

انّ الدین عند اللّٰہ الاسلام - (۱۹- آل عمران- ۳)

یعنی دین تو اللہ رب العزت کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ نہ کہ مطلقاً ہر وہ چیز دین ہے جسے دین کے نام سے موسوم کر دیا جائے۔

یہ رد ہے دین اکبری، دین دارا شکوہ اور دین بریلوی وغیرہ کا جنہوں نے اپنے مخصوص افکار و نظریات کو مستقل طور پر اپنا دین اور اپنا مذہب بنا کر پیش کیا۔

دوسری جگہ فرمایا کہ ــــــــــــــ

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ

وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (۸۵- آل عمران- ۳)

اور جو کوئی اسلام کے علاوہ اور دین تلاش کرے گا وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ایسا آدمی آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ (۸۵- آل عمران- ۳)

مولانا دریابادی مرحوم لکھتے ہیں کہ اکبر و دارا شکوہ وغیرہ اِن ناکام کوششوں میں بجا طور پر بدنام ہو چکے ہیں اور بڑے قلق کا مقام ہے کہ ہمارے زمانہ میں بھی بعض اہل قلم (اعلیٰ حضرت بریلوی جیسے) ایسی نامراد کوششیں کر چکے ہیں مگر اللہ رب العزت کے نزدیک تو دین، دین اسلام ہی ہے اور بس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم شاید ایسی ہی کسی احتیاط کے پیشِ نظر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :-

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک

اے دلوں کے پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔

(مستدرک حاکم ص۵۲۶ ج ۱)

مگر اعلیٰ حضرت علّامہ احمد رضا خاں قادری، برکاتی، بریلوی ہیں جو اپنے دین و مذہب ہی کی رٹ لگاتے جا رہے ہیں لہٰذا اِس کے پیشِ نظر اب ہم اعلیٰ حضرت بریلوی کا اپنا دین و مذہب جو ان کی اپنی کتابوں سے ظاہر ہے وہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ؎

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آکر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

(فرمودہ اعلیٰ حضرت بریلوی)
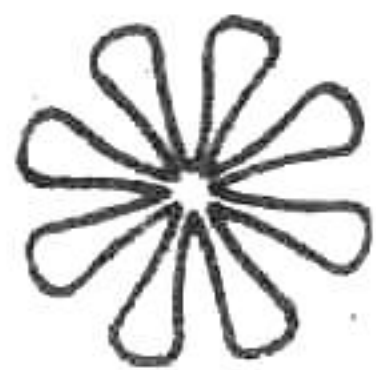
توحید اور اس کے متعلقات

توحید:- توحید تمام ادیانِ سماویہ اور عقائدِ حقہ کا بنیادی پتھر ہے۔ توحید کے معنی یہ ہیں کہ انسان خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر مکمّل اعتماد اور کامل یقین رکھے ——
مذہب کی ساری عمارت اسی سنگِ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک یہ اعتقاد صحیح اور درست نہ ہوگا اس وقت تک مذہبی میدان میں عقل و فکر کی راہنمائی بھی کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی، عقلِ سلیم اور وحی و الہام بھی اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں،
بریں بنا ہم نے باری تعالیٰ کی ذات و صفات ہی سے اپنی اس بحث کا آغاز کیا ہے تاکہ توحید اور اس کے متعلقات خوب وضاحت کے ساتھ سامنے آ جائیں اور نفسِ مسئلہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو،

اوّل و آخر:- جمہور اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ ہی اوّل و آخر نیز انہی کی ذات ظاہر و باطن ہے۔ دوسرا کوئی، کسی طرح، کسی وقت، اور کسی درجہ میں بھی اس کا شریک نہیں ——— مگر

اعلیحضرت علامہ احمد رضا خانصاحب بریلوی جمہور علماء اہل السنت والجماعت کے برخلاف اپنے دین و مذہب یعنی بریلوی دین و مذہب کا پہلا غلط اور غیر اسلامی عقیدہ اس طرح تلقین فرماتے ہیں کہ ؎

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن،
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُسکی طرف گئے تھے،

حدائق بخشش ص۱۱۰ ج ۱ مصنفہ اعلیٰحضرت بریلوی

تشریح: یعنی اوّل و آخر اور ظاہر و باطن تو حضور علیہ السلام ہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ

معراج شریف کی رات خود حضور علیہ السلام ہی حضور علیہ السلام سے ملنے گئے تھے۔

۲۔ دوسری جگہ دفعِ وسواس کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

" آمنت باللہ و ملٰئکتہ و رسولہ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم " پڑھنے سے فوراً وسوسے رفع ہو جاتے ہیں۔

(ملفوظات ص۸۰ ج ۱)

تشریح:- یہاں بھی ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا دونوں جگہ مرجع حضور علیہ السلام ہی کو قرار دیا جا رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اوّل و آخر اور ظاہر و باطن بھی آپ ہی ہیں اور وھو بکل شیءٍ علیم بھی آپ ہی کا وصف ہے۔

۳۔ تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ ؎

ظاہر و باطن اوّل و آخر زیبِ فروغ زینِ اصول
باغِ رسالت میں ہے تو ہی گُل، غنچہ، جڑ، پتی، شاخ

(حدائق بخشش ص۲۳ ج ۱)

تشریح: اس شعر میں بھی اوّل و آخر اور ظاہر و باطن کا واحد مصداق حضور علیہ السلام ہی کو قرار دیا جا رہا ہے،

۴۔ چوتھی جگہ لکھتے ہیں کہ:

"مکہ مکرمہ میں مولانا شیخ صالح کمال قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں ------ میں نے مسئلہ علم غیب کے اثبات میں دو گھنٹے تقریر کی بعدہٗ شیخ صالح کمال اپنی الماری سے ایک کاغذ نکال کر لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رام پوری کے رسالہ —— اعلام الاذکیاء —— کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو

ھوالاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل
شیٔ علیم، لکھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چند سوال تھے اور جواب
کی چار سطریں نا تمام اٹھالائے۔ مجھے دکھایا اور فرمایا کہ
تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر
کا فتویٰ یہاں سے جا چکا تھا۔ (ملفوظات ص ۸ ج ۲)

تشریح :- یعنی حضور علیہ السلام کو اوّل و آخر اور ظاہر و باطن نیز وھو بکل شیٔ
علیم کہنے والے کو ہم تو کافر لکھ چکے تھے مگر اب چونکہ آپ بھی اسی
کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے سر دست تو ہم اس فتوے کو روک لیتے
ہیں تاکہ آپ کے خیالات سے بھی آگاہی حاصل کر لی جائے۔

قارئین کرام!

مذکور الصدر یہ چار عبارتیں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ بریلوی دین و
مذہب میں قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق اللہ رب العزت نہیں بلکہ اس کا
واحد مصداق صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ـــــ سبحانک
ھذا بہتان عظیم،

حالانکہ جمہور مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ اس آیت کا واحد مصداق صرف
اور صرف ایک اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور کوئی نہیں۔

۱۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ مسند احمد، صحیح مسلم، مسند ابو یعلیٰ الموصلی اور سنن ترمذی
اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے،

اللھم انت الاول الذی لیس قبلک شیٔ، وانت الاخر الذی لیس
بعدک شیٔ وانت الظاھر فلیس فوقک شیٔ وانت الباطن فلیس دونک شیٔ

اقض عنا الدین واغننا من الفقر، (ابن کثیر ص ۳۰۲ ج ۴)

اے اللہ اوّل و آخر اور ظاہر و باطن تو صرف تو ہی ہے اس لئے کہ نہ تجھ سے
پہلے کوئی چیز تھی اور نہ ہی تیرے بعد کوئی چیز ہوگی اور نہ تجھ سے اوپر
کوئی چیز ہو سکتی ہے اور نہ ہی تیرے نیچے ہمارے قرضے چکا دے اور ہمیں
فقر سے بے نیاز فرما دے۔

۲۔ مفسر اوّل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت
کا مصداق صرف ایک اللہ جل مجدہٗ ہی ہے۔

ھوالاول قبل کل شیٔ والاخر بعد کل شیٔ والظاھر علی
کل شیٔ والباطن بکل شیٔ۔ (تنویر المقباس ص ۳۴۱)

۳۔ اور اسی کی تائید علامہ نسفیؒ نے تفسیر نسفی میں فرمائی ہے۔ (ص ۲۲۲ ج ۴)

۴۔ اور یہی کچھ تفسیر کبیر اور تفسیر روح المعانی میں ہے۔

مگر اس سب کچھ کے باوجود اعلیٰ حضرت بریلوی کے فرزند ارجمند اور ثانی
حضرت علامہ حامد رضا خاں بریلوی اپنے والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق
جمہور مفسرین کی تفاسیر کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ؎

ھُوالاول ھوالاخر ھوالظا ھُوالباطن
بکل شیٔ علیم لوحِ محفوظِ خدا تم ہو،
نہ ہو سکتے ہیں دو اوّل نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اوّل اور آخر ابتدا، تم ہو انتہا، تم ہو،
خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر ہی کو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو،

تشریح :- مذکور الصدر اشعار کسی تشریح کے محتاج نہیں، البتہ اتنی بات بالکل

صحیح اور درست ہے کہ چھوٹے حضرت نے یہ خلاف اسلام مشرکانہ عقیدہ اپنے والد اعلیٰ حضرت علامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی ہی کی اُن کتب سے لیا ہے۔ جن پر مضبوطی سے قائم رہنے کو وہ ہر فرض سے اہم ترین فرض قرار دیکر گئے تھے، مشہور اثر ہے کہ الولد سر لابیہ

قارئین کرام!

خانصاحب موصوف اگر نرے شاعر ہوتے تو ہم اسے شاعرانہ مبالغہ قرار دے کر آگے نکل جاتے اور اگر نرے صوفی ہوتے تو اسے شطحیات صوفیہ میں جگہ مل جاتی۔ مگر یہاں اِن دونوں تاویلوں کی گنجائش نہیں، کیونکہ اُن کی جماعت انہیں مجدد مانتی ہے اور مجدد بھی وہ جو اپنے دین و مذہب پر چلنے کی دوسروں کو یوں تلقین فرماتے کہ:

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے واضح ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم ترین فرض ہے۔"

(وصایا شریف اعلیٰ حضرت بریلوی صہ ۹)

مگر بریلوی حضرات کو اعلیٰ حضرت بریلوی کی توحید پر زیادتیوں کے بعد اب حضرت رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوات کے خلاف جارحیتیں برداشت کرنے کے لئے بھی تیار ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی اپنی کتب فرما رہی ہیں کہ اعلیحضرت بریلوی آخر عمر تک اس عقیدہ پر قائم نہیں رہے بلکہ بعد میں ان کا عقیدہ یہ ہو گیا تھا کہ اول و آخر اور ظاہر و باطن کے مصداق حضور نہیں بلکہ حضرت غوث پاک ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ؎

تو نور اول و آخر ہے مولیٰ — تو خیر عاجل و آجل ہے یا غوث

(حدائق بخشش صہ ۳ ج ۲)

مضیٰ ما مضیٰ، گذشت آنچہ گذشت، آیئے!

اب ہم آپ کو اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کا ایک بصیرت افروز اور حقیقت نواز فتویٰ سناتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"غیر خدا کسی شئے کو قدیم ماننا بالاجماع کفر ہے"

(ملفوظات صہ ۵۸ ج ۲)

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا،

قدیم کے معنیٰ:۔ علم کلام کی اصطلاح میں قدیم اللہ رب العزت کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ لیکن قرآن اور آثار صحیحہ سے قدیم کے لفظ کا اسمائے حسنیٰ سے ہونا ثابت نہیں ہے۔ البتہ علمائے متکلمین "القدیم" کو الاول کا مترادف اور ہم معنیٰ قرار دیکر استعمال کرتے ہیں۔ مسامرہ میں ہے انہٗ تعالیٰ قدیم" لا اول لہٗ"۔

(مسامرہ صہ ۲۲ مصری)

مگر اعلیٰ حضرت ہیں کہ اِدھر غیر خدا کو قدیم ماننا کفر گردان رہے ہیں اور اُدھر قدیم کے مترادف اور ہم معنیٰ لفظ الاول کے زمرے میں نبی غیر نبی سب کو شامل فرمائے جا رہے ہیں۔

ذالک مبلغھم من العلم

؎ نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
نہ ایمان میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

—— حالی

واجب اور ممکن

جمہور اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت واجب الوجود ہے اور اس کے سوا اس کی ساری مخلوق بمعہ انبیاء اولیاء، اقطاب، جن، فرشتے سب حادث اور ممکن الوجود ہیں۔

مگر اعلیٰ حضرت علامہ احمد رضا خان بریلوی جمہور اہل السنت والجماعت کے برخلاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ممکن الوجود مانتے ہیں اور نہ واجب الوجود تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی برزخی حقیقت بتاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ؎

معدن اسرار علام الغیوب
برزخ بحرین امکان و وجوب

(حدائق بخشش ص۹ ج ۲)

تشریح :۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امکان و وجوب کے درمیان درمیان علام الغیوب کی کوئی خاص پُر اسرار حقیقت ہیں۔

مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ دونوں چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں تو پھر آخر آپ ہیں کیا؟ لیکن یہ وہ حیرت ہے جس سے کم از کم بریلوی مذہب و مسلک کے پرستار تو قیامت تک نہیں نکل سکتے۔ پھر ____ ان کی حیرت تو رہی اپنی جگہ ____ خود بانی مذہب علامہ احمد رضا خاں بریلوی کی حیرت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ ؎

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں یہ عبدیت کہا
حیران ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(حدائق بخشش ص۳۴ ج ۱)

تشریح :۔ یعنی اگر حضور علیہ السلام ممکن ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی قدرت کہاں سے آگئی جو اصولاً ممکن میں نہیں ہوتی، اور اگر آپ واجب ہیں تو پھر اتنی عبدیت کہاں سے پیدا ہوگئی جس سے اصولاً واجب الوجود بالکل منزہ اور مبرہ ہوتا ہے۔

یہاں پہنچ کر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ میری حیرانی اور پریشانی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ باتیں تو دونوں ہی صحیح اور درست ہیں ____ پھر ہم آپ کو کہیں تو کیا کہیں؟

مگر اس الجھن کا ایک حل اعلیٰ حضرت بریلوی کے فرزند ارجمند علامہ حامد رضا خاں بریلوی بیان فرماتے ہیں کہ ؎

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر ہی کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

لیکن ان کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ بریلوی دین و مذہب میں حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات کا مسئلہ خاصہ متنازعہ اور لاینحل مسئلہ ہے۔ علی ہذا القیاس ہم پورے اعتماد اور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ بریلوی مذہب کے جملہ اکابر و اصاغر بمع اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان کی ذریت کے کم از کم اس عقیدہ کی صحیح معرفت اور واقفیت سے تو محروم ہی دنیا سے رخصت ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

ع ۔ تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

مگر جمہور علمائے اہل السنت والجماعت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ذاتی اور شخصی مگر مکمل معرفت حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کی صحت اور درستگی کے لئے شرط اوّل کا درجہ رکھتی ہے، چنانچہ علامہ طحطاوی ؒ فرماتے ہیں کہ:۔

۱۔ ویشترط لصحت الایمان بہ صلی اللہ علیہ وسلم معرفت اسمہ اذ لا تتم المعرفت الا بہ وکونہ بشرًا من العرب

وکونہٗ خاتم النبیّین اتفاقاً لِورود ذلک بالقواطع المتواترۃ۔

یعنی ایمان کی صحت اور درستگی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام جاننا اور آپ کو عربی النسل بشر ماننا نیز خاتم الانبیاء تسلیم کرنا بالاتفاق شرط ہے اس لئے کہ اس کے بغیر حضور علیہ السلام کی صحیح معرفت اور پہچان مکمل نہیں ہوتی۔ اس پر متواتر قطعی دلائل موجود ہیں،

(شرح طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۔۔ مصری)

۲ - علامہ فاسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں کہ :

فمن قال لیس بعربی اولیس بقرشیٍ فکافرٌ، کما اذا قال لیس [illegible] کان بمکۃ اولم یکن بالمدینہ ولا توفی بھا، لان ھذا کلہ جحدٌ لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا لو قال انہ لم یکن بشراً آدمیاً فکل ذالک نص العلماء علی کفر قائلہ ومدعیہ۔

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص۳۹۹

یعنی جس نے کہا کہ حضور علیہ السلام عربی یا قرشی نہیں تھے - وہ کافر ہے۔ ایسے ہی جیسے حضور علیہ السلام کے مکّی یا مدنی ہونے کا منکر کافر ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ آپ نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ آپ تو حضرت عیسٰی یا آدم علیہما السلام کی طرح پیدا ہوئے ہیں، یا کہا کہ آپ بشر یا آدمی نہیں تھے، ان تمام ہزلیات کے کے قائل اور دعوے دار کو علماء نے کافر لکھا ہے۔

۳ - اسی طرح خاتم المفسرین حضرت علامہ سیّد محمود الوسی بغدادی حنفی نے اپنی تفسیر "روح المعانی" میں، اور امام المحدثین رئیس المورخین حضرت علامہ زرقانی نے اپنی سیرت الزرقانی، میں نقل فرمایا ہے کہ:

"شیخ ولی الدین عراقی رحؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور علیہ السلام کے

کے بشر ہونے اور عربی ہونے کا علم صحت ایمان کے لئے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے؟"

(فاجاب بانہٗ شرط فی صحۃ الایمان)

تو آپ نے جواب دیا کہ یہ صحت ایمان کے لئے شرط ہے پھر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت الیٰ جمیع الخلق پر تو ایمان رکھتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جنس بشر میں سے ہیں یا ملائکہ میں سے یا جنّ میں سے، یا میں نہیں جانتا کہ آپ عربی ہیں یا عجمی۔ تو آپ نے فرمایا کہ :-

(فلا شک فی کفرہٖ لتکذیبہٖ القرآن)، یعنی بوجہ تکذیب قرآن اُس کے کفر میں کوئی شک نہیں، پھر فرمایا کہ اُس نے اُس عقیدہ کا انکار کیا ہے جس پر قرون اسلام خلفاً عن سلفٍ قائم رہے ہیں اور جو خاص و عام سب مسلمانوں کو معلوم ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ (ولا اعلم فی ذالک خلافاً)، یعنی مجھے علم نہیں کہ اس میں کسی کو بھی اختلاف ہوا ہو، لیکن اگر کوئی غبی ہو اور یہ حقیقت نہ جانتا ہو تو اُسے اِس کی تعلیم دینا واجب ہے اور اگر وہ اس کے بعد بھی انکار پر مصر رہے تو۔

(حکمنا بکفرہٖ)، پھر ہم اُس کے کفر کا حکم دیدیں گے۔ ملخصاً

روح المعانی زیر آیت لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً ص۱۱۳ ج ۴

زرقانی علی مواہب اللدنیہ ص۱۶۸ ج ۶۔

مذکور الصدر تصریحات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شخصی اور ذاتی معرفت ہر مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری ہے اس لئے کہ آپ کے مفصل اور مکمل تعارف کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔

بناء بریں ہر مسلمان کو جاننا چاہیئے کہ آپ کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم تھا، آپ انسانی دستور کے مطابق مکہ میں پیدا ہوئے اور متعارف طریقہ کے مطابق مدینہ

یں وفات پائی۔ مخلوقات میں سے آپ کا تعلق جنس بشر سے تھا بریں بنا آپ ایک آدمی اور مرد تھے۔ مگر اس کے برعکس یہ کہنا کہ آپ کوئی برزخی مخلوق ہیں یا کوئی خاص پُراسرار حقیقت ہیں، اور یا (خدا پر ہی کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو، یہ بلاشبہ خیانت، جہالت اور کفر ہے۔

اَب ہم آخری فیصلہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی اُمت پر چھوڑتے ہیں وہی بتائیں!
کہ یہ غیر اسلامی عقیدہ کس طوفان الحاد اور شرک کا پیش خیمہ ہے ؎

جو حقیقت ہے حقیقت ہے فسانوں پر نہ جا
یوں تو دنیا نے بنا ڈالے ہیں افسانے بہت

نور اور بشر

اس میں شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ذات بشر اور باعتبار صفت نور تھے۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے ہیں کہ نہیں — بلکہ

"حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔ (صلاۃ الصفاء فی نور المصطفیٰ ص۱۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:-

"اللہ عزوجل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا۔ (صلاۃ الصفاء ص۱۶)

تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ: ؎

جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے
نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

(حدائق بخشش ص۲۱ ج ۱)

چوتھی جگہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:-

"سائل سلمہ اللہ تعالیٰ کا جواب کہ ایک شمع روشن کرو اور پھر لاکھوں کروڑوں شمعیں اُس سے روشن کر لو اُس کا نور کم نہیں ہوتا ایسا ہی نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ کا نور پاک کم نہیں ہوتا، صحیح و عالمانہ ہے۔" ملخصاً

(فتاویٰ افریقیہ ص۸۳)

پانچویں جگہ مذکورہ مثال کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

"یہ مثال وہابیہ کے اُس اعتراض کے دفعیہ کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جُدا ہونا لازم آیا۔ اُسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتے ہیں اُس کا ٹکڑا کٹ کر روشن نہیں آجاتا۔"

(صلاۃ الصفا فی نور المصطفےٰ ص۲)

لیکن آپ اس بحث میں پڑنے سے پہلے لفظِ نور کے معنیٰ اور اس کی ابتدائی تقسیم ذہن نشین فرمالیں تاکہ نفسِ مسئلہ سمجھنے میں آپ کو آسانی رہے۔

نور کے معنیٰ لفظِ نور عربی زبان میں "الضوء المنتشرۃ" پھیلنے والی روشنی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں :

(۱) نورِ معقول (۲) نورِ محسوس

نورِ معقول نورِ معقول اُس نور کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تکوینی اُمور سے پیدا ہوتا ہے، جیسے نورِ عقل، نورِ عمل، نورِ قرآن، یا نورِ نظر جو بیٹے وغیرہ کی نسبت کہا جاتا ہے، اس کے لئے دل کی آنکھوں یعنی بصیرت کا ہونا ضروری ہے، ظاہری آنکھیں ہوں یا نہ ہوں۔ اس نسبت سے نبی، ولی، یا کسی عالمِ دین کو سراپا نور، نورِ مجسم، نورِ معظم یا اس قسم کے دوسرے القاب دینا اُس وقت درست اور جائز ہے۔ جبکہ ان سے مراد نورِ معقول ہو۔

قرآن و حدیث میں حضور علیہ السلام کو اور دیگر انبیاء کرام و اولیاء عظام کو اسی نسبت سے نور فرمایا گیا ہے۔

۱۔ جیسے یا جابرؓ ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ۔
اے جابرؓ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

۲۔ اوّل ما خلق اللہ نوری و من نوری خلق کل شیءٍ۔
یعنی سب سے پہلے اللہ رب العزت نے میرے نور کو پیدا فرمایا پھر میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

یہ اور اس قسم کی دوسری روایات یا آیات جن سے غلط لوگ غلط سہارا لیتے ہیں، ان تمام سے مراد نورِ معقول ہے۔ جس کا اطلاق شرعاً موجودات پر درست ہے۔ الایمان نورٌ، القرآن نورٌ، التورات نورٌ، الہدایت نورٌ، الاسلام نورٌ، النبی نورٌ، الولی نورٌ، العالم نورٌ، وغیرہ سب محاورے اسی قبیل سے ہیں۔

نورِ محسوس نورِ دنیوی کی دوسری قسم نورِ محسوس ہے، اس کا اطلاق عموماً اُس روشنی پر ہوتا ہے جو روشن اجسامِ نیرہ سے پیدا ہو، اس کے لئے بصارت یعنی ظاہری آنکھوں کا ہونا ضروری ہے۔ باطنی آنکھیں ہوں یا نہ ہوں جیسے نورِ قمر، نورِ شمس، نورِ نجوم یا دوسری روشنی دینے والی اشیاء کا نور۔ اس نور کا اطلاق نبی، ولی، قرآن، حدیث، ایمان، اسلام وغیرہ پر کرنا شرعاً جائز اور درست نہیں۔ قرآن مجید میں اس نور کی بکثرت مثالیں موجود ہیں مثلاً

فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم۔

(۱۷- البقرۃ ۲)

پس جب روشن کر لیا آگ نے اپنے گرد و نواح کو تو لے گیا اللہ ان کے نور کو، دیکھئے اس آیت میں آگ کی روشنی کو نور فرمایا گیا ہے۔ اس سے مراد نورِ محسوس ہے

نورِ اُخروی نور کی دوسری بڑی قسم نورِ اُخروی ہے ــــ نورِ اُخروی وہ نور ہے جو اللہ رب العزت قیامت کے دن اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا فرمائیگا، اس نور کا اطلاق کسی نبی، ولی، اور غوث قطب پر نہ کیا۔ کسی بھی دنیوی چیز پر نہیں کیا جا سکتا۔

لہٰذا اگر کوئی ان تفصیلات کی روشنی میں حضور علیہ السلام کو یا دیگر انبیاء واولیاء کو نور کہتا ہے تو ہمیں اُس سے کوئی تعارض نہیں۔

لیکن اگر کوئی اِن تفصیلات سے قطع نظر کسی کو نور من نور اللہ، یا اللہ کا نور ذات، نور عین اور نور وحدت کا ٹکڑا، قرار دیتا ہے تو یہ بلاشبہ کفر اور خلاف اسلام ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب نے اپنی یادگار شرکیات میں ایک نمایاں اور بڑا شرک یہی چھوڑا ہے کہ:۔

۱۔ "حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ کے نور ذاتی سے پیدا ہیں" (صلاۃ الصفاء ص۱۵)

۲۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ:

"اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے یعنی اپنی ذات سے بلا واسطہ پیدا فرمایا" ____ (صلاۃ الصفاء ص۱۶)

۳۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے
نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

(حدائق بخشش ص۱۰۶ ج ۱)

۴۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ؎

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ
کہ نور باری حجاب میں ہے

(حدائق بخشش ص۷۸ ج ۱)

مذکور الصدر تصریحات سے معلوم ہوا کہ بریلوی دین ومذہب میں حضور علیہ السلام اللہ رب العزت کے نور ذاتی کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردہ میں زمین پر اتر آئے تھے اور بالفرض اگر حضور علیہ السلام اس پردہ کو کسی وقت اٹھا دیتے تو سب پر واضح ہو جاتا کہ آپ تو خود خدا ہی ہیں۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ ؎

شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو
کیا قدر اس خمیرہ ماء و مدر کی ہے

(حدائق بخشش ص۹۲ ج ۱)

تشریح:۔ یعنی اگر ہماری یہ بات تسلیم نہ کی جائے کہ آپ بشریت کے پردہ میں "اللہ کا نورِ ذات"، نور عین" اور نورِ وحدت کا ٹکڑا" تھے تو پھر اس پانی اور مٹی کے لال پتلے کی تو کوئی قدر ومنزلت ہی نہیں کہ اس کو وقعت کی نظر سے دیکھا جائے۔

معاذ اللہ ثم استغفر اللہ!

ہمارے خیال میں شان رسالت کی اس سے بڑھ کر اور کوئی بڑی گستاخی نہیں ہو سکتی جو اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب نے کی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (۹۱-انعام-۶)

انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی جب بولے کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یہ بات کہنے والا حبر الاحبار مالک ابن صیف یہودی تھا اور یہ مقولہ بظاہر اس کے اپنے عقائد کے بھی منافی تھا ____ مگر وہ اعلیٰ حضرت

بریلوی کی طرح شدتِ غضب اور جوشِ مخالفت میں اپنے مسلمہ عقائد کو بھی ملحوظ نہ رکھ سکا ——— اِسی لئے قرآن مجید میں فرمایا جا رہا ہے کہ :۔

قل من انزل الکتب الذی جاء بہ موسیٰ نوراً
وھدیً للناس ۔ (۹۱-انعام-۶)

فرما دیجئے کہ کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے نور اور ہدایت لوگوں کیلئے۔ یعنی اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بشر ہونے کی وجہ سے نبی نہیں تو موسیٰ علیہ السلام بھی تو بشر ہی تھے، پھر ان کو کیسے نبی تسلیم کر لیا گیا ———

ع۔ برین عقل و دانش بباید گریست

قارئین کرام !

آیئے اب آپ بریلوی دین و مذہب کے اِس غلط اور گمراہ کن پروپگنڈے کے برخلاف قرآنی اور اسلامی تعلیمات ملاحظہ فرمائیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولاً ۔

(۹۳ - بنی اسرائیل - ۱۷)

تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا،

شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس حقیقت کے اعتراف اور اقرار کے لئے اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ :۔

اللّٰھم انا محمدٌ بشرٌ ۔

اے اللہ میں محمّد تو بشر ہوں ۔

۲۔ دوسری جگہ فرمایا گیا کہ :۔

قل اِنما انا بشرٌ مثلکم یوحیٰ اِلی ۔ (۱۱۰-کہف-۱۸)

تم فرماؤ ظاہر صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے۔

۳۔ تیسری جگہ فرمایا کہ :۔

قل انما انا بشرٌ مثلکم یوحیٰ الی۔ (۶-حم السجدۃ-۴۱)

تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں ———

مذکورالصدر تینوں ترجمے اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کے اپنے کئے ہوئے ہیں اور ان کے "ترجمہ کنزالایمان" میں آج تک موجود ہیں۔ مگر انہوں نے مخالفت برائے مخالفت کے لیے اپنی طرف سے "ظاہری صورت بشری" کا اضافہ کرکے مخالفت کا حق ادا کر دیا ہے۔ حالانکہ (ظاہری صورت بشری) قرآنی الفاظ میں سے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ہے بالفرض اگر یہ ترجمہ الفاظ قرآنی ہی کا ترجمہ ہے تو تیسری اور پہلی آیت میں (ظاہری صورت بشری) کے اضافہ کو کیوں ترک فرما دیا گیا جب کہ الفاظ قرآنی تو وہاں بھی یہی ہیں۔

ع۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

خیر! اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ صحیح ہو یا نہ ہو مگر مخالفت صحیح ہو رہی ہے

؎ دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

۴۔ مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مقام خُم پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُس میں بھی زیر بحث مسئلہ کو بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

امابعد الا ایھا الناس فانما انا بشرٌ یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارکٌ فیکم ثقلین اولھما

کتاب اللہ فیہ الہدیٰ و النور ... ثم قال اہل بیتی۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۶۸ ج۲)

ترجمہ:- اے لوگو! میں بھی بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس موت کا فرشتہ آئے اور میں اپنی جان اس کے سپرد کر دوں، مگر یاد رکھو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے اُسی میں ہدایت ہے۔ اور اُسی میں نور ہے ——— پھر فرمایا کہ میرے اہل بیت"

یہ حدیث جہاں مسئلہ بشریت کا فیصلہ فرما رہی ہے وہاں آیت:
"قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین (۱۵۔مائدہ۔۵) کی ایک بہترین تفسیر بھی ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی امت اس قسم کی آیات اور احادیث سے یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرتی ہے کہ:-

"آپ کو اپنی ظاہری صورت بشری کے بیان کا اظہار تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا۔ کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنے مثل بشر کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت وعظمت بطریق تواضع، فرماتے ہیں اُن کا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔

دوئم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ .. عطا فرمائے ہوں اُس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے وصف عام سے ذکر کرنا جو ہر کہہ ومہ میں پایا جائے اُن کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے۔

سوئم:- یہ کہ قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ

وہ انبیاء کو اپنے مثل بشر کہتے تھے"

(تفسیر خزائن العرفان ص۳۶۴)

مذکور الصدر عبارت میں خط کشیدہ الفاظ خاصے قابل توجہ ہیں اور بریلوی مکتب فکر کے افکار ونظریات کی کافی حد تک ترجمانی کر رہے ہیں۔ بالترتیب ملاحظہ ہوں

(۱) بشریت کا اعتراف از راہ تواضع تھا نہ کہ اظہار حقیقت کے لئے یہ وہ بناوٹی تکلف ہے جس کی قرآن میں ایک مثال بھی موجود نہیں

(۲) کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنے مثل بشر کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت وعظمت بطریق تواضع فرماتے ہیں ان کا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا ——— یہ عبارت رقم فرما کر مفسر موصوف نے صحابہ اور صحابیات پر ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔

۵- ابوداؤد شریف میں ہے۔

قالوا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر

(ص۵۱۴ ج۲)

یعنی صحابہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں،

۶- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشراً من البشر

(مشکوٰۃ ص۵۲۰)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے۔

۷- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

"محمد رسول اللہ باں علو شان بشر بود"

(مکتوبات شریف دفتر اول ص۱۷۷ مکتوب نمبر۱۷۳)

۸۔ مولوی عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہیں کہ

"آیت انما انا بشر مثلکم" کا منکر کوئی اہل اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں"۔ (انوار ساطعہ ص۳۱)

۹۔ مولوی امجد علی رضوی بریلوی لکھتے ہیں کہ

"انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت" (بہار شریعت ص۱۰ ج ۱)

۱۰۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد کے مصداق صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے" (خزائن العرفان ص۴۰۹)

پھر تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ ان کی کمال حماقت تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا پتھروں کو خدا مان لیا"۔ (خزائن العرفان ص۴۰۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا۔" (خزائن العرفان ص۶۶۲)

مذکورالصدر یہ فیصلے اللہ، رسول، صحابہ، اہل بیت اور بزرگان دین کے فیصلے تھے ان سب پر مستزاد یہ کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے اپنے معتمد اور مستند لوگوں کے

بھی یہی فیصلے ہیں۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی ہیں کہ ان کا وہی فیصلہ ہے جو پہلے تھا کہ ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پہ نام سچا نور کا

(حدائق بخشش ص۵ ج ۲)

ع۔ وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے

قارئین کرام! ہم عجیب مخمصے میں مبتلا ہیں کہیں پڑھتے ہیں کہ:۔

"انبیاء کو بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے، اور یہ اُن کے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ کے مقابلہ میں ایک وصف عام ہے جو ہر کہہ ومہ میں پایا جاتا ہے۔ دوسروں کے لئے جائز نہیں کہ ان کو بشر کہیں"

اور کہیں اس کے برعکس یہ پڑھتے ہیں کہ:۔

"یہ انکی کمال حماقت تھی اور کمال بے عقلی اور نافہمی تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا"

ع۔ چورا ہے پر کھڑا ہوں سوچتا ہوں کس طرف جاؤں!

اور اعلیٰ حضرت بریلوی ہیں کہ

ع۔ "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد"

کے مصداق بنے بیٹھے ہیں پہلے فرمایا تھا کہ حضور نور وحدت کا ٹکڑا ہیں اور

بلاشبہ اللہ کے نورِ ذاتی سے پیدا ہیں، پھر فرمایا کہ اُس نور سے پیدا ہیں جو عین ذاتِ الٰہی ہے، اور اب فرمایا جا رہا ہے کہ" تو بالکل ہے جُملہ نور کا " کیا نورِ وحدت کا ٹکڑا، یا نورِ ذاتی اور نورِ عین وغیرہ کہنا کوئی کم کفر تھا جو اُس کے بعد اب" بالکل نورؐ" کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ

وجعلوا لہ من عبادہ جزءًا ان الانسان لکفور مبین

۱۵ - زخرف - ۴۳

لوگوں نے خدا کے بندوں کو خدا کا جز ٹھہرا لیا واقعی انسان صریح ناشکرا ہے۔

تشریح:- یعنی خدا تعالیٰ کو صاحب جز و قرار دینا بہت بڑا شرک ہے، جو عقلاً بھی محال اور قبیح ہے اور نقلاً بھی ـــــ کیونکہ جز و مستلزم حدوث ہے اور اللہ رب العزّت حدوث سے پاک ہیں، ورنہ لم یلد ولم یولد فرمانے کی کیا ضرورت تھی ؎

قُل ھو اللہ احد کی رمز کو کیا سمجھا ہے تو

جب خدا کے خاص بندوں کو خدا سمجھا ہے تو

قارئین کرام! اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں یہود اور نصاریٰ نے بھی نحن ابناء اللہ کہہ کر خدا تعالیٰ کا جز ہونے کا دعویٰ کیا تھا ـــــ مگر قرآن مجید نے جواباً فرمایا کہ ـــــ

ھل انتم بشرٌ ممن خلق ـــــ ۱۸ - مائدہ ۵،

یعنی کیا تم خدا کی مخلوق میں سے بشر نہیں ہو؟ ـــــ

یعنی بشر ہو کر خُدا کا جز کیسے ہو سکتے ہو ـــــ قرآن مجید کا نقطہ، استدلال یہ ہے کہ خدا کا جز خدا ہوتا ہے، بشر نہیں ـــــ اور بشر کا جز بشر

ہوتا ہے۔ خدا نہیں ـــــ

یعنی یا تم اپنے آپ کو خدا کہلواؤ اور یا خدا کو بشر کہو، ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں

این خیالست و محالست و جنوں،

اعلیٰحضرت علامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب اپنی کتاب "فتاویٰ افریقیہ" میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے

اور ایک ہی میں دفن ہوں گے "ـــــ ص۸۵

کیا اس کے پیش نظر یہ کہنا درست ہے کہ اللہ رب العزت کا نورِ ذات یا نورِ وحدت اور عین نور یا بالکل نور پہلے مٹی تھا؟

کیونکہ اعلیٰحضرت یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مٹی سے مخلوق تسلیم فرماتے ہیں جس سے حضرت ابوبکر اور عمر مخلوق ہیں۔ ففہم۔

باقی شمع[1] والی مثال کی یہاں بالکل گنجائش نہیں، کیونکہ بیٹا بھی باپ کا ایسا جز نہیں ہوتا جس سے باپ کا وجود ناقص یا کم ہو جائے۔

ھذا ما عندی و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] اس مثال کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہو تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا اُسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتے ہیں، اس کا ٹکڑا کٹ کر روشن نہیں آ جاتا۔

(صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ ص۱۲)

نوٹ :۔ مسئلہ بشریت سے متعلق بہت سے حوالہ جات واجب اور ممکن کی بحث میں ذکر ہو چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالئے جائیں۔

۵ تیری عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی رات
کب سے جبریل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

(کوثر نیازی)

"ایک مغالطہ اور اس کا حل"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت کو سب سے بڑا مغالطہ آیت :۔

" قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین "

(۱۵ - مائدۃ - ۵)

اور حدیث :۔ یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہٖ ،، سے لگا ہے ، جن کو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنے دو رسالوں "نفی الفیء" اور "صلوٰۃ الصفاء" میں خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔

مگر ہم کسی تفصیل میں جائے بغیر بہت ہی مختصر طور پر ان دونوں مغالطوں کا ازالہ کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مذکورہ آیت میں **نور** اور کتاب مبین ، دونوں سے مراد قرآن ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید ، یہی وجہ ہے کہ آیت کے اگلے حصے "یھدی بہ" میں "ہٖ" ضمیر واحد غائب ذکر فرمائی گئی ہے بالفرض اگر نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد دو جدا جدا چیزیں ہوتیں تو بجائے یھدی بہ کے "یھدی بھما" ہوتا۔

۲۔ "نور و کتاب مبین" میں ذکر کی گئی واو کو نحوی عطف تفسیری سے تعبیر کرتے

ہیں اور عطف تفسیری میں معطوف علیہ اور معطوف دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے :

(۱) " طٰسٓ تلك آیٰت القرآن وکتاب مبین " (۱- نمل - ۲۷)

یہاں قرآن اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے اور ان دونوں کے درمیان ذکر کی گئی واو عطف تفسیری ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

(۲) " شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدًی للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان ، (۱۸۵ البقرۃ ۲)

یہاں بھی ھدًی للناس اور بینٰت من الھدیٰ اور الفرقان تینوں سے مراد ایک ہی چیز ہے۔ اور تینوں کے درمیان ذکر کی گئی واو بالاتفاق عطف تفسیری ہے۔

تیسری جگہ فرمایا :۔

(۳) " الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا " (۱۶۰- بقرۃ ۲)

یہاں بھی تابوا واصلحوا و بینوا کے درمیان عطف تفسیری ہے حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ :۔

فیہ اشارۃ الی کون العطف تفسیراً۔ (بیان القرآن ص۹ ج۱)

عطف تفسیری کی ایک مثال بخاری شریف سے بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ اتمام حجت میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

فتصدقن وبسط بلال ثوبہ فجعلن یلقین الفتخ والخواتیم فی ثوب بلال ، (بخاری شریف ص۲۷ ج ۲)

یعنی آپ نے فرمایا کہ خیرات کرو اور بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا عورتیں بلال کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

اس حدیث میں الفتح بالخوتیم دونوں ہی سے مراد انگوٹھیاں ہیں اِن دونوں کے درمیان ذکر کی گئی واؤ بالاتفاق واؤ تفسیریہ ہے۔

بالکل اسی طرح آیت قد جاءکم من اللہ نورٌ وکتاب مبین "، میں عطف تفسیری ہے۔ اور واؤ تفسیریہ ہے۔

علاوہ ازیں جتنی صراحت کے ساتھ قرآن مجید کو نور فرمایا گیا ہے اتنی صراحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نہیں فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

۱- وَانزلنا الیکم نوراً مبینا۔ (۱۷۴۔ نساء ۴)

اور ہم نے نازل کیا تمہاری طرف نور ظاہر یعنی قرآن۔

۲- وَاتبعوا النور الذی اُنزِلَ معہ (۱۵۷۔ اعراف ۷)

اور پیروی کی انہوں نے اُس نور کی جو اتارا گیا ان کے ساتھ۔

۳- فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا ،

(۸۔ تغابن ۔ ۶۴)

پس ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول پر اور اُس نور پر جس کو ہم نے نازل کیا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے شاگرد رشید مفتی نعیم الدین مرادآبادی اپنی تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں کہ مذکورۃ الصدر تینوں آیتوں میں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔

بالکل اسی طرح قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین "، میں بھی نور سے مراد قرآن مجید ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہی تفسیر القرآن بالقرآن کا تقاضا پورا کرتی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کا اپنا فیصلہ ہے کہ :

متعین کے آگے محتمل اور محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے

(احکام شریعت ص۱۔ ج ۱)

بریں بناء اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذریت کو چاہئیے کہ آئندہ اس آیت سے قطعاً حجت

دیکھ لیں ورنہ ؎

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

تائید مزید :- مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خم کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارک" فیکم ثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۶۸ ج۲)

اے لوگو! میں بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس فرشتہ باری آئے اور میں اس کو اپنی جان سونپ دوں مگر یاد رکھو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے اسی میں ہدایت ہے اور اسی میں نور ہے ——— پھر فرمایا کہ میرے اہل بیت ، یہ حدیث بھی اسی بات کی تائید کر رہی ہے کہ قرآن مجید ہی نور اور ہدایت کا سرچشمہ ہے **لیکن** اگر ان تمام تصریحات کے باوجود بھی آپ اس کا مصداق حضور علیہ السلام ہی کو قرار دیتے ہیں تو پھر زیادہ سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ معقول کہہ سکتے ہیں نہ کہ نورِ محسوس ——— کیونکہ نورِ محسوس کا اطلاق عموماً اُس روشنی پر ہوتا ہے جو محسوس ظلمت اور تاریکی کو دور کرے ،

بالفرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نورِ محسوس ہوتے تو گھر وغیرہ میں چراغ نہ جلاتے اور حضرت عائشہ صدیقہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ کو تلاش نہ فرماتی ——— اس کے برعکس آپ فرماتی ہیں کہ

فقدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فجعلت اطلبہ "

(نسائی شریف ص۳۸ ج۱)

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذریت اس سلسلہ میں اکثر ایک روایت پیش کیا کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اس قدر روشن تھا کہ اندھیرے میں آپ جاتے تو اجالا ہو جاتا۔ چنانچہ ایک دفعہ رات کو حضرت عائشہ صدیقہ رض کے ہاتھ سے سوئی گر گئی تلاش کی نہیں ملی دفعۃً آپ تشریف لے آئے تو چہرہ مبارک کی روشنی میں سوئی چمک اٹھی اور مل گئی ——— اس سے معلوم ہوا کہ آپ نور تھے

لیکن مورخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی رح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل جھوٹ ہے ——— (سیرت النبی صد ۷۷۶ ج ۳)

لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ محسوس ثابت کرنے کی غرض سے اس واقعہ سے استدلال کرنا بھی درست نہ رہا۔

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ معقول کہنے میں کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ جن مفسرین نے آیت قد جاءکم من اللہ نورٌ کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے ہیں وہ بلاشبہ انہی معنی میں لئے ہیں۔ نہ کہ ان معنی میں جن معنی میں اعلیٰ حضرت بریلوی حضور علیہ السلام کو نور مراد لے رہے ہیں۔

حدیث نور | مذکورالصدر حدیث یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ، بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کی کسی طرح جان نہیں بخشوائی۔

(۱) اس لئے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس حدیث کو مسند عبدالرزاق کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ مسند عبدالرزاق میں یہ حدیث سرے سے موجود ہی نہیں۔ دیدہ باید

علامہ محمد طاہر حنفی تذکرۃ الموضوعات کے مقدمہ صد ۶ پر فرماتے ہیں کہ

کل حدیث لیس لہٗ اسنادٌ صحیحٌ ولا ہو منقولٌ فی کتاب مصنفٍ امامٍ معتبرٍ لا یعلم ذالک الحدیث عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا یجوز قبولہٗ۔

یعنی ہر وہ حدیث کہ جس کی سند صحیح نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی معتبر امام کی معتبر کتاب میں منقول ہو، تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں۔

(۲) یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس حدیث کو بلا سند پیش فرمایا ہے محدثین کرام کے نزدیک کسی حدیث کا بلا سند ہونا ہی اس حدیث کے ضعیف ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

مسلم شریف کے مقدمہ میں ابن مبارک سے منقول ہے کہ

"الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء"

(مقدمہ مسلم صد)

(۳) یہ حدیث۔ انما انا بشر مثلکم ۔ جیسے صریح اور محکم فیصلے کے بھی معارض اور منافی ہے جو بقول اعلیٰ حضرت بریلوی کے۔

"صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے" (احکام شریعت صد ۱۲۳ ج ۱)

(۴) یہ حدیث بہت ہی مجمل اور مختصر حدیث ہے جبکہ یہ حدیث مفصل اور مطول ہو کر بھی زیر بحث مسئلہ کو حل نہیں کرتی۔ مفصل حدیث اس طرح ہے ملاحظہ ہو:-

عن جابر رض بن عبد اللہ قال قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شیءٍ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذالک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذالک الوقت لوحٌ ولا قلمٌ ولا جنۃٌ ولا نارٌ ولا ملکٌ ولا سماءٌ ولا ارضٌ و لا شمسٌ ولا قمرٌ ولا جنیٌ ولا انسیٌ فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق ۔

۱۔ قسم ذالک النور اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش۔

۲۔ ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول حملة العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملائکہ۔

۳۔ ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السموات الثانی الارضین ومن الثالث الجنة والنار۔

۴۔ ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المومنین ومن الثانی نور قلوبهم وهی المعرفة بالله ومن الثالث نور انسهم وهو التوحید لا اله الا الله محمد رسول الله۔

(صلاة الصفاء فی نور المصطفی ص۲)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی ! یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان۔ مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا۔ فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا تعالیٰ نے چاہا دورہ کرتا رہا اس وقت لوح و قلم، جنت و دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو ______

۱۔ اس نور کے چار حصے فرمائے پہلے سے قلم دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا۔

۲۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے پہلے سے حملہ العرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے باقی فرشتے۔

۳۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے جنت اور دوزخ۔

۴۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے پہلے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور دوسرے سے ان کے

دلوں کا نور جس سے مراد معرفت الٰہیہ ہے تیسرے سے انکی انس کا نور جس سے مراد توحید ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

مذکورالصدر حدیث کو اعلیٰ حضرت بریلوی نے تیسری تقسیم تک نقل فرما کر کہہ دیا کہ الحدیث

صلاة الصفاء فی نور المصطفی (ص۳۵)

یعنی آگے یہ حدیث بہت لا مبنی ہے۔

(۱) یہ مغالطہ ہے حالانکہ آگے صرف ایک نمبر ہی باقی تھا جس میں آنکھوں کا نور اور دلوں کے نور کا ذکر تھا مگر اعلیٰ حضرت بریلوی نے قارئین کرام کو بلیک میل کرنے کی غرض سے صرف ایک نمبر حذف فرما کر بے جا روایت کی اہمیت اور اپنے علمی تفوق کو ظاہر کرنے کی نامسعود کوشش فرمائی جس میں بزعم خویش ان کو بہت حد تک کامیابی ہوئی۔ حدیث پیش خدمت ہے۔

نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الاغلوطات

یعنی آنحضرت نے مغالطوں سے روکا ہے۔

(۲) پھر جہاں سے اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس روایت کو نقل فرمایا ہے انہوں نے بھی صرف ایک ہی نمبر کا اضافہ فرما کر اپنی بے بسی کا یوں اعتراف اور اقرار فرمایا ہے کہ

ولم یذکر الرابع من هذا الجزء فلیراجع من مصنف عبدالرزاق مع اتمام الحدیث ـــــ

یعنی چوتھی تقسیم کے چوتھے جز کا کوئی ذکر نہیں ملتا لہذا جس نے عبدالرزاق تصنیف دیکھی ہے مکمل حدیث اسی سے پوچھو!

(مواہب اللدنیہ علامہ عسقلانی وزرقانی علامہ محمد زرقانی ص۴۶ ج ۱)

قارئین کرام :۔ مذکورالصدر حدیث پر علامہ عسقلانی اور علامہ زرقانی کے تبصرے آپنے

ملاحظہ فرمائیے ان اعلیٰحضرت بریلوی کا ان تبصروں کی موجودگی میں اس حدیث سے استدلال "مدعی سست اور گواہ چست" کے مترادف ہے۔

(۴) اور قطع نظر اس کے بالفرض اگر اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے پھر بھی یہ حدیث اعلیٰحضرت بریلوی کی تائید نہیں فرماتی کیونکہ اعلیٰحضرت بریلوی کی کوشش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نوری ثابت کرنے کی ہے۔

مگر یہ حدیث پوری کائنات کو نوری ثابت کر رہی ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت رہی؟

چنانچہ اعلیٰ حضرت بریلوی خود فرماتے ہیں کہ:۔

صَلِّ وَسَلِّم وبارک علیٰ نورک المنیر الذی خلقتہ
من نورک وَخلقتَ من نورہ الخلق جمیعاً۔

(خطبہ صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ صہ۳)

دوسری حدیث۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنت انا وعلی بن ابی طالب
نوراً بین یدی اللہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر
الف عام فلما خلق اللہ آدم قسم ذالک النور جزئین
فجسنہٗ انا وجسنہٗ علی بن ابی طالب،

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ سُنیوں کی گھڑی ہوئی تھی اور یہ شیعہ کی گھڑی ہوئی ہے

محدثین کرام:۔ کے نزدیک یہ روایت بالکل موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن خلف مروزی ایک راوی ہے جو ائمہ جرح کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

۱۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ——— محمد بن خلف مروزی — کذاب۔"

۲ دارقطنی فرماتے ہیں کہ ——— محمد بن خلف مروزی۔ متروک ولاشک فی کذبہٖ احد"۔

اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے مگر اس میں ایک راوی جعفر بن احمد ہے جو بالاتفاق جھوٹا، متعصب، وضاع الحدیث، مسلکاً رافضی اور صحابہ کرام پر سب وشتم کیا کرتا تھا۔

تیسری حدیث۔ ———

اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ۔ مطالع المسرات صہ۲۵۴

یہ روایت بھی بلا سند ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب روایات مسند عبدالرزاق کی فرضی روایت پر قیاس کر کے بنائی گئی ہیں ——— نیز ومن نوری خلق کل شیئ"، سے بقایا مخلوق کا نور ہونا بھی ثابت ہوا — پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت رہی۔

چوتھی حدیث:۔

" انا من اللہ والمومنون منی۔ میں اللہ سے نکلا اور مومن مجھ سے۔

حضرت علامہ ملا العلی القاری فرماتے ہیں کہ

قال العسقلانی انہٗ کذبٌ مختلف فیہ، وقال زرکشیؒ لا یعرفہٗ،
وقال ابو تیمیہ موضوعٌ وقال السخاوی ھو عند الدیلمی بلا اسنادٍ۔

(موضوعات کبیر صہ۴)

پھر اس روایت میں بھی" والمومنون منی" ایسا فقرہ موجود ہے جو آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہونے دیتا کیونکہ یہ فقرہ سب مومنوں کو نور ثابت کر رہا ہے۔ جس سے حضور کی کوئی تخصیص نہیں رہتی۔

علاوہ ازیں یہ روایات اُن صحیح اور صریح روایات کے بھی منافی اور معارض ہیں۔ جن میں سب سے پہلے قلم، عرش۔ مقادیر خلق اور پانی کی تخلیق کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ عن عبادۃ بن الصامت مرفوعاً اول ما خلق اللہ القلم۔

(زرقانی ص۴۵ و ابوداؤد شریف)

۲۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

مقادیر کل شی قلم سے مقدم ہیں بقرینہ اکتب

۳۔ قال ابو یعلی الہمدانی الاصح ان العرش خلق قبل القلم۔

وقال زرقانی وھو مذہب الجمہور۔ زرقانی ص۴۷)

۴۔ قال رزین بن عامر العقیلی مرفوعاً ان الماء خلق قبل العرش۔ زرقانی ص۴۸)

۵۔ اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی مشہور مفسر ہیں یہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رض اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ :۔

ان اللہ لم یخلق شیئاً مما خلق قبل الماء۔ زرقانی ص۴۷)

قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہماں کے جو کچھ تھا میسر رکھ دیا

باقی خطیب بن مرزوق التلمانی کی روایت۔

عن علی بن الحسین الملقب بامام زین العابدین
التابعی عن جدہ علی کرم اللہ وجہہ ان النبی،
صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نوراً بین یدی ربی
قبل خلق آدم باربعۃ عشر الف عام۔ (الحدیث)

اگرچہ روایت تو یہ بھی ضعیف ہے تاہم یہاں "کنت نوراً" معنی کنت نبیاً کے ہے۔ جیسے دوسری روایت میں آیا ہے کہ

"کنت نبیاً وآدم بین الروح والجسد یا بین الماء والطین" (ترمذی)

یعنی میں عالم ارواح میں اس وقت منصب نبوت سے سرفراز ہو چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام

ابھی پانی اور مٹی ہی میں تھے۔

یہ توجیہ سب سے اچھی توجیہ ہے۔ مزید تشفی کے لئے ملاحظہ ہو،

ترجمان السنہ — ج ۱ مصنفہ مولانا بدر عالم مہاجر مدنی — اور

نشر الطیب فی ذکر الحبیب مولانا تھانوی رح۔

اور حدیث "لما خلق اللہ تعالیٰ آدم جعل ذالک النور فی ظہرہ الی ظہر آدم علیہ السلام"

سے مراد بھی نور نبوت یا تعلق ابوت اور یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح منور ہے جیسے دوسری روایت میں آتا ہے کہ :۔

کنت انا وابوبکر و عمر و عثمان و علی بین یدی اللہ
قبل ان یخلق ادم بالف عام فلما خلق اسکننا ظہرہ ولم نزل
ننتقل فی الاصلاب الطاھرہ حتی نقلنی اللہ تعالیٰ الی
صلب عبداللہ ونقل ابابکر الی صلب ابی قحافہ ونقل
عمر الی صلب الخطاب ونقل عثمان الی صلب عفان و
نقل علیاً الی صلب ابی طالب، (الحدیث)

اس روایت کو امام شافعی رح نے اپنی سند سے ذکر فرمایا ہے۔ اور یہی معنی ہے حدیث "اول ما خلق اللہ نوری" کا یعنی اول ما خلق اللہ روحی، کما قال العلی القاری الحنفی۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۶۷ ج ۱)

اور حدیث کے آخری حصے "ومن نوری خلق کل شی" کا ترجمہ حضرت تھانوی نے "فیض" سے فرمایا ہے۔

کیا فیضِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

کُن فیکون کے اختیارات

تمام اسلامی فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کُن فیکون کے جملہ اختیارات صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کو حاصل ہیں۔ ذات باری تعالیٰ عز اسمہ کے اس اعزاز اور امتیاز میں دوسرا کوئی شریک نہیں۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ ؎

لے بدست تو عنانِ کن، مکن، کن لا تکن،
وی بحکمت عرش و ماتحت الثریٰ امداد کن

(حدائق بخشش ص۴۲ ج ۲)

تشریح :۔ یعنی کن مکن اور کن لا تکن کے جملہ اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ میں ہیں، مجملاً نہیں! بلکہ فرش تا عرش و ماتحت الثریٰ مفصل طور پر سب آپ ہی کے زیر تصرف ہیں۔

لہٰذا جب یہ صحیح اور درست ہے تو پھر یا رسول اللہ آپ میری امداد فرمائیں۔

مگر افسوس اس بات پر ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی اسی پر اکتفا فرما لیتے تو شاید کسی تکلف سے اس کو درست قرار دے لیا جاتا ــــــ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ؎

اقتدار کن مکن حق مصطفےٰ را دادہ است
زیر تختِ مصطفےٰ بر کرسی دیوان توی،

(حدائق بخشش ص۸ ج ۲)

تشریح :۔ یعنی کن مکن اور کن لا تکن کے مذکورہ الصدر اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد اب حضرت غوث الاعظم کو حاصل ہیں ــــــ بلکہ کلمہ حصر لاکر فرماتے ہیں کہ۔ "بر کرسی دیوان توی"

دوسری جگہ تھوڑی سی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ؎

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

(حدائق بخشش ص ج ۲)

تشریح :۔ یعنی کن، مکن کے یہ اختیارات اللہ رب العزت نے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے تھے۔ مگر بقول اعلیٰ حضرت بریلوی اس اختیار و اقتدار کی کرسی پر اب صرف اور صرف حضرت غوث الاعظم ہی متمکن ہیں۔ اور بس۔

بلکہ فرشتوں کے تکوینی تصرفات بھی حضرت غوث پاک ہی کی قدرت کا کرشمہ ہیں اور کسی کا نہیں،

ع۔ تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث

ایک اور مقام پر لفظ غوث میں معنوی التباس ختم کرنے کی غرض سے غوث کے نام کی تصریح کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں کہ ؎

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے،
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

(حدائق بخشش ص)

یعنی کار عالم کا مدبر اور کارخانہ کائنات کا فاعل اور مختار حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ہیں۔ شاید اسی لئے اعلیٰ حضرت بریلوی اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ

" بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے "

(ملفوظات ص۱۲۹ ج ۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :۔

" جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا یک درگیر محکم گیسر "

(ملفوظات صلے ج ۳)

قارئین کرام !

یہ تھیں اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب کی تعلیمات اور تفہیمات مگر آیئے اب اسلامی تعلیمات کا بھی ایک نظر جائزہ لیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ :۔

۱۔ انما قولنا لشیءٍ اذا اردنٰہ اَن نقول لہ کُن فیکون ۔

(۴۰۔نحل۔۱۶)

ترجمہ :۔ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں تو بس اُس سے اتنا ہی کہتے ہیں کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے ۔

۲۔ دوسری جگہ فرمایا کہ :۔

انما امرہٗ اذا اراد شیاً اَن یقول لہ کُن فیکون ۔

(۸۲۔یٰس۔۳۶)

تشریح :۔ یعنی ایسے قادر مطلق تو صرف ہم ہی ہیں کہ بدوں ہمارے یہ اختیار اور اقتدار اور کسی کو حاصل نہیں۔ نہ ذاتی طور پہ اور نہ عطائی طور پہ، پھر یہی مضمون قرآن مجید میں تقریباً درجن بار ذکر ہوا ہے۔

دوسری جگہ دوسرے انداز سے فرمایا کہ ——————

فعّال لما یرید (۱۶ ۔ بروج ۔ ۸۵)

" وہ جو چاہے کر گزرتا ہے "

تشریح :۔ یعنی کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی اُس کے ارادے

بدل دینے والا ہے۔ اس کی قدرت لامحدود ہے اور اُس کی طاقت لامتناہی ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ ہے کہ یہ شان فقط اُسی کی ہے کوئی دوسرا اس میں اُس کا شریک اور سہیم نہیں۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ان تمام جاہل مذاہب کی تردید ہے۔ جنہوں نے حق تعالیٰ کے یہ خصوصی اختیارات اس کے مقرب اور محبوب بندوں کو غلط طور پر تفویض سمجھ رکھے ہیں۔

۳۔ تیسری جگہ ارشاد ہے کہ

ربك یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ ۔

سبحٰن اللہ وتعالیٰ عما یشرکون (۶۸۔قصص۔۲۸)

آپ کا پروردگار پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے اور کسی کا کوئی اختیار نہیں اور اللہ بلند وبرتر ہے لوگوں کے شرک سے۔

تشریح :۔ یہاں بھی سارے تکوینی اور تشریعی اختیارات کا مختار بلحاظ ذات بھی اور باعتبار صفات بھی صرف اللہ رب العزت ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

یہ آیت اعلیٰ حضرت بریلوی کے پیش کردہ بریلوی دین ومذہب کی جس طرح جڑ کاٹ رہی ہے وہ کسی بھی موحد پر مخفی نہیں خصوصاً آیت کا یہ حصہ کہ :

"ما کان لھم الخیرۃ" یعنی اور کسی کا کوئی اختیار نہیں، خاصہ قابل توجہ ہے۔

۴۔ چوتھی جگہ ارشاد فرمایا کہ :۔

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔ (۲۳۔انبیاء۔۲۱)

اللہ رب العزت سے پوچھا نہیں جا سکتا جو وہ کرتا ہے، اور اُن سے پوچھا جا سکتا ہے۔

تشریح :۔ مفتی نعیم الدین مراد آبادی تلمیذ رشید اعلیٰ حضرت بریلوی تحریر فرماتے

ہیں کہ اللہ رب العزت سے اس لئے نہیں پوچھا جا سکتا کیونکہ وہ مالک حقیقی ہے جو چاہے کرے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے جسے چاہے سعادت دے جسے چاہے شقی کرے وہ سب کا حاکم ہے کوئی اس کا حاکم نہیں جو اُس سے پوچھ سکے سب اُس کے بندے ہیں محکوم ہیں سب پر اُس کی فرمانبرداری اور اطاعت لازم ہے اس سے توحید کی ایک اور دلیل مستفاد ہوتی ہے کہ جب سب مملوک ہیں تو ان میں سے کوئی خدا (یعنی خدائی اختیارات والا) کیسے ہو سکتا ہے''

(تفسیر خزائن العرفان ص۴۸۷)

مذکور الصدر آیات کے علاوہ تدبیر امور کے سلسلہ میں درج ذیل آیات بھی پیشِ خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ (۳۱۔ یونس۔ ۱۰)

اور ہر کام کا انتظام کون کرتا ہے؟ کافر بھی کہیں گے کہ اللہ کرتا ہے)

تشریح:۔ اس آیت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ آسمان و زمین سے رزق کون پہنچاتا ہے؟ کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ زندوں کو مردوں سے اور مردوں کو زندوں سے کون پیدا کرتا ہے؟ اور آخر میں فرمایا کہ کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ "فسیقولون اللہ" یعنی کافر بھی اس کا اعتراف کریں گے کہ یہ سب کام ایک اللہ ہی انجام دیتا ہے۔

۲۔ دوسری جگہ فرمایا کہ ——— ثم استوی علی العرش یدبر الامر (۳۔ یونس۔ ۱۰)

۳۔ تیسری جگہ فرمایا کہ ——— یدبر الامر یفصل الآیات (۲۔ رعد۔ ۱۳)

۴۔ چوتھی جگہ فرمایا کہ ——— یدبر الامر من السماء الی الارض۔ ۵۔ السجدۃ۔ ۳۲)

مذکور الصدر تمام آیات میں تدبیر امور کی نسبت صرف اللہ رب العزت ہی کی طرف فرمائی گئی ہے کسی نبی، ولی، غوث، قطب اور ابدال کو مدبر قرار نہیں دیا گیا۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب اس سب کچھ کے باوجود الاپ رہے ہیں کہ:

ع۔ کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر (حدائق بخشش ص۔)

دوسرے مقام پر ہے کہ ؎

اے آنکہ بدست تست تصریف امور
اصرف عنا الصروف عبد القادر

(حدائق بخشش ص۱۷ ج ۲)

تشریح:۔ یعنی اے وہ ذات والا صفات تصریف امور آپ ہی کے دستِ قدرت میں ہے لہذا اے شاہِ جیلان آپ ہی ہمیں دنیا کے آلام و مصائب سے نجات بخشیں اور ایک نے بھی کہ ؎

اقتدار کن مکن حق مصطفےٰ را دادہ است
زیر تختِ مصطفےٰ بر کرسی دیوان توی

(حدائق بخشش ص۸ ج ۲)

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شاید غوث پاک ہی وہ پہلے انسان ہیں جو اس منصب جلیل کے مجاز اور مستحق قرار دیئے گئے ہیں ورنہ "بر کرسی دیوان توی" کہنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالاتفاق پہلا نمبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اس کے پیش نظر اعلیٰ حضرت بریلوی کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ

ع زیر تختِ مصطفےٰ بر کرسی دیوان صدیق رض

کیونکہ بقول اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کے:۔

اولیاء میں سب سے زیادہ مرتبہ حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے"۔

(عرفانِ شریعت مصنفہ اعلیٰ حضرت بریلوی ۵)

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت بریلوی کو شیخ موصوف شاہ جیلانی کے اسم گرامی پر بھی غور فرمانا چاہئے تھا کہ وہ القادر نہیں بلکہ عبد القادر ہے اور عبد القادر اور فقط القادر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ع۔ چمک سے ہمسر خورشید ذرہ ہو نہیں سکتا

ع۔ ببین تفاوتِ راہ از کجا تا بکجا

مشہور مقولہ ہے کہ ع۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت بریلوی کو شیخِ موصوف کے مسلک پر بھی غور فرمانا چاہئے تھا کہ

وہ مسلکاً حنبلی —— اور —— آپ حنفی

وہ رفع یدین کے قائل —— اور —— آپ مخالف

وہ آمین بالجہر کے قائل —— اور —— آپ مخالف

اُن کے نزدیک فاتحہ خلف الامام ضروری اور —— آپ کے نزدیک غیر ضروری

اور قطع نظر ان مسائل کے،

اُن کے نزدیک بجو حلال — اور — آپکے نزدیک بجو حرام پھر اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اُن کے نزدیک کچوا، گیدڑ، گوہ، کیکڑا وغیرہ سب حلال اور آپکے نزدیک سب حرام،

بایں ہمہ کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر، اور زیرِ تختِ مصطفےٰ بر کرسی دیوان عبد القادر،

قارئین کرام!

ہماری اعلیٰ حضرت بریلوی اور آپکی ذریت سے درخواست ہے وہ کارِ عالم کے مدبر اور جانشین مصطفےٰ کے اِن حلال کردہ گیدڑوں، گوہوں، کچھوؤں اور

بجوؤں کو اپنے استعمال میں لائیں!۔

ہمارے خیال میں شیخ موصوف نے یہ جملہ محرمات اپنے سگانِ دربارِ غوثیہ ہی کے لئے حلال فرمائے ہوں گے۔ اور کتنے نمک حرام ہوں گے وہ سگانِ دربارِ غوثیہ جو کارِ عالم کے مدبر اور کائنات ہست و بود کے غوث الاعظم جناب شیخ عبد القادر جیلانی کے حلال کردہ محرمات کو اپنے استعمال میں نہ لائیں ؎

قوم کو اُلّو بناؤ کیا یہی اسلام ہے

دو ٹکے کے راہنماؤ کیا یہی اسلام ہے

مسئلہ استعانت

اس میں شبہ نہیں کہ تحت الاسباب اُمور میں غیر اللہ سے استعانت ممنوع نہیں جیسے اپنے زیر تصرف اور زیر استعمال اشیاء کا ایک دوسرے سے لینا دینا یا اسی قسم کی زیر اختیار اعانت اور نصرت کرنا یا کرانا۔

البتہ مافوق الاسباب امور میں غیر اللہ سے استعانت اور استمداد بلاشبہ کفر اور شرک ہے جیسے اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب فرماتے ہیں کہ ؎

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ — پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ
ندارم جز تو ملجائے ندارم جز تو ماوائے — توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

(حدائق بخشش ص۱۶ ج ۲)

رحمۃ للعالمین! تیری دہائی دب گیا — اب تو مولیٰ بے طرح سر پہ گناہ کا بار ہے

(حدائق بخشش ص۷۷ ج ۱)

نہ کیوں بکثرت کہوں یا حبیبی اغثنی، — اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

(حدائق بخشش ص۸۲ ج ۱)

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے — اتنا بھی تو ہو کوئی جو فریاد کرے دل سے

(حدائق بخشش ص۶۲ ج ۱)

کیوں رضا مشکل سے ڈرے — جب نبی مشکل کشا ہو،

(حدائق بخشش ص۴۸ ج ۲)

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا — آقا آقا سنوار آقا
منجدھار پہ آ کے ناؤ ٹوٹی — دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے — تم کو تو ہے اختیار آقا
میں دور ہوں تم تو ہو میرے پاس — سن لو میری پکار آقا

(حدائق بخشش ص۱ ج ۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی کی توجہ جب ان خلاف شریعت شرکیہ اشعار کی طرف مبذول کروائی گئی تو بجائے اپنی اصلاح کرنے کے بپھر کر فرمانے لگے کہ ؎

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے — یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش ص۵۹ ج ۲)

سنیو! ان سے مدد مانگے جاؤ — پڑے بکتے رہیں بکنے والے

(حدائق بخشش ص۷ ج ۱)

بیٹھتے اٹھتے حضور پاک سے — التجاء و استعانت کیجئے
یا رسول اللہ دہائی آپ کی — گوشمالِ اہل بدعت کیجئے

(حدائق بخشش ص۸۸ ج ۱)

بزعم خویش مذکورۃ الصدر اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "ندارم جز تو ملجائے، ندارم جز تو ماوائے" کا یقین دلا کر اعلیٰ حضرت بریلوی نے پھر پینترا بدلا اور فرمایا کہ ؎

دہائی یا محی الدین دہائی — بلا اسلام پر نازل ہے یا غوث

(حدائق بخشش ص۱۱ ج ۱)

غوث اعظم آپ سے فریاد ہے — زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے

(حدائق بخشش ص۸۸ ج ۱)

ہیں پشت پناہ غوث اعظم — کیوں ڈرتے ہو تم رضا کسی سے

(حدائق بخشش ص۸۵ ج ۱)

شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

"کیوں ڈرتے ہو تم رضا خدا سے"

اس لئے کہ اس میں کسی اور سے ڈرنے کا تو کوئی معنی ہی نہیں ہے۔

○ آگے لکھتے ہیں کہ :۔

الا یا غوث شاہ یا غیث شاہ یا امداد کن۔ (ص۴۳ ج ۲)

شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (ص۶۷ ج ۲)

پھر یہاں پہنچ کر تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح پر ایک صریح الزام بھی دھر دیا کہ ؎

○ کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا　　　رضا تجھ سے تیرا سائل ہے یا غوث

حدائق بخشش ص۸ ج ۲

سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

اس کے بعد تو بقول کسے اعلیٰ حضرت بریلوی کا شاید ٹڑہ ہی پاٹ گیا، اس لئے کہ کہیں۔۔

○ یا علی مشکل کشاء امداد کن ص۴۰ ج ۲ ۔۔ اور کہیں ۔ یا جنید اے بادشاہ جند عرفاں المدد، شبلیا اے شبل شیر کبریا امداد کن، (ص۴۳ ج ۲)

یاد رہے کہ اس شیر کبریا شبلی سے مراد وہی شبلی ہیں جو لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ پڑھوایا کرتے تھے۔

(فوائد الفواد ص۳۹۲ ج ۵۔ مجلس ہشتم مطبوعہ محکمہ اوقاف لاہور)

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی اس قسم کے جملہ کفریات اور شرکیات الاپتے جا رہے ہیں

سہ شبلی گفت ہمچنیں بگو لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ ۔ مرید برخود ہمچناں گفت ، فوائد الفواد ص۳۹۲

یہ سلسلہ دراز اتنی دور تک چلا گیا ہے کہ معلوم نہیں پھر کس کس سے امداد اور مشکل کشائی کی درخواستیں کرتے چلے گئے ہیں۔

مذکورالصدر حقائق کے اپنی جگہ صحیح اور درست ہونے کے باوجود، غوث پاک کے مریدوں کو بدستور اس فریب میں مبتلا رکھا جا رہا ہے کہ

○ "جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا یک دستگیر محکم گیر"

(ملفوظات ص۶۱ ج ۳)

یہ ہیں اعلیٰ حضرت بریلوی کے دین و مذہب کی اپنی خانہ ساز اور طبع زاد تعلیمات، مگر آیئے اب اسلامی تعلیمات کا بھی ایک نظر جائزہ لیں کہ اسلام اس سلسلہ میں کیا ہدایات دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قال موسیٰ لقومہ استعینوا باللہ واصبروا ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین ۔۔

(۱۲۸ - اعراف - ۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ ہی سے مدد مانگو اور صبر کرو بیشک زمین اللہ ہی کی ہے وہ مالک بناتا ہے اس کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور انجام کار متقین ہی کے لئے ہے۔

تشریح :۔ چونکہ فرعونی تخت و تاج پر قبضہ بنی اسرائیل کے اپنے بس اور بساط میں نہیں تھا۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو اللہ رب العزت سے مدد مانگنے کی ترغیب اور اقتدار نہ ملنے تک صبر کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

یہ نہیں فرماتے کہ جاؤ "شیئاً للہ یا موسیٰ کلیم اللہ" کا وظیفہ پڑھو ۔۔ فتح ہو جائیگا۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ اُمت محمدیہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ :-

(۲) " واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ - ۴۵ - ۲

یعنی صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ

(۳) " یاایھاالذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ

ان اللہ مع الصابرین - (۱۵۳ - بقرہ - ۲)

" اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے "

علاوہ ازیں قرآن مجید کے بالکل آغاز "سورہ تعلیم المسئلہ" یعنی سورہ فاتحہ میں اسلامی تعلیم وہدایت کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے کہ

(۴) " ایاک نعبد وایاک نستعین "

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں "

حنیفہ اسی طرح صلوۃ الوتر میں بھی روزانہ پڑھوایا جاتا ہے کہ

(۵) " اللّٰھم انا نستعینک "

اے اللہ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

مگر استادی دیکھئے اعلیٰ حضرت بریلوی کی کہ یہاں اللہ رب العزت سے کہہ رہے ہیں کہ " ایاک نستعین " یا انا نستعینک "، کہ ہم فقط تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ——— اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلا رہے ہیں کہ ؎

ندارم جز تو ملجائے ندارم جز تو ماوا ے
تو ئی خود سازو سامانم اغثنی یارسول اللہ

اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہاں سے ہٹ کر لوگوں کو یہ کہا جا رہا ہے کہ :-

" میں نے تو جب کبھی استعانت کی یا غوث ہی کہا "،

(ملفوظات صا۹۱ ج ۲)

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو فرمایا تھا کہ :-

(۶) اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔

یعنی جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ۔ (بخاری شریف)

(۷) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول بھی یہی تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے

" اللّٰھم اعنی " اے اللہ تو میری مدد فرما۔

قرآن کریم نے مشرکین مکہ کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

واذا غشیھم موجٌ کالظلل دعوا اللہ مخلصین

لہُ الدین (۳۲ - لقمان - ۳۱)

اور جب موجیں سائبانوں کی طرح ان مشرکوں کو گھیر لیتی ہیں تو وہ بڑے اخلاص کے ساتھ اللہ رب العزت کو پکارنے لگ جاتے ہیں۔

لیکن یہ کیفیت مشرکین مکہ کی ذکر فرمائی جا رہی ہے ——— اعلیٰ حضرت بریلوی کی نہیں، کیونکہ وہ تو اس کرب و بلا کی حالت میں بھی بدستور یہی فرماتے جا رہے ہیں کہ ؎

؎ منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی
دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا

بگرداب بلا افتاد کشتی — مدد کن یا معین الدین چشتی

اعلیٰحضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب کی اسی غلط راہنمائی کا نتیجہ ہے کہ ان کے مریدوں کو بھی یہ کہنے کی جرأت ہوگئی کہ ؎

ناموافق ہوا آکے ٹکرا گئی، — ناؤ منجدھار میں آکے چکرا گئی

ہاتھ سے میں چلا شاہ احمد رضا — میرے مشکل کشا شاہ احمد رضا

کام بگڑے سنبھل جائیں دم میں ابھی — گر کرم ہو تیرا شاہ احمد رضا

نگہ لطف ذی شان فرمائیے — مشکلیں میری آسان فرمائیے

میرے مشکل کشا شاہ احمد رضا

داستانِ الم گڑگڑا کر کہے — اپنے دکھ درد کو قیس جا کر کہے

کس سے تیرے سوا شاہ احمد رضا

———— (گلشن رضوی)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ؎

جو مانگو گے پاؤ گے لے بے نواؤ

سخاوت کا دریا ہمارا رضا ہے

———— (گلشن رضوی)

کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا — چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا

———— (گلشن رضوی)

گو اب بھی سب سنتے ہو تم — بس ہو فقط نظروں سے گم،

———— گلشن رضوی

یہ اور اس قسم کے بیسیوں دوسرے شرکیہ اشعار اس نامسعود نامبارک کتاب "گلشن رضوی" میں اب بھی موجود ہیں۔ اور یہ کتاب کتب خانہ غوثیہ رضویہ گول باغ

[illegible] بازار فیصل آباد سے اب بھی بدستور شائع ہو رہی ہے۔

ع۔ دیدہ باید و خریدہ باید

شیخ کی تعلیم۔

اب ہم مسئلہ استعانت اور استمداد کے اختتام پر شیخ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر [illegible] کی مجالس میں سے ایک مجلس نمبری ۶۱ از "الفتح الربانی" ہدیۂ ناظرین کرتے [illegible] ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں کہ :-

ان الخلق عجز، عدم، لا ھلک بایدیھم و ملک،
لا غنی بایدیھم ولا فقر، ولا ضر بایدیھم ولا نفع،
ولا ملک عندھم الا اللہ عزوجل، لا قادر غیرہ
ولا معطی ولا مانع ولا ضار ولا نافع غیرہ ولا محی
ولا ممیت غیرہ)۔

[illegible]۔ بے شک مخلوق عاجز اور عدم محض ہے، نہ ہلاکت ان کے ہاتھ میں ہے [illegible] نہ مالداری ان کے قبضہ میں ہے نہ فقر، نہ نقصان ان کے ہاتھ میں ہے [illegible] نفع، نہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے پاس کوئی ملک ہے اور نہ اس کے سوا کوئی قادر ہے [illegible] سوا کوئی دینے والا ہے اور نہ روکنے والا نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اور نہ موت۔

ع۔ وہ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

[illegible] حضرت بریلوی کی تعلیم :-

مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا، مشکل کشا، دافع البلاد

ماننے میں کس کو تامل ہو سکتا ہے وہ تو جبریل کے بھی حاجت روا ہیں۔

(ملفوظات صہ ۹۹ ج ۱)

ع. ببین تفاوت راہ از کجا تا بکجا

نداءِ لغیر اللہ

جمہور اہل السنت والجماعت کے نزدیک مافوق الاسباب حاجات میں غیر اللہ کو ثواب سمجھ کر پکارنا اور بلانا یا بطور ورد اور وظیفے کے اس کو پڑھنا یا دکرنا۔ بالاتفاق شرک ہے۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب نے اس کے برعکس جو کچھ فرمایا ہے۔ اس کی ایک جھلک آپ گذشتہ بحث "مسئلہ استعانت" میں ملاحظہ فرما آئے ہیں۔ مزید براں یہ کہ آپ دوسرے کئی مقامات پر فرماتے ہیں کہ

"کہنا یا رسول اللہ، یا ولی اللہ کا جائز ہے، اور مدد چاہنا پیغمبران اور ولی اللہ سے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یا مشکل کشا، علی وقت مصیبت کے کہنا جائز ہے"

(احکام شریعت صہ ۱۶ ج ۱)

پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"فقیر نے اس بارے میں ایک مختصر رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ" لکھا وہاں دیکھئے کہ زمانہ رسالت سے ہر

قرن و زمانہ کے آئمہ و علماء و صلحاء میں وقت مصیبت، محبوبانِ خدا کو پکارنا کیسا شائع ذائع رہا ہے۔

(احکام شریعت صہ ۱۷ ج ۱)

علاوہ ازیں، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفے اور یا جنید المدد اور طبیبا امداد کن نیز، یا جبرائیل، یا میکائیل یا اسرافیل اور یا عزرائیل کے نقش اور تعویذ تو اس طائفہ کے ہر چھوٹے بڑے کا عام مشغلہ ہے۔

آیئے اب اس کے برعکس اسلامی ہدایات و توضیحات کو بھی ایک نظر ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ

۱. اِنَّ الذین تدعون من دون اللہ عبادٌ امثالکم فادعوھم فلیستجیبوا لکم اِن کنتم صادقین۔ (۱۹۴-اعراف-۷)

بے شک جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں۔ سو اگر تم سچے ہو تو ان کو پکارو اور ان کو چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔

۲. والذین تدعون من دونہ لا یستطیعون نصرکم ولا انفسھم ینصرون۔ (۱۹۷-اعراف-۷)

اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

۳. ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابًا ولو اجتمعوا لہٗ وان یسلبھم الذباب شیئاً لا یستنقذوہ منہٗ ضعف الطالب والمطلوب۔ (۷۳-حج-۲۲)

جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے چاہے وہ سب جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان کے سامنے سے

کچھ چھین لے جائے تو وہ اُس سے چھڑا نہیں سکتے کتنا کمزور ہے طالب اور کتنا کمزور ہے مطلوب۔

۴۔ لہٗ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہٖ
لا یستجیبون لہم بشیءٍ الا کباسط کفیہ الی الماء
لیبلغ فاہٗ وما ہو ببالغہٖ وما دعاء الکافرین
الا فی ضلال ۔ (۱۳۔ رعد۔ ۱۴)

اللہ ہی کو پکارنا درست ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ انکی کچھ بھی نہیں سنتے۔ مگر اُس کی طرح جو پانی کے سامنے ہتھیلیاں پھیلائے کہ پانی اُس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر پکار بھٹکتی پھرتی ہے

۵۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہٗ
الی یوم القیامۃ وھم عن دعاءھم غافلون (۵۔ احقاف ۲۶)

اور اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے جو اُس کی پکار کو قیامت تک بھی نہ سُن سکے۔ بلکہ انہیں ان کے پکارنے کی خبر تک نہیں۔

۶۔ قرآن نے ایک مقام پر پورے اعتماد اور وثوق سے فرمایا ہے کہ
ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم۔ یعنی اگر تم غیر اللہ کو پکارو تو بھی وہ تمہاری پکار کو نہ سن سکیں گے ——— یہاں پہنچ کر اعلیٰحضرت بریلوی سے نہ رہا جاسکا ——— اُسی اعتماد اور وثوق سے فرمایا کہ
"واللہ وہ سُن لیں گے" (حدائق بخشش صـ۶۲ ج ۱)

قرآن مجید نے فرمایا کہ: ———
"ولو سمعوا ما استجابوا لکم"

یعنی اگر بالفرض وہ سن ہی لیں تو وہ تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکیں گے۔ ——— مگر اعلیٰحضرت نے اس کے جواب میں بھی اُسی ڈھٹائی سے فرمایا کہ:—
"فریاد کو پہنچیں گے" (حدائق بخشش صـ۶۲ ج ۱)
پھر کمال ہوشیاری سے اس کو ایک شرط سے مشروط کر دیا کہ: ———
"اتنا بھی تو ہو کوئی جو فریاد کرے دل سے"
پورا شعر ملاحظہ فرمائیں اور اعلیٰحضرت کی شرک پروری اور کفر نوازی کی داد دیں۔

؎ واللہ وہ سُن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو فریاد کرے دل سے
(حدائق بخشش صـ۶۲ ج ۱)

ایسے ہی اعلیٰحضرت کا ایک مرید اعلیٰحضرت بریلوی کے بارے میں کہتا ہے کہ

؎ گو اب بھی سب سنتے ہو تم بس ہو فقط نظروں سے گم
فریاد رس خلد آشیاں یا سیّدی یا مُرشدی
(گلشن رضوی صـ۸)

۷۔ ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان
فعلت فانک اذاً من الظالمین ۔ (۱۰۶۔ یونس ۱۰)

اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہ پکارنا جو تجھے نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو ظالموں میں ہو جائیگا۔

۸۔ آخر میں قرآن مجید نے بہت نیچے اتر کر ایک مطالبہ فرمایا ہے کہ کم از کم مساجد میں تو غیر اللہ کو نہ پکارو،

ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً ۔ (۱۸۔ جن ۷۲)

——— مگر اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان کی ذریت اُسی ڈھٹائی کے ساتھ مساجد میں غیراللہ کے نعرے، ورد اور وظیفے جاری رکھے ہوئے ہے جس کی قرآن مجید کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا۔

آیئے اب قرآن حکیم کے ان دلائل اور براہین کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے بیت عنکبوت کا بھی ایک نظر جائزہ لے لیں۔ فرماتے ہیں کہ

"حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد کو ایک شخص آیا اُسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا عرض کی میں کس طرح آؤں فرمایا" یا جنید یا جنید" کہتا چلا آ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید رح کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اُس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید، جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں فرمایا ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔"

(ملفوظات ص۱۰۵ ج ۱)

قارئین کرام!

۱- یہ غیراللہ کو پکارنے کی پہلی ثقہ اور مضبوط دلیل ہے کہ براہ راست خدا تک رسائی ممکن نہیں،

۲- دوسری دلیل یہ ہے کہ

مذکورالصدر تمام آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں نہ کہ پیروں، فقیروں اور پیغمبروں کے بارے میں ——— گویا اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک صرف بت ہی غیراللہ ہیں ——— باقی ساری مخلوق غیراللہ نہیں۔ ——— بلکہ عین اللہ ہے ——— معاذاللہ۔

ان کنت لا تدری فتلک مصیبت
و ان کنت تدری فالمصیبت اعظم

ندا لغیراللہ کی اس بحث کے اختتام پر ہم امام المفسرین تاج المحدثین راس الفقہا علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح کی ایک عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ:

ولا یصح الذکر باسماء الاولیا علی سبیل الوظیفہ
او السیفی تقضاء الحاجۃ کما یقرون الجہال۔

یعنی اولیاء اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھنا یا کسی مراد کے لئے سیفی پڑھنا صحیح نہیں جیسا کہ جاہل لوگ پڑھتے ہیں۔ (ارشاد الطالبین عربی)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

اگر کسے بطور وظیفہ یا محمد یا محمد گفتہ۔ باشد روا نہ باشد"

یعنی بطور وظیفہ یا محمد یا محمد پڑھنا بھی جائز نہیں۔ ارشاد الطالبین فارسی ص۲۱
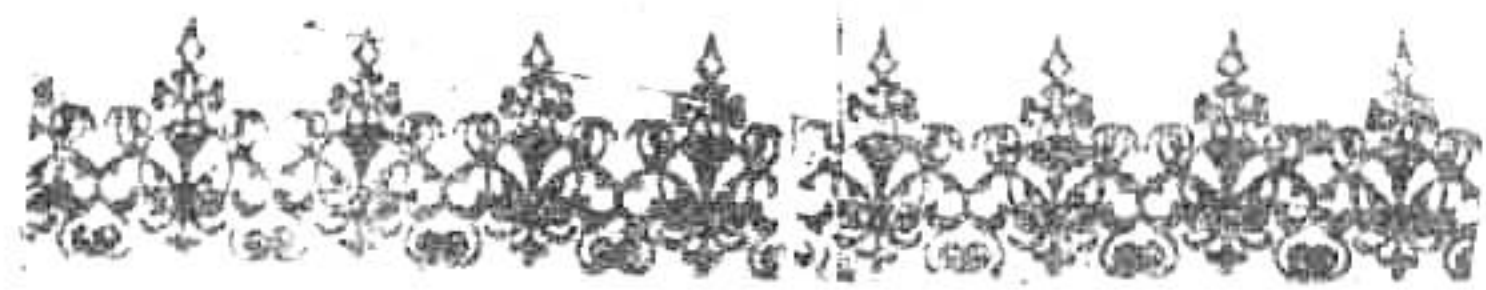
مختارِ کل

مختار کل بمعنی ہر چیز پہ، ہر قسم کا، اور ہر وقت اختیار رکھنے والا بلاشبہ صرف ایک اللہ جل مجدہٗ ہی ہے۔ اور بس ———— اس اختیار اور اقتدار میں نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی سہیم۔

چنانچہ نفع و نقصان، بیماری و تندرستی، خوشی و غمی، امیری و غریبی، فتح و شکست عزت و ذلت، ہدایت و گمراہی، موت و حیات، غرضیکہ ہر چیز فقط ایک اللہ جل [illegible] ہی کے قبضۂ قدرت اور ورطۂ اختیار میں ہے اور بس۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ ـــ

ڈوبی ناویں ترا تے یہ ہیں ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں
ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
نافع نافع دافع رافع رافع رتبے بڑھاتے یہ ہیں
دافع یعنی حافظ و حامی دافع بلا فرماتے یہ ہیں
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے مالک کل کہلاتے یہ ہیں
ماتم گھر میں ایک نظر میں شادی شادی رچاتے یہ ہیں
لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن، کون بچائے بچاتے یہ ہیں
نزعِ روح میں آسانی دیں، کلمہ یاد دلاتے یہ ہیں

———— الاستمداد علی اجیال الارتداد

آگ میں باغ لگاتے یہ ہیں قبضہ کل پہ رکھاتے یہ ہیں
کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں مالک کل کہلاتے یہ ہیں

کون بچائے بچاتے یہ ہیں، کون بنائے بناتے یہ ہیں
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں میٹھی نیند سلاتے یہ ہیں

(الاستمداد علی اجیال الارتداد صـ)

اب آپ مذکورۃ الصدر اشعار کی تشریح صاحبزادہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلوی کے تشریحی نوٹس "شرح الاستمداد" ملقب بلقب تاریخی کشفِ ضلال" میں ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں کہ :۔

۱۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا مخلوق میں کسی کا حکم نہیں۔ حضور حاکم کل ہیں"۔ صـ ۲۸

۲۔ "حضور جب کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے۔ اس کا خلاف نہیں ہوتا۔ اور حضور کے چاہے کا جہان میں کوئی پھیرنے والا نہیں یہی رنگ کن ہے۔ صـ ۲۸

۳۔ "اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب تکوین کا ہے کہ جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے کن کہا وہی ہو گیا۔

صـ ۲۸

۴۔ "خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں، ہر شئے کی کنجیاں حضور کو عطا ہوئیں۔ صـ ۳۰

۵۔ "جو نعمت تمام عالم میں کہیں ظاہر ہوتی ہے وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی عطا فرماتے ہیں کہ انہیں کے ہاتھ سب کنجیاں ہیں"

صـ ۳۰

۶۔ "جو کوئی کسی نبی یا رسول یا ولی کا متوسل ہوگا ضرور ہے کہ وہ نبی

ولی اس کی مشکلوں کے وقت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے ص۳۳

علاوہ ازیں اعلیٰحضرت بریلوی کے اس سلسلہ کے دوسرے ارشادات جو
آپ نے مختلف مقامات پر موقعہ بموقعہ ارشاد فرمائے ہیں، وہ بھی ملاحظہ ہوں تاکہ
نفس مسئلہ میں کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔ فرماتے ہیں کہ ؎

۱۔ مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
تو کو تو ہے اختیار آقا
(حدائق بخشش ص ج ۱)

۲۔ وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہی کا سب
نہیں انکی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
حدائق بخشش ص۴۸ ج

۳۔ ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر
(حدائق بخشش ص)

آخر میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے تربیت یافتہ ایک مرید باصفا اور امت بریلویہ
کے متفق علیہ مفتی اور وکیل مفتی احمد یار خاں صاحب بریلوی گجراتی کی ایک عبارت
ہدیہ ناظرین ہے جو ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کی آئینہ دار ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔
"حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں
اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے
اور قبول نہ ہو، جس کے لئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھول

دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کر دیں۔
(سلطنت المصطفیٰ ص۵۸)

انہی افکار و نظریات کا ماتم مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی مسدس میں ان الفاظ
میں فرمایا تھا کہ ؎

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مسدس حالی ص۴۶)

آیئے اس کے برعکس اب اسلامی تعلیمات و ہدایات کا بھی ایک نظر جائزہ لیں کہ
قرآن و حدیث اس سلسلہ میں ہماری کیا راہنمائی فرماتے ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

۱۔ وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة سبحن
الله وتعالى عما يشركون (۶۸ - قصص - ۲۸)

ترجمہ:۔ آپ کا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اختیار والا ہے اور کسی کا کوئی
اختیار نہیں اور اللہ بلند و برتر ہے۔ لوگوں کے شرک سے۔
تشریح۔ یہاں تمام تکوینی اور تشریعی امور کا مختار کل صرف اللہ رب العزت
ہی کو قرار دیا گیا ہے اور کسی نبی، ولی، غوث، قطب وغیرہ کی کوئی شراکت ذکر نہیں
فرمائی گئی ہے۔ اس اعتبار سے یہ آیت اعلیٰحضرت بریلوی کے پیش کردہ دین و مذہب
کی کس بری طرح جڑ کاٹ رہی ہے وہ کسی بھی ذی شعور پر مخفی نہیں۔
خصوصاً آیت کا یہ حصہ کہ "ما كان لهم الخيرة" یعنی اور کسی کا کوئی
اختیار نہیں —— خاصہ قابل توجہ فقرہ ہے۔

ع ۔ گردیدۂ عبرت نگاہ ہو

۲۔ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔ (۲۳۔ انبیاء ۔ ۲۱)

ترجمہ :۔ اللہ سے نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے، اور اُن سے پوچھا جا سکتا ہے۔

تشریح :۔ مفتی نعیم الدین مراد آبادی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اللہ رب العزت سے اس لئے نہیں پوچھا جا سکتا کیونکہ وہ مالکِ حقیقی ہے جو چاہے کرے جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے، جسے چاہے سعادت دے، جسے چاہے شقی کرے۔ وہ سب کا حاکم ہے، کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے، سب اُس کے بندے ہیں، محکوم ہیں، سب پر اس کی فرمان برداری اور اطاعت لازم ہے ―― اس سے توحید کی ایک اور دلیل مستفاد ہوتی ہے کہ جب سب مملوک ہیں تو ان میں سے کوئی خدا (خدائی اختیارات والا) کیسے ہو سکتا ہے"

(تفسیر خزائن العرفان صـ ۴۹۷)

مذکورۃ الصدر آیت کی یہ تشریح جو اعلیٰ حضرت بریلوی کے تلمیذ رشید مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے فرمائی ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے دین ومذہب کی جس بُری طرح قلعی کھول رہی ہے وہ کسی بھی سوجھ بوجھ والے آدمی پر مخفی نہیں۔

ع ۔ زلیخاں نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

۳۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین ۔ (۴۳ ۔ توبہ ۔ ۹)

ترجمہ :۔ اللہ نے آپ کو معاف کر دیا، آپ نے ان کو اجازت کیوں دی

جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو آپ معلوم نہ کر لیتے۔

تشریح :۔ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار ہو رہا ہے کہ آپ نے اُن کو پیچھے رہنے کی اجازت کیوں بخشی ؟

یہاں خصوصاً آیت کا یہ حصّہ کہ "لم اذنت لھم" "آپ نے ان کو اجازت کیوں دی" خاصہ قابلِ توجہ ہے۔ بالفرض اگر آپ مختار کل ہوتے تو کم از کم یہ ہوتا کہ آپ سے اس سلسلہ میں استفسار نہ ہوتا۔

۴۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک ۔ (۱ ۔ تحریم ۔ ۶۶)

ترجمہ :۔ اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اُسے آپ کیوں حرام کر رہے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

تشریح :۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر بعض بیویوں کی خوشنودی کے لئے اپنے اُوپر شہد کو حرام کر لیا ―― اس سلسلہ میں استفسار ہو رہا ہے کہ ایسا کیوں ہوا ؟

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد استعمال فرمایا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا ―― بالفرض اگر آپ مختار کل ہوتے تو کم از کم یہ ہوتا کہ آپ اپنی قسم سے رجوع نہ فرماتے اور نہ ہی کفارہ ادا فرماتے۔

۵۔ ما کان لنبیٍ ان یکون لہٗ اسریٰ حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ واللہ

عزیز حکیم لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم

عذاب عظیم ۔ (۶۸ ـ ۸)

ترجمہ :۔ نبی کی شایانِ شان نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین پر خون نہ بہا دیں تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے اگر اللہ کا ایک قانون پہلے سے نہ ہوتا تو جو تم نے کیا اُس کے بدلہ میں تم پر کوئی سخت سزا نازل ہوتی۔

تشریح :۔ یہ تنبیہ غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دینے پر نازل ہوئی تھی۔ بالفرض اگر آپ مختار کل ہوتے تو کم از کم یہ ہوتا کہ تنبیہ ہی نہ فرمائی جاتی ــــــ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اگر منجانب اللہ گرفت شروع ہو جاتی تو شاید آپ کے علاوہ کوئی بھی اس گرفت سے محفوظ نہ رہتا۔ کیونکہ صرف آپ ہی کی ایک رائے ایسی تھی کہ سب قیدیوں کا خون بہایا جائے

۶ ـ انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی

من يشاء وهو اعلم بالمهتدين ـ (۵۶ ـ قصص ـ ۲۸)

ترجمہ :۔ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم اسی کو ہے۔

تشریح :۔ بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہے کہ جب خواجہ ابو طالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقت اور محبت سے ابو طالب کے سامنے کلمہ توحید پیش کیا، لیکن انہوں نے ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کی ملامت کے خوف سے کلمہ نہ پڑھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انکار پر بیحد صدمہ ہوا، یہ آیت اس وقت آپکی تسلی کے لئے نازل فرمائی گئی، کہ ہدایت کا تعلق توفیق

ہے۔ اس میں آپکی مرضی اور اختیار کو دخل نہیں۔

بالفرض اگر آپ مختار کل ہوتے تو کم از کم اپنے حقیقی چچا خواجہ ابو طالب کو تو ضرور ہی دولت ایمانی سے سرفراز فرما کر دنیا سے رخصت فرماتے ــــــ مگر افسوس کہ وہ محروم ہی رخصت ہوئے۔ نہ سیّد الانبیاء جیسا بھتیجا اپنے چچا کو اس دولت سے نواز سکا اور نہ ہی سیّد الاولیاء جیسا بیٹا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے باپ کو متاع ایمانی سے سرفراز فرما سکا۔ ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اللہ رب العزت کے اختیار اور قدرت کے مقابلہ میں دونوں ہی ہستیاں بے بس اور بے اختیار کھڑی ہیں اور ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابا ہونے کے باوجود بھی دولت ایمانی سے محروم رخصت ہو گئے ہیں۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰ حضرت بریلوی بھی اس بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ ابو طالب مسلمان نہیں ہوا۔ (احکام شریعت صـــ ۳۲۲ ج ۳)

قارئین کرام !

قرآن مجید کے ان ناقابلِ تردید حقائق کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی کا فرمانا کہ :۔

ع "وہ ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے"

یہ آپ کے کسی جاہل مرید کا یہ الاپنا کہ

" حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو۔ اور جن کے لئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھول دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کر دیں" (سلطنت المصطفےٰ ص۵۵)

یہ جہاں خواجہ ابو طالب جیسے مقرب اور محسن کے ساتھ صریح مذاق کرنے کے مترادف ہے وہاں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص نیت پر بھی ایک رکیک حملہ ہے۔ ؎

بظاہر بنی ہے بدل دشمنی ہے
یہ تہذیب نو ہے نئی روشنی ہے

۷۔ ومن یرد اللہ فتنتہ فلن تملک لہ من اللہ شیئاً۔ (۴۱- مائدہ - ۵)

ترجمہ:- جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو آپ منجانب اللہ اس کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

۸۔ دوسری جگہ فرمایا گیا کہ :-

" افمن حق علیہ کلمۃ العذاب افانت تنقذ من فی النار" (۱۹- زمر- ۳۹)

ترجمہ:- کیا جس شخص کے جہنمی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے اے نبی آپ اس کو جہنم سے بچالیں گے ؟

تشریح :- مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ابولہب اور اس کے لڑکے ہیں، یعنی ان کو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہنم سے چھڑانا چاہیں تو نہیں

چھڑا سکتے۔

بریلوی مذہب کے جملہ اصاغر و اکابر سے ہمارا مودبانہ مطالبہ ہے کہ وہ اپنے عقیدۂ "مختار کل" کی کوئی ایسی تعریف فرمائیں جو کم از کم کسی کے کوئی اختیار نہ رکھنے کے باوجود بھی اس کو مختار کل بنائے رکھے

اس کے جواب میں سرخیل طائفہ مقدسہ بانی دین ومذہب بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی بولے کہ ؎

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش ص۶۶ ج ۱)

انا للہ وانا الیہ راجعون، سوال گندم اور جواب چنے۔ بحث مختار کل کی، دلائل معجزات اور شفاعت کے ؎

گر ہمیں است مکتب و ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

حضرت محترم! سورج کا پلٹنا اور چاند کا اشارے سے چاک ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور قدرت سے نہیں تھا۔ بلکہ اللہ رب العزت کے اختیار و مشیت سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دخل صرف اس قدر تھا کہ آپ اللہ رب العزت کے اس اختیار اور قدرت کا مظہر بنے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ

ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (۱۷- انفال - ۸)

ترجمہ :- اور نہیں پھینکی تھی آپ نے مٹھی خاک کی جب کہ آپ نے پھینکی تھی لیکن اللہ ہی نے پھینکی تھی۔

معجزہ اسی کو شریعت کی اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں۔ اور معجزہ جمہور اہل السنت والجماعت کے نزدیک نہ اختیاری ہوتا ہے اور نہ ہی یہ نبی کا اپنا تصرف — بلکہ دونوں چیزیں ہی منجانب اللہ ہوتی ہیں۔

شفاعت :- اور شفاعت کے مسئلہ کی بھی بعینہٖ یہی نوعیت ہے کیونکہ یہ بھی الا باذنہٖ کی شرط سے مشروط ہے۔ لہٰذا اس سفارش اور شفاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت سے تعبیر کرنا یا اس کو آپ کا اختیار اور اقتدار قرار دینا۔ ناواقفیت اور جہالت کی دلیل تو بن سکتا ہے مگر علم و فضل کی سند قطعاً قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ہمارے نقطۂ نظر سے مسئلہ مختارِ کل کی ایجاد ہی معجزات اور شفاعت کے انکار کے لئے کی گئی ہے۔

ورنہ مختار کل کو سفارش اور شفاعت سے کیا نسبت۔ کسی نے درست کہا کہ ؎

ہے احمد رضا کو سوجھتی ہر دم نئی نئی
یہ ان کا شاہکار ہے اور ان کا روزگار۔

۹- وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلماً فی السماء فتاتیھم بایۃٍ ـ

(۳۴ - انعام - ۶)

ترجمہ :- اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گذرتا ہے تو اگر آپ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر لیں تو پھر ان کو کوئی معجزہ لے آئیں۔

تشریح :- جب مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی اور من مانے معجزات کا مطالبہ کیا تو آپ نے اپنے دل میں یہ خواہش کی کہ اگر اللہ رب العزت اپنی قدرت کاملہ سے ان معجزات کو میرے ہاتھ پر ظاہر فرما دے تو کیا بعید ہے کہ وہ سب مسلمان ہو جائیں۔

لیکن معجزات چونکہ انبیاء علیہم السلام کے اپنے قبضے اور قدرت میں نہیں ہوتے بلکہ اللہ رب العزت کی اپنی مرضی اور مشیت پر موقوف ہوتے ہیں۔ اس لئے صاف فرما دیا کہ اگر آپ اپنی مرضی اور اختیار سے ان کے مطلوبہ معجزات دکھانے کی طاقت یا قدرت رکھتے ہیں تو دکھا لیں۔

مفتی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی لکھتے ہیں کہ

"مقصود ان کے ایمان کی طرف سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمید منقطع کرنا ہے تاکہ آپ کو ان کے اعراض کرنے اور ایمان نہ لانے سے رنج و تکلیف نہ ہو"

(تفسیر خزائن العرفان ص ۱۵۷)

فرمائیے حضرات متبعین بریلوی دین و مذہب! کیا حیثیت رہی آپ کے اکابر و اصاغر کی خلافِ قرآن و حدیث ان عبارات کی جن میں وہ کہتے ہیں کہ

"حضور جب کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے اُس کا خلاف نہیں ہوتا اور حضور کے چاہے کا جہان میں کوئی پھیرنے والا نہیں یہی خاص رنگ کن ہے"

(شرح استمداد ص ۲۸)

اور کیا ۲ بجکر ۱۷ منٹ پر انہیں کتابوں پر مضبوطی سے قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض قرار دیا گیا تھا ؎

ہائے! کاروانِ متاع کارواں جاتا رہا   کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

١٠. قل انی علی بینة من ربی وکذبتم به ما عندی ما تستعجلون به ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین قل لو ان عندی ما تستعجلون به لقضی الامر بینی وبینکم ، (٥٧ - انعام - ٦)

ترجمہ :- آپ فرما دیجئے کہ میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اس کو جھٹلا دیا ہے اور اب جس چیز کا تم مطالبہ کرتے ہو وہ میرے اختیار میں نہیں وہ تو صرف اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اگر وہ چیز میرے اختیار میں ہوتی جس کا تم مطالبہ کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا فیصلہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔

تشریح :- اس آیت میں بھی اس بات کا اعتراف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے پوری وضاحت کے ساتھ لیا گیا ہے کہ مختار کل صرف اللہ رب العزت ہی کی ذات والا صفات ہے۔ اور کوئی نہیں۔ لیکن ؎

دن کو دیکھے اگر نہ احمد رضا
اس میں سورج کا کونسا ہے گناہ

١١. لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون - (١٢٨ - آل عمران - ٣)

ترجمہ :- یہ بات آپ کے اختیار کی نہیں اللہ خواہ ان کی توبہ قبول کرے، خواہ ان کو عذاب دے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔

تشریح :- بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ رض، سہیل بن عمرو رض اور حارث بن ہشام رض کے لئے ان کے مسلمان ہونے سے پہلے بددعا فرمائی، مگر چونکہ یہ حضرات اللہ رب العزت کے علم میں

آئندہ چل کر مسلمان ہونے والے تھے۔ اس لئے آپ کو تنبیہ فرمائی گئی کہ آپ کو ان کے حق میں یہ اختیار نہیں کہ آپ ان کے لئے بددعا فرمائیں۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہیں تھے بالفرض اگر آپ مختار کل ہوتے تو کم از کم آپ کو اس سلسلہ میں پابند نہ فرمایا جاتا۔

١٢. ولا تصل علی احد منھم مات ولا تقم علی قبرہ (٨٤ - توبہ - ٩)

ترجمہ :- اور ان میں سے کسی کی میت پر بھی جنازہ نہ پڑھیئے اور نہ ہی کبھی ان کی قبر پر کھڑے ہو جیئے۔

تشریح :- بخاری شریف ص ٦٧٣ ج ٢، اور ترمذی شریف ص ١٣٦ ج ٢، میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کو اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ مگر حضرت عمر رض کے اس تقاضے کے باوجود آپ نے جنازہ پڑھا ہی دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آئندہ آپ کو ان کے جنازوں میں شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے کبھی کسی کی قبر پر بھی نہیں جانا۔

مفتی نعیم الدین مرادآبادی بریلوی لکھتے ہیں کہ :-

"اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی شرکت نہ فرمائی"

(تفسیر خزائن العرفان ص ٢٣٩)

کیا بریلوی دین و مذہب میں مختار کل کا یہی مفہوم ہے ؟ اگر یہی ہے۔ کہ

مطیع، فرمانبردار اور پابند مختار کل کہلاتا ہے تو ——————

چشم ماروشن و دل ما شاد

لیکن اگر کوئی اور مفہوم ہے تو دلیل بیار۔

۱۳۔ قرآن مجید نے تو یہاں تک صراحت فرمائی ہے۔

استغفر لہم اولا تستغفر لہم ان تستغفر لہم ،

سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم (۸۰۔ توبہ۔ ۹)

ترجمہ:- آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔

مگر بریلوی دین و مذہب کے شیدائی ہیں کہ الاپے جارہے ہیں۔ کہ ؎

خدا جس کو پکڑے چھڑالے محمد

محمد کے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکتا

۱۴۔ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحب الجحیم۔

(۱۱۳۔ توبہ۔ ۹)

ترجمہ:- نبی پاک کو اور دوسرے مسلمانوں کو اس بات کا اختیار نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا تک بھی کریں اگرچہ وہ مشرکین ان کے رشتہ دار ہی ہوں اس بات کے معلوم ہوجانے کے بعد کہ وہ لوگ دوزخی ہیں۔

تشریح:- مفتی نعیم الدین مراد آباد بریلوی لکھتے ہیں کہ:۔

اس آیت کے شان نزول میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ جب تک کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے

تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرما کر ممانعت فرمادی۔ بخاری کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان ص۲۴۴)

۱۵۔ لا تقم فیہ ابداً۔

(۱۰۸۔ توبہ۔ ۹)

یعنی اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا۔

مفتی نعیم الدین مراد آباد بریلوی فرماتے ہیں کہ:۔

"اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان ص۲۴۳)

۱۶۔ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقائ نفسی۔

(۱۵۔ یونس۔ ۱۰)

ترجمہ:- فرما دیجئے کہ میرے اختیار میں یہ نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن میں کوئی ترمیم کردوں،

تشریح:- یہ آیت کفار کے مطالبہ "او بدلہ" کے جواب میں نازل ہوئی تھی۔ مفتی نعیم الدین مرادآبادی بریلوی لکھتے ہیں کہ" اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" میں اس میں کوئی تغیر و تبادل یا کمی بیشی نہیں کرسکتا۔"

(خزائن العرفان ص۲۵)

"بدعت کی حرمت"

فقہاء نے بدعت کے حرام ہونے کا مسئلہ اسی آیت سے نکالا ہے اور فرمایا ہے اس میں نئی بات پیدا کرنا جب نبی معصوم کے اختیار میں نہیں ہے۔ غیر نبی اور غیر معصوم کے اختیار میں کیسے ہوسکتا ہے

علماء کرام نے جو یہ لکھا ہے کہ سنت بعض حالات میں قرآن کی ناسخ ہوجاتی ہے اس سے ان کی مراد ترمیم و تبدیل ہرگز نہیں کیونکہ یہ تو بالاتفاق حرام ہے۔

بلکہ نسخ سے ان کی مراد وہ اصطلاحی نسخ ہے جو مجمل کو تفصیل سے اور کنایہ کو تصریح سے محکم کو متشابہ سے جدا کر دے۔

باقی اگر اس کے بعد بھی کوئی سنت کسی معنیٰ میں قرآن کو منسوخ کرتی ہے تو وہ بھی رسول کی اپنی مرضی اور اختیار کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ بھی وحی الٰہی ہی ہوتی ہے

ان نسخ القرآن لایجوز عندنا الا بسنۃ ھی وحی من قبل اللہ قال اللہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی فنسخ حکم القران بالسنۃ انما ھو نسخ بوحی الا من قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حصاص صـ ج

۱۷۔ قل لا املک لنفسی نفعاً و لا ضراً الا ما شاء اللہ۔

(۱۸۸۔ اعراف۔ ۷)

ترجمہ:۔ فرما دیجئے کہ میں تو اپنی جان کے نفع، نقصان کا بھی مختار نہیں۔ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔

۱۸۔ قل انی لا املک لکم ضراً و لا رشداً۔ (۲۱۔ جن۔ ۷۲)

ترجمہ۔ فرما دیجئے کہ میں تمہارے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں۔

۱۹۔ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہٗ الا ھو وان یمسسک بخیر فھو علی کل شیء قدیر (۱۷۔ انعام۔ ۶)

ترجمہ:۔ اور اگر اللہ آپ کو کوئی دکھ پہنچائے تو اس کے دور کرنے والا بجز اس کے اور کوئی نہیں اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی، پہنچائے تو وہ ہر شے پر قادر ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

۲۰۔ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہٗ الا ھو وان یردک

بخیر فلا راد لفضلہ۔ (۱۰۷۔ یونس۔ ۱۰)

ترجمہ:۔ اور اگر اللہ رب العزت ہی آپ کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہیں تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں"

یہ اور اس قسم کی دوسری بیسیوں آیات بتا رہی ہیں کہ مختار کل صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کی ذات گرامی قدیر ہے اور کوئی نہیں۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب ہیں جو دیوانہ وار الاپے جا رہے ہیں کہ سے

میں تو مالک ہی کہونگا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(حدائق بخشش صـ ۲ ج ۱)

مسئلہ علم غیب

عالم الغیب قرآن وحدیث کے نقطۂ نظر سے فقط اللہ رب العزت ہی کی ذات بابرکات ہے۔ اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء اہل السنت والجماعت اللہ جل مجدہٗ کے علاوہ کسی کے بھی عالم الغیب ہونے کے قائل نہیں۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے ہیں کہ:

۱۔ "حضرت عزت عظمتہ، نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب۔ عرش تا فرش سب انہیں دکھایا، ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا، روز اوّل سے روز آخر تک سب ما کان وما یکون، انہیں بتایا۔ اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کے محیط ہوا۔ نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر وکبیر، ہر رطب ویابس، جو پتہ گرتا ہے— زمین کے اندھیروں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے۔ سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا۔" (انباء المصطفےٰ بحوالہ ترو اخفی صـ۱۲۷)

تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

۲۔ " شرق وغرب وسما وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا" (انباء المصطفےٰ صـ۱۲۹)

۳۔ تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ:-

" مغیبات کا مطلق علم تفصیلی، بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کے لئے ثابت ہے۔ انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً انکی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے:

(احکام شریعت صـ۲۵۵ ج ۳)

پھر تھوڑا سا اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:-

" جو نفی مطلق کرے بلاشبہ کافر ہے۔" (احکام شریعت صـ۲۵۶ ج ۳)

۴۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

" النبی ھو المطلع علی الغیب"

یعنی نبی کہتے ہی اُسے ہیں جو غیب پر مطلع ہو، (احکام شریعت

مگر آپ اس مسئلہ کی تفصیلات میں جانے سے پہلے غیب کی تعریف اس کے معنی اور ضروری تشریح ذہن نشین فرمالیں تاکہ نفس مسئلہ سمجھنے میں آسانی رہے اور مقصود تک پہنچنے میں دشواری نہ ہو،

غیب کی تعریف:- علامہ عبدالعزیز پرہاروی رح صاحب نبراس رقمطراز ہیں کہ:-

"والتحقیق ان الغیب ما غاب عن الحواس والعلم الضروری والعلم الاستدلالی"۔ (نبراس شرح شرح عقائد صـ۳۴۲)

یعنی تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس، علم ضروری اور علم استدلالی سے مخفی ہو،

۱۔ **حواس**:- حواس، حس کی جمع ہے، عربی میں حس کے معنیٰ "ما یحس بہٖ" کے ہیں۔ (یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کسی دوسری چیز کو محسوس کیا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:- (۱) حواس ظاہرہ (۲) حواس باطنہ

حواس ظاہرہ! حواس ظاہرہ پانچ ہیں: باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، لامسہ۔

حواس باطنہ:- حواس باطنہ بھی پانچ ہیں: حس مشترک، خیال، متصرفہ، واہمہ، حافظہ

(مرقات صـ۴۷)

منطقین ان حواسِ عشرہ کو مشاہدات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

حواس عشرہ کے معانی

حواس ظاہرہ مثلاً باصرہ[1] دیکھنے کی قوت، سامعہ[2] سننے کی قوت، شامہ[3] سونگھنے کی قوت، ذائقہ[4] چکھنے کی قوت، لامسہ[5] چھونے کی قوت، منطقی انکو حسیات بھی کہتے ہیں۔

حواس باطنہ مثلاً حِسِ مشترک[1]۔ صورتوں کا ادراک کرنے والی قوت، خیال[2]۔ ادراک کردہ صورتوں کا خزانہ، متصرفہ[3]۔ مذکورہ خزانہ میں تصرف کرنے والی قوت، واہمہ[4]۔ شخصی معانی کا ادراک کرنے والی قوت، حافظہ[5]۔ قوت واہمہ کے مدرکات کا خزانہ، منطقی ان پانچ حواس کو وجدانیات بھی کہتے ہیں۔

۲- علم ضروری :- علم ضروری وہی ہے جسے منطقی اپنی اصطلاح میں تصدیق بدیہی کہتے ہیں مگر علماء اصولیین نے اسے علم ضروری کے نام سے موسوم کیا ہے یعنی وہ چیز جو بدون غور و فکر کئے معلوم ہو جائے، وہ علم ضروری ہے جمہور کے نزدیک اس کی سات[7] قسمیں ہیں۔

بدیہیات[1]، حسیات[2]، وجدانیات[3]، فطریات[4]، حدسیات[5]، مجربات[6]، متواترات[7]

(۱) بدیہیات :- کا مطلب بالکل واضح ہے اس کو کبھی کبھی اولیات سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں

(۲) حسیات : حس اس ملکہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ عقل فوراً کسی چیز کا احساس کر لیتی ہے جیسے کسی کی غمی یا خوشی کا احساس۔

(۳) وجدانیات :- وجدان بھی حس ہی کا ہم معنی لفظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسیات اور وجدانیات کو کبھی کبھی مشاہدات سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں۔

(۴) فطریات :- وہ چیزیں جن کے یقین کرنے کے لیے کسی دوسرے واسطے کی ضرورت

مثلاً چار جفت ہے

(۵) حدسیات :- حدس اس ملکہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ آدمی فوراً کسی چیز کو تاڑ لیتا ہے اسی کو حدیث میں فراست سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ

" اتقوا من فراست المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔

مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(۶) مجربات }
(۷) متواترات } باعتبار معانی او مطالب دونوں ہی متعارف اور مشہور الفاظ ہیں ان میں سے کسی کی بھی تشریح کی ضرورت نہیں۔

۳- علم استدلالی :- علم استدلالی وہی ہے جسے منطقی تصدیق نظری کہتے ہیں۔ علماء اصولی نے اس کا نام علم استدلالی رکھ دیا ہے، جیسے قواعد نجوم، اشکال رمل، اصول طب، علم حساب، برقی ایجادات، ڈاکٹری آلات وغیرہ سے کسی شئے کو معلوم کرنا۔

علم غیب کی مذکورالصدر تعریف کی مزید تائید رئیس المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی فرمائی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

غیب نام چیز لیست کہ از ادراکِ حواس ظاہرہ و باطنہ غائب باشد، نہ حاضر مشاہدہ و وجدان دریافت شود، و اسباب و علامات آن نیز در نظر عقل و فکر آن در نیاید تا بداہت استدلال دریافتہ شود۔ (تفسیر عزیزی)

انہی تعریفات کے قریب قریب مفتی احمد یار خاں بریلوی گجراتی نے غیب کی تعریف فرمائی ہے۔ (جاء الحق و زہق الباطل ص۳۵)

لہٰذا اب اس جامع مانع تعریف سے بہت سے شکوک اور شبہات خود بخود زائل ہو گئے۔ مثلاً :-

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی اخبار،
یہ بھی غیب نہیں کیونکہ ان کا سرچشمہ وحی الہی ہوتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان میں علم ضروری بھی پیدا فرمایا ہوا ہوتا ہے جس کی مدد سے اُن پر حالات وواقعات خود بخود منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے خیبر کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ کل ایسے آدمی کے ہاتھ جھنڈا دیا جائیگا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔
یا قلیل کھانے پر کثیر جماعت کو دعوت دے دینا، کہ کھانا ختم نہیں ہوگا۔ یا خندق کا پتھر توڑتے وقت اس کی آگ کو دیکھ کر عراق، شام کی فتوحات کا یقین کرنا یا آتے ہوئے فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان کے مسلمان ہونے کا خیال فرما لینا یہ سب علم ضروری ہی کی برکات ہیں۔
ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد، قیاس۔ تعبیر رویا۔ غلبہ۔ قیافہ۔ فراست وغیرہ امور سب علم استدلالی کے کرشمے ہیں۔

۲۔ اس طرح اولیاء کی اخبار بھی غیب نہیں۔ اس لئے کہ انکی بنیاد علم بنی، رویا صالحہ اور الہام وغیرہ پر ہوتی ہے ——— جیسے حضرت فاروق اعظم کا یاساریۃ الجبل فرمانا۔ یا دریائے نیل کو خط لکھنا اور اس کا چل پڑنا، یا اس قسم کی دوسری اخبار اور کرامات۔ علم غیب نہیں۔

۳۔ ایسے ہی ماہرین موسمیات وحساب داں حضرات کی اخبار بھی غیب نہیں۔ کیونکہ ان کا انحصار دلائل ہندسہ پر ہوتا ہے، جیسے یہ مہینہ اتنے دنوں کا ہوگا فلاں دن سورج یا چاند کو گہن ہوگا۔ اور فلاں دن بارش ہوگی ——— اتنے سیکنڈ زلزلہ رہے گا وغیرہ وغیرہ

۴۔ اس طرح منجم و رمال کی اخبار کو بھی غیب نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ دونوں

علم استدلالی ہیں پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی پر انکا نزول ہوا تھا، مگر اب یہ علم صحیح طرح کسی کو آتا نہیں۔ لیکن اگر اس حساب سے کسی چیز کو معلوم کر لیا جائے تو ممکن ہے مگر وہ علم غیب نہیں۔

۵۔ نیز اسی جامع قاعدے کی رو سے کاہن وغیرہ کی خبر بھی نکل گئی وہ بھی غیب نہیں کیونکہ اس کا مدار بھی عموماً شیاطین کی غلط سلط اطلاعات پر ہوتا ہے جس کی مذمت بھی حدیث میں آئی ہے۔

۶۔ اس طرح موجودہ ڈاکٹری آلات، برقی ایجادات اور سائنسی تجربات کے ذریعہ معلوم ہونے والی اخبار کی نسبت بھی غیب نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ بھی اس جامع قاعدے سے کسی طرح خارج نہیں۔ مثلاً ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، وائرلس، راڈار، کمپیوٹر، کیلکولیٹر وغیرہ کی خبر یا ڈاکٹری آلات مثلاً ایکسرے، سکرین، تھرمامیٹر، اسٹیتھوسکوپ، بلڈ پریشر اپریٹس، مائکروسکوپ، یا ای۔سی جی وغیرہ آلات و اوزار، کے ذریعہ بچہ، بچی، گرمی۔ سردی، بیماری، تندرستی یا دیگر اندرونی حالات معلوم کر لینا بھی علم غیب نہیں۔

۷۔ اسی طرح سائنس وغیرہ کے ذریعہ بھی کسی چیز کو معلوم کر لینا ہرگز غیب نہیں ہے۔

تجزیہ اور تنقیح

علم غیب کی اس صحیح اور مسلم عند المحققین تعریف کی رو سے عالم الغیب کا یہ امتیازی وصف اگر کسی پر صادق آتا ہے تو وہ صرف ایک ذات جل مجدہٗ کی ہے اور بس کیونکہ وہی ایک ذات والاصفات، ایسی ہے جو ان تمام علائق، وسائط اور وسائل سے بالا اور بلند ہے جو علم غیب کی تعریف میں ذکر کئے گئے ہیں۔
الغرض اللہ جل مجدہٗ نہ حواس کا محتاج ہے اور نہ علم ضروری اور علم استدلالی کا ———

بلکہ وہ بدوں ان تمام ذرائع کے ذرہ، ذرہ، پتہ پتہ، اور قطرہ قطرہ سے بالکل اسی طرح واقف اور آگاہ ہے جس طرح وہ اپنی مخلوق کی کسی بڑی سے بڑی چیز سے آگاہ ہے۔

بر علم یک ذرہ پوشیدہ نیست
کہ پیدا و پنہاں بنزدش یکیست

اسی کو قرآن مجید میں ایک جگہ یوں تعبیر فرمایا گیا ہے۔ کہ

۱- "وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمها الا ھو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃٍ الا یعلمها ولا حبۃٍ فی ظلمٰت الارض ولا رطبٍ ولا یابسٍ الا فی کتٰب مبین" (۵۹-انعام-۶)

ترجمہ:- اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں کوئی بھی اس کے سوا اور وہ جانتا ہے جو کچھ ہے خشکی اور تری میں نہیں گرتا کوئی پتہ مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ ہے زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہی کوئی تر چیز ہے اور نہ خشک، مگر وہ اللہ کے علم میں موجود ہے۔

تشریح:- مذکور الصدر آیت کی تشریح امام الموحدین قدوۃ العارفین حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں فرماتے ہیں کہ۔

"جس طرح اللہ رب العزت نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں۔ جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو، اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں، جیسے جب کچھ دیکھنے کو جی چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی جس چیز کا

مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا، نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا، سو گویا ان چیزوں کے دریافت کرنے کو یہ کنجیاں ان کو دی ہیں ——— جیسے جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے، جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں۔

سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے معلوم کر لے یہ صرف اللہ رب العزت ہی کی شان ہے۔

کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام و امام زادے کو، بھوت و پری کو، اللہ رب العزت نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ وہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں، البتہ اللہ رب العزت اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دے دیتا ہے مگر وہ بھی اپنے ارادہ کے موافق نہ انکی خواہش پر۔"

(ملخصاً تقویۃ الایمان ص۱۳)

۲- دوسری جگہ فرمایا گیا کہ:-

"وللہ غیب السمٰوٰت والارض والیہ یرجع الامر کلہٗ فاعبدہٗ وتوکل علیہ وما ربک بغافلٍ عما تعملون" (۱۲۳-ہود-۱۱)

اور اللہ ہی کے لئے غیب آسمانوں اور زمینوں کا اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں سب کام، پس اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھئے اور آپ کا پروردگار اس سے بے خبر نہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔

۳- اسی کی مثل ایک اور جگہ فرمایا۔

"وللہ غیب السمٰوٰت والارض وما امر الساعۃ الا کلمح البصر

اوھو اقرب ان اللّٰہ علی کل شئی قدیر۔

اور اللہ ہی کے پاس ہے غیب آسمانوں اور زمینوں کا اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا مگر جیسے جھپکنا آنکھ کا یا اس سے بھی زیادہ جلدی بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۷۷ - نحل - ۱۶)

مذکورالصدر دونوں آیتوں میں (لِلّٰہِ) کی ترکیب بتا رہی ہے کہ علم غیب صرف ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ وجل مجدہٗ ہی کی ذات کا خاصہ ہے اور بس ——— دوسرا کوئی کسی طرح اور کسی وقت اُس کا شریک نہیں۔

تفسیر روح المعانی میں ہے :-

" للّٰہ تعالیٰ خاصۃً لا لاحدٍ غیرہٖ استقلالاً و لا اشتراکاً ،

اور - تفسیر کبیر میں ہے۔

" للّٰہ یفید الحصر معناہ ان العلم بھذہ الغیوب لیس الا للّٰہ)

تائید مزید :- مذکورالصدر تفسیر کی مزید تائید زبان فیض ترجمان سے بھی کروائی جا رہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

۳۔ " فقل انما الغیب للّٰہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔

(۲۰ - یونس --- ۱۰)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیں کہ غیب کا علم تو فقط اللہ رب العزت ہی کو ہے سو انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

یہاں بھی اختصاص اور حصر کے معنیٰ کی طرف اشارہ فرمانے کے لئے لفظ " انما " اور " للّٰہ " کا لام پوری صراحت کے ساتھ لائے ہیں تاکہ ذرہ

برابر بھی شبہ نہ رہ جائے۔

عالم الغیب کی اصطلاح :-

قرآن مجید میں عالم الغیب کی اصطلاح کا استعمال صرف ایک اللہ رب العزت ہی کے لئے فرمایا گیا ہے۔ ذات باری تعالیٰ جل مجدہٗ کے سوا کسی بھی دوسری ہستی کو عالم الغیب تسلیم نہیں کیا گیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ ان اللّٰہ عالم غیب السمٰوات والارض انہٗ علیم بذات الصدور۔

(۳۸ - فاطر --- ۳۵)

ترجمہ :- بے شک اللہ جانتا ہے غیب آسمانوں اور زمینوں کے ، بیشک وہ جانتا ہے بھید سینوں کے۔

۲۔ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً۔

(۲۶ -- جن --- ۷۲)

" وہ عالم الغیب ہے ، نہیں آگاہ کرتا اپنے غیب پر کسی کو۔"

۳۔ قل بلی وربی لتاتینکم علم الغیب لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوات ولا فی الارض ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتٰب مبین (۳ --- سباء --- ۳۴)

کہہ دیجئے کہ عالم الغیب کی قسم قیامت ضرور آئیگی ، نہیں پوشیدہ رہ سکتا اس سے ذرہ بھی نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور کوئی چھوٹی۔ بڑی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں۔

۴۔ ان اللّٰہ یعلم غیب السمٰوات والارض واللّٰہ بصیر بما تعملون۔

(۱۸ - حجرات - ۴۹)

بلاشک اللہ جانتا ہے غیب آسمانوں اور زمینوں کے اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

۵- عالم الغیب والشہادۃ وھو الحکیم الخبیر۔ ۷۳-انعام-۶) ترجمہ واضح ہے۔

۶- ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ ۹۴- توبہ-۹) " " "

۷- وستردون الی عالم الغیب والشہادۃ ۱۰۵-توبہ-۹) " " "

۸- عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ ۹- رعد ۱۳ " "

۹- عالم الغیب والشہادۃ تعالی اللہ عما یشرکون ۹۲-مومنون-۲۳ " "

۱۰- ذالک عالم الغیب والشہادۃ العزیز الرحیم - ۶-سجدہ-۳۲ " "

۱۱- عالم الغیب والشہادۃ انت تحکم بین عبادک - ۴۶-زمر-۳۹ " "

۱۲- عالم الغیب والشہادۃ ھو الرحمٰن الرحیم ۲۲-حشر ۵۹ " "

۱۳- ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون - ۸ جمعہ ۶۲

۱۴- عالم الغیب والشہادۃ العزیز الحکیم - ۱۸-تغابن-۶۴ " "

مذکورالصدر آیات میں کتنی صراحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ رب العزت ہی کی ذات گرامی قدر ہے اور کوئی نہیں۔

نیز اسی کا علم سب سے بالا اور اعلیٰ ہے اور کامل اور محیط بھی ——— وہی ہمہ دان، ہمہ بین اور ہمہ توان ہے۔

مذاہب شرکیہ اور ادیان جاہلی کو سب سے زیادہ ٹھوکر حق تعالیٰ کی صفت علم غیب ہی کے سمجھنے میں لگی ہے اسی لئے قرآن مجید بار بار اس عقیدہ کو صاف کرتا ہے اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ :-

مفتی احمد یار خاں بریلوی رقمطراز ہیں کہ جس طرح عالم الغیب خدا تعالیٰ کی

صفت ہے بالکل اسی طرح "عالم الشہادہ" بھی اسی کی صفت ہے۔ لہذا اگر غیر اللہ کو عالم الغیب کہنا شرک ہے تو پھر غیر اللہ کو عالم الشہادۃ" کہنا بھی شرک ہوا۔ حالانکہ عالم الشہادۃ سب ہی ہیں۔ (ملخصاً جاء الحق ص۱۲۵)

جواب :- ہمارے خیال میں اس سے بڑھ کر اور کوئی حماقت نہیں ہو سکتی، یہ اعتراض جہالت کی بالکل آخری شکل ہے۔

محترم خانصاحب! اللہ رب العزت نے ظاہر و باہر چیزوں کے جاننے کی کسی سے بھی نفی نہیں فرمائی اور نہ ہی کہیں یوں فرمایا ہے کہ کوئی عالم الشہادۃ نہیں ہے بخلاف مخفی اور پوشیدہ چیزوں کے کہ انکے جاننے کی ہر ایک سے نفی فرمائی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ کوئی ——— عالم الغیب نہیں ہے ملاحظہ ہو:

۱- قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ- (۶۵-نمل-۲۷)

کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

۲- قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب- (۵۰-انعام-۶)

حضور! آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں اور نہ ہی میں غیب جاننے والا ہوں۔

۳- ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب (۳۱-ہود-۱۱)

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نہیں دعویٰ کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب دان ہوں۔

مفتی احمد یار خاں بریلوی اور ان کے اصاغر و اکابر سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ ایک آیت بھی ایسی دکھا دیں جس میں " لا یعلم من فی السموات والارض الشہادۃ الا اللہ" مذکور ہو ——— یا - للہ الشہادہ ——— اور — انما الشہادۃ للہ — وغیرہ ترکیبات ہوں - مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

البتہ اس کے برعکس قرآن مجید ہیں :—

"لہٗ غیب السموات والارض۔ (۲۶-کہف-۱۸)

اور — انما الغیب للّٰہ۔ ۲۰—۱۰ — اور —

لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ، ۶۵-نمل-۲۷)

نیز — للّٰہ غیب السموات والارض۔ ۷۷-نحل-۱۶)

ایسی بیشمار ترکیبات ہم دکھاتے ہیں۔

علّام الغیوب

علاوہ ازیں اللہ رب العزت صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ علام الغیوب ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :—

۱۔ الم یعلموا ان اللّٰہ یعلم سرھم ونجواھم وان اللّٰہ علام الغیوب۔ (۷۸-توبہ-۹)

کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے ان کے ظاہر اور باطن کو اور اللہ ہے علام الغیوب،

۲۔ قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب (۱۰۹-مائدہ-۵)

انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے ہمیں علم نہیں بیشک آپ ہی علام الغیوب ہیں۔

۳۔ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب۔ (۱۱۶-مائدہ-۵)

اے اللہ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے تو ہے علام الغیوب۔

۴۔ قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب۔ (۴۸-سبا-۳۴)

ترجمہ :— فرمادیجئے بیشک میرا رب ہی القاء کرتا ہے حق بات وہی ہے۔ علام الغیوب۔

قارئین غور فرمائیے کہ مذکورالصدر آیات میں کتنی صراحت کے ساتھ اللہ رب العزت کو علام الغیوب کے منفرد اور ممتاز لقب کے ساتھ ملقب فرمایا گیا ہے۔

بالفرض اگر یہ لقب اس ذات بابرکات کا منفرد اور ممتاز وصف نہ ہوتا تو پھر اس کے اس قدر اہتمام کے ساتھ ذکر کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

علم غیب عطائی کی غلط اصطلاح

مذکورالصدر دلائل وبراہین پڑھ لینے اور سمجھ لینے کے بعد اب بھی اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب کا یہ فرمانا کہ :—

۱۔ "البتہ مطلقاً علم غیب دینے کا منکر کافر ہے کہ وہ سرے ہی سے نبوت کا منکر ہے نبوت کہتے ہی ہیں علم غیب دینے کو،" (ملفوظات ص۲۵۴ ج ۳)

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے کفش بردار ہیں علوم غیب دیتا ہے۔ (ملفوظات ص۱۴۳ ج ۲)

۳۔ ہم اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا" (ملفوظات ص۴۲ ج ۱)

۴۔ مشرق ومغرب وسماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا" (انباء المصطفیٰ ص۱۲۹)

۵۔ مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے

ثابت ہے انبیاء سے اسکی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے۔

(احکام شریعت صہ ۲۵۵ ج ۳)

یہ اور اس قسم کی دوسری عبارات کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دیگر انبیاء و اولیاء کو علم غیب کی یہ خاص صفت عطا فرمادی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کو بغیر وحی، کشف اور الہام وغیرہ کے خود بخود اپنے ارادے سے غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ ان کے اپنے اختیار کی بات ہے۔

یہ عقیدہ بلاشبہ ایسا ہی مشرکانہ عقیدہ ہے جیسا کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دیگر انبیاء و اولیاء کو الوہیت کا درجہ عطا فرما دیا ہے یا ربوبیت، خالقیت اور رازقیت کی صفت ان کو دیدی ہے۔ لہذا اب وہ اللہ رب العزت کی عطا سے الہ و معبود اور خالق و رازق یا رب العالمین ہو گئے ہیں

العیاذ باللہ

اگر کوئی شخص توحید کے بارے میں قرآن پاک کی ہدایت و تعلیم سے بالکل ہی جاہل نہیں ہے تو اس کو اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ عقیدہ قطعاً مشرکانہ عقیدہ ہے لہذا اگر اس میں شبہ نہیں تو پھر اس میں بھی شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ علم غیب عطائی کا دعویدار بھی بلاشبہ مشرک ہے ؎

قل ھو اللہ احد کے راز کو کیا سمجھا ہے تو
جب خدا کے خاص بندوں کو خدا سمجھا ہے تو

دوسری بات:۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام اللہ رب العزت کی عطا سے غیب داں ہیں، تو پھر اولیاء کرام کو انبیاء کی عطا سے غیب دان قرار دینا چاہیئے اور اس سلسلہ کو امت کے آخری فرد تک لے جانا چاہیئے۔

جیسے اعلیٰ حضرت بریلوی خود فرماتے ہیں کہ:۔ ——

"حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں"

(ملفوظات صہ ۴۲ ج ۱)

مگر اس صورت میں امتیاز کسی کا بھی نہیں رہیگا، بلکہ ساری دنیا ہی غیب دان قرار پا جائیگی۔ فرق رہے گا تو صرف اتنا رہے گا کہ کوئی بڑا غیب دان اور اور کوئی چھوٹا۔

تیسری بات تیسری بات یہ ہے کہ اگر مذکورۃ الصدر شخصیات عطائی طور پر غیب دانی ہیں تو پھر قرآن مجید میں غیر اللہ سے بار بار کی غیب دانی کی نفی فرمائی جا رہی ہے؟ بالفرض اگر آپ فرمائیں کہ اس سے مراد علم غیب ذاتی ہے۔ تو یہ ویسے ہی درست نہیں، کیونکہ ذاتی علم تو کسی کے لئے بھی ثابت نہیں —— اس کی نفی کے کیا معنیٰ؟

ع۔ سوال گندم اور جواب چنے

لفظ نبی کے معنیٰ مسئلہ علم غیب کے اثبات کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی کو سب سے زیادہ اصرار اس بات پر ہے کہ لفظ نبی کے معنیٰ ہی غیب دان کے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔ ——

۱۔ "مطلقاً" علم غیب دینے کا منکر کافر ہے کہ وہ سرے ہی سے نبوت کا منکر ہے۔ نبوت کہتے ہی ہیں علم غیب دینے کو۔ (ملفوظات صہ ۳۵۴)

۲۔ "النبی ھو المطلع علی الغیب" یعنی نبی کہتے ہی اسے ہیں جو غیب پر مطلع ہو۔

(احکام شریعت صہ ۲۵۵ ج ۳)

۳۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنے ترجمۃ القرآن مسمیٰ بہ کنزالایمان میں ۱۸ اٹھارہ جگہ لفظ نبی کا ترجمہ، غیب بتانے والا، بلکہ پڑھے غیب کی

خبریں دینے والا، کیا ہے۔

۴۔ مفتی نعیم الدین مرادآبادی بریلوی نے حاشیہ کنزالایمان میں لکھا ہے کہ:۔

"نبی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے غیب کی خبریں دینے والے کیا ہے اور یہ نہایت ہی صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نباءٌ خبر کو کہتے ہیں۔ (خزائن العرفان صـ ۲۰۲)

حقیقت واقعی

حالانکہ حقیقت واقعی یہ ہے کہ اصطلاحی نبی کے معنیٰ غیب کی خبریں دینے والے کے نہیں اور نہ ہی اصطلاحی نبی نباءٌ سے ماخوذ ہے۔

بلکہ اصطلاحی نبی "نبوۃٌ یا نباوۃ" سے ماخوذ ہے اور اس کے معنیٰ رفیع القدر اور عظیم المنزلت کے ہیں۔ مشہور امام فن مفسر قرآن علامہ حسین بن محمد اصفہانی اپنی معرکۃ الآرا کتاب "مفردات فی غریب القرآن" میں فرماتے ہیں کہ

۱۔ النبی من النبوۃ ای الرفعۃ وسمی نبیاً لرفعۃ محلہ عن سائر الناس المدلول علیہ قولہ تعالیٰ ورفعناہ مکاناً علیاً فالنبی بغیر الہمز ابلغ من النبیٔ بالہمز لانہ لیس کل منبأ رفیع القدر والمحل۔ (صـ ۵۰۰)

یعنی لفظ نبی نبوۃ سے مشتق ہے جس کے معنی رفعت اور بلندی کے ہیں نبی کو اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے اعلیٰ اور ارفع ہوتا ہے۔ لفظ نبی بلا ہمزہ زیادہ بلیغ ہے بنسبت بالہمزہ کے کیونکہ بالہمزہ کے معنی خبر دینے والے ہوتے ہیں اور یہ صحیح ہے کہ ہر خبر دینے والا رفیع القدر اور عظیم المرتبہ نہیں ہوتا لہٰذا نبی بغیر ہمزہ کہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بھی وضاحت ہو جائے کہ ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا۔

۲۔ لغت کے دوسرے معروف امام مرتضیٰ زبیدی اپنی کتاب "تاج العروس" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"النبی من النبوۃ والنباوۃ وھی الارتفاع ای انہ اشرف علی سائر الخلق"، صـ ۱۲۲ ج ۱ باب ن و م

یعنی نبی نبوۃ یا نباوۃ بمعنی بلندی سے مشتق ہے گویا ساری مخلوق سے اشرف، ائمہ کرام نے اپنی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی پیش فرمائی ہے تاکہ اتمام حجت میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہ جائے اور مسئلہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔

مستدرک حاکم میں ہے۔

عن ابی الاسود عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اعرابیاً قال یا نبیٔ اللہ (بالہمزہ) قال فذکرلست بنبیٔ اللہ (بالہمزہ) ولکن نبی اللہ (بغیر الہمزہ)

(کنزالعمال صـ ۱۱۲ ج ۶ حدیث نمبر ۱۷۷۴)

ترجمہ:۔ یعنی ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اے غیب داں کہہ کر پکارا تو آپ نے فرمایا کہ میں غیب دان نہیں ہوں بلکہ میں تو رفیع القدر اور عظیم المنزلت ہوں۔

۲۔ اسی حدیث کو ابن عمرؓ کے حوالہ سے صاحب منتخب کنزالعمال نے مسند احمد صـ ۳۰۹ ج ۴ میں بھی ذکر فرمایا ہے،

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح اور علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔

۳۔ مرتضیٰ زبیدی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

اخرجہ الحاکم فی المستدرک عن الابی الاسود عن ابی ذرؓ

وقال انہ صحیح علی شرط الشیخین"

(تاج العروس ص۱۲۲ ج ۱)

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مذکور الصدر حدیث میں اعرابی موصوف کا منشاء آپکی اہانت بالنام۔ کہانت تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنکیر فرما کر غیب دانی اور کہانت کے الزام سے

۱- بریت کا اعلان فرما دیا:-

لما رأی ان الرجل خاطبہ بالھمز لیغض منہ (مفردات القرآن ص۵۰۵)

۲- اور یہی تعبیر علامہ الوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے آیت واذکر فی الکتاب موسیٰ کے تحت ذکر فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ مریم

"وبہ استدل الزرکشی ان المختار فی النبی ترک الھمزۃ مطلقاً۔ انتہیٰ"

یعنی اسی بناء پر علامہ زرکشی نے لفظ نبی کو بلا ہمزہ پڑھنا مختار قرار دیا ہے۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب اسی پر مصر ہیں کہ

۱- "النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب، النبوۃ ماخوذۃ من النباء بمعنی الخبر۔ (ملفوظات ص۲۵۴ ج ۳)

۲- النبی ھو المطلع علی الغیب، (احکام شریعت ص۲۵۵ ج ۳)

۳- نبوت کہتے ہی علم غیب دینے کو ہیں (ملفوظات ص۲۵۴)

۴- نبی مشتق ہی نباء بمعنی خبر سے ہے (خزائن العرفان ص۲)

قارئین کرام!

ہمیں شبہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت کا سلسلہ نسب کہیں اس بے ادب اور گستاخ اعرابی سے نہ ملتا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ حضرت

کی طرح نبی با لہمزہ کہنے پر ہی مصر تھا۔

۱- قرآن مجید میں نبی بلا ہمزہ آیا ہے۔

۲- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نبی بلا ہمزہ فرمایا ہے۔

۳- اہل لغت نے فالنبی بغیر الھمز ابلغ من النبیء بالھمز کہا ہے۔

۴- مشہور امام نحو سیبویہ نے "الھمز فی النبی لغۃ ردیئۃ" یعنی نبی کو ہمزہ کے ساتھ پڑھنا ردی لغت قرار دیا ہے ــــــ جب کہ قرآن لغتِ جید اور فصیح ہے۔

۵- جوہری نے اپنی صحاح میں نبی کو فعیل بمعنی مفعول نہ کہ بمعنی فاعل فرما کر ہماری تائید فرمائی ہے، (الصحاح جوہری)

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے جا رہے ہیں کہ ؎

جو مجھے کہنا ہے اُس سے باز آ سکتا نہیں
میں کسی بُرہان کو خاطر میں لا سکتا نہیں

دوسری بات:-

دوسری بات یہ ہے کہ لفظ نبی قرآن مجید میں ۴۳ مرتبہ آیا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی نے ۱۸ مقامات پر نبی کا معنی غیب کی خبریں دینے والا کیا ہے مگر بقایا ۲۵ مقامات پر یہ معنی نہیں کئے گئے اس کی کیا وجہ ہے۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

تیسری بات:-

تیسری بات یہ ہے کہ لفظ نبی کے معنیٰ غیب دان کرنا جہاں بہت بڑی بے ادبی و گستاخی ہے۔ وہاں اس معنیٰ کے ذریعہ اجراء نبوت کا دروازہ بھی کھولنا ہے کیونکہ بقول اعلیٰ حضرت بریلوی علوم غیب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کو بھی دیئے تو وہ جملہ علوم یافتہ حضرات گویا نبوت یافتہ ہی ہوئے، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے

نزدیک نبی کہتے ہی مطلع الغیب کو ہیں۔

ہمارا دعوئی ہے کہ غلام احمد قادیانی نے ظلی، بروزی اور غیر مستقل نبوت کی گنجائش، اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کی انہی عبارات سے پاکر نبوت کا دعویٰ کیا تھا

ع۔ یہ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

انبیاء علیہم السلام کی غیب دانی کے دعوے سے برات

قرآن شاہد ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی نے اپنے اپنے وقت اپنے اپنے انداز سے غیب دانی کے اس غلط عقیدہ کی بھرپور اور مؤثر تردید ملاحظہ ہو، — مشتے نمونہ از خروارے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام :۔

حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ۔

وَلقد عہدنا الی ادم من قبل فنسی ولم نجدلہٗ عزماً۔

(۱۱۵ - طٰہٰ — ۲۰)

اور ہم نے عہد لیا تھا آدم سے اس سے پہلے مگر وہ بھول گیا اور نہ پایا ہم نے اس کا ارادہ پکا، پھر دوسری جگہ "ربنا ظلمنا انفسنا" "اے رب! ظلم کیا ہم نے اپنے آپ پر" کہہ کر آپ کا اعتراف اور اقرار فرمانا غیب دانی سے اعلان برات نہیں تو اور کیا ہے۔ نیز یاد رہے کہ نسیان اور غیب دانی دو متضاد ہیں ان دونوں کا بیک وقت کسی ایک ذات میں جمع ہونا ممکن نہیں۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام

اور حضرت نوح علیہ السلام تو ببانگ دہل اعلان فرما رہے ہیں کہ

"وَلا اعلم الغیب" (۳۱ — ہود — ۱۱)

یعنی میں غیب نہیں جانتا۔

اور دوسری جگہ فرمایا کہ :۔

رب انی اعوذ بک ان اسئلک ما لیس لی بہ علم —

(۴۷ — ہود — ۱۱)

یعنی میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ سوال کروں آپ سے وہ بات جس کا مجھے علم نہیں، حضرت نوح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "جس کا مجھے علم نہیں" دعویٰ علم غیب کو پاش پاش کر رہا ہے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

قرآن شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک طویل عرصہ تک لاعلمی میں اپنے باپ کیلئے استغفار فرماتے رہے مگر

فلما تبین لہٗ انہٗ عدو للہ تبرا منہ —

(۱۱۴ — توبہ — ۹)

یعنی جب پتہ چلا کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے پھر اس سے برات ظاہر فرمائی۔

(۲) اسی طرح آپ کا لاعلمی میں فرشتوں کے لئے گوشت بھون کر لانا اور ان کا نہ کھانا جب آپ کے لئے خاصی پریشانی کا باعث بنا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ پریشان نہ ہوں ہم تو فرشتے ہیں، یہاں پہنچ کر قرآن کہتا ہے کہ :۔

فلما ذھب عن ابراھیم الروع (۷۴ — ہود — ۱۱)

یعنی جب حضرت ابراہیم کی پریشانی دور ہوئی

(۳) یا آپ کا اللہ کے حکم کی تعمیل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو

ذبح کرنا۔ (۱۰۴ ــ صٰفّٰت ــ ۳۷)

اگر یہ سب کچھ اس علم کے ساتھ تھا کہ بیٹا ذبح نہیں ہوگا ، اور مہمان فرشتے ہیں
علاوہ ازیں وہ کھانا بھی نہیں کھائیں گے اور باپ مسلمان نہیں ہوگا اور اس کے لئے
استغفار کرنا درست نہیں ہے۔ تو پھر یہ غیب دانی نہیں بلکہ جدید اصطلاح میں ڈرامہ
اسٹیج کرنا ہے، العیاذ باللہ۔

۴۔ حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادے ہیں ان کی قوم
اغلام بازی کی مرض میں مبتلا تھی یہ انکی اس سرشت بد سے بیحد بیزار تھے
آخر اللہ رب العزت نے انکی ہلاکی کے لئے چند فرشتوں کو انسانی صورت میں بھیجا قوم
کے بدمعاش ان کو عام انسان سمجھ کر ان پر ٹوٹ پڑے چونکہ یہ فرشتے براہ راست حضرت
لوط علیہ السلام کے مہمان ہوتے تھے اس لئے آپ کو قوم کی اس حرکت پر بڑی شرمندگی
ہوئی اور آپ بہت گھبرائے بلکہ پٹپٹائے ــ تب اُن فرشتوں نے انکشاف کیا کہ
آپ گھبرائیں نہیں ہم تو فرشتے ہیں۔ (از آیت نمبر ۷۷ تا ۸۱ ــ ہود ــ ۱۱)
بالفرض اگر آپ کو سب کچھ پہلے ہی سے معلوم تھا تو پھر اس تکلف اور تصنع بازی
کی کیا ضرورت تھی۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو مکا مار کر ہلاک کر دینے کے بعد
"ھذا من عمل الشیطان" (۱۵ ــ قصص ــ ۲۸)
یعنی یہ تو نامناسب کام ہوگیا ـــــ کہکر افسوس فرمانا ـــ

یا حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا۔
(۹۴ ــ طٰہٰ ــ ۲۰)
پھر حقیقتِ حال واضح ہو جانے کے بعد "رب اغفرلی"
(۱۵۱ ــ اعراف ــ ۷)
مولا مجھے معاف فرما دے ، سے معذرت چاہنا ـــــ
اور حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ باوجود وعدہ کے بات بات پر گرفت فرمانا
بالآخر دونوں بزرگوں میں جدائی کا ہوجانا۔ (۷۸ ــ کہف ــ ۱۸)
ایسے دوسرے کئی حقائق اگر عدم علم غیب کی دلیل نہیں تو اور کیا ہیں۔

۶۔ حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۰ بیٹوں کا آپ کے ساتھ فریب کرنا ، اور آپ
کے روبرو جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا ، حضرت یوسف علیہ السلام کو
گم کرنا ، اور ان کا چاہ کنعان کے بعد مصر میں فروخت ہونا۔ ادھر ان کا
حضرت یوسف کی جدائی میں رو رو کر آنکھیں سفید کر لینا ، کیا یہ سب ،
غیب دانی ہی کے کرشمے ہیں۔ (۸۴ ــ یوسف ــ ۱۲)

۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہُدہُد کو ڈھونڈنا اور اس کا کچھ دیر بعد خدمت
میں حاضر ہو کر "احطت بمالم تحط بہ" (۲۲ ــ نمل ــ ۲۷)
میں نے معلوم کی وہ بات جو ابھی تک آپ کو معلوم نہیں ، کہنا اور آپ کا
"سننظر اصدقت ام کنت من الکذبین" (۲۷ ــ نمل ــ ۲۷)

یعنی ہم تحقیق کریں گے کہ تو نے سچ کہا یا تو ہے جھوٹا ــــ فرمانا ــــ یہ سب غیب جاننے کے دلائل ہیں ؟

۸۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بیان :۔

" تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب "

(۱۱۶ ــ مائدہ ــ ۵)

"تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے تو تو ہے علام الغیوب" آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں۔

۹۔ سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اب بیان پڑھیے سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ فرماتے ہیں کہ

ولا اعلم الغیب " (۵۰ ـ انعام ـ ۶) اور میں غیب نہیں جانتا۔

دوسری جگہ فرمایا کہ :۔

" ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر (۱۸۸ ـ اعراف ـ ۷)

یعنی اگر میں غیب دان ہوتا تو بہت سی دولت جمع کر لیتا۔

اور بخاری شریف میں آتا ہے کہ " اقول کما قال العبد الصالح " یعنی میں بھی قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا۔ جس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا ص ۶۲۳ ج ۱

اور حضرت عیسٰی کا بیان آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

یہ سب بیانات اگر اس مکروہ اور ناپاک عقیدے کے منافی نہیں تو اور کیا ہے ؟

۱۰۔ جملہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا بیان

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب ، (۱۰۹ ــ مائدہ ــ ۵)

جس دن اللہ جمع کرے گا سب رسولوں کو پھر فرمائیگا تمہیں کیا جواب دیا گیا تو وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں تو ہی تو ہے علام الغیوب۔

تلک عشرۃ کاملۃ ۔

مذکورالصدر دس قرآنی شہادتوں کے بعد فرمایئے کہ اعلیٰ حضرت کے مزاج عالیہ کی تعلی کچھ کم ہوتی ہے کہ نہیں ؟ اگر ہوتی ہے تو بہتر، چشم ما روشن دل ماشاد، ورنہ پھر اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کا ایک شعر نذر ہے ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

(حدائق بخشش ص ۴۲ ج ۱)

اطلاع علی الغیب

البتہ یہ عقیدہ بالکل صحیح اور برحق ہے کہ علم غیب تو صرف للہ رب العزت ہی کو ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں اور علم غیب کلی یا ماکان ومایکون ، بھی صرف اسی کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے۔ لیکن اس نے اپنے رسول مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی وغیرہ کے ذریعہ غیب کی ہزاروں لاکھوں باتوں کی خبر دی ہے۔ اور اولیاء کرام کو بھی کشف والہام وغیرہ کے ذریعہ ایسی بہت سی چیزوں کی خبر ہو جاتی ہے۔

لیکن نہ یہ علم غیب ہے اور نہ اس کی وجہ سے کسی کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔

بالفرض اگر کسی مصنف نے اس کے لئے علم غیب یا غیب دانی کا لفظ استعمال کیا ہو، تو اس کو اس مصنف کا تسامح سمجھا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (۱۷۹ — آل عمران — ۳)

اللہ ہرگز نہیں مطلع کرے گا تم کو غیب پر اور لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

تشریح:- یعنی اطلاع علی الغیب کے لئے بھی باقاعدہ انتخاب ہوتا ہے۔ اور بلا انتخاب اطلاع بھی نہیں کی جاتی۔

عالم الغیب' کا عہدہ اور منصب تو بہت دور کی بات ہے۔

متکلمین نے کہا ہے کہ یہ آیت نص ہے عقیدہ باطنیہ کے مقابلہ میں جو علم غیب کا اثبات علاوہ رسول کے اپنے امام کے لئے بھی کرتے ہیں۔

"الایۃ حجۃ" علی الباطنیۃ فانھم یدعون ذالک العلم لاماعھم، تفیرذالک

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً (۲۷-جن-۷۲)

غیب کے جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں کو جسے مناسب سمجھتا ہے اس کے آگے پیچھے محافظ بھیج کر مطلع کر دیتا ہے۔

تشریح:- یعنی اظہار علی الغیب کے لئے بھی یہ اہتمام ہوتا ہے کہ جہاں پسندیدگی و مناسبت ملحوظ سمجھی جاتی ہے۔ وہاں بھی کئی قسم کے دوسرے حفاظتی انتظامات فرمائے جاتے ہیں۔ مگر باایں ہمہ عالم الغیب کا عہدہ اور منصب انکو تفویض نہیں کیا جاتا۔

"من ارتضیٰ من رسول" کی قید سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں غیب سے مراد صرف اسرار شرعی ہیں۔ ورنہ اسرار کونی تو مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ اہل اشراق و نجوم کو، قدیم [illegible]ات اور جدید مسمریزم والوں کو غرض ہر قسم کے غیر مقبولین کو بھی بعض ریاضتوں اور مشقتوں سے کسی نہ کسی درجہ میں منکشف ہوتے ہی رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں اطلاع علی الغیب اور اظہار علی الغیب کی بہت سی مثالیں موجود [ہیں] ملاحظہ ہوں۔

(۱) قرآن مجید نے حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیلات ذکر فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ:-

"تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا فاصبر ان العاقبۃ للمتقین۔

(۴۹ — ہود — ۱۱)

یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپکی طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ آپ ان کو جانتے تھے اور نہ ہی آپکی قوم پس صبر کیجئے عاقبت متقین ہی کیلئے ہے

(۲) دوسری جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی مفصل روداد ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:-

ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک وما کنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون۔ (۱۰۲ — یوسف — ۱۲)

یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپکی طرف وحی کر رہے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب انہوں نے اتفاق کر لیا تھا اپنی بات پر اور وہ فریب کر رہے تھے۔

(۳) تیسری جگہ حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ کی تفصیلات ذکر فرمانے

کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ :۔

ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک وما کنت لدیھم ،
اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیھم
اذ یختصمون ۔ (۴۴ ۔ آل عمران ۔ ۳)

یہ غیب کی خبریں ہیں۔ جن پر ہم آپ کو بذریعہ وحی مطلع کر رہے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنی قلمیں پھینک رہے تھے کہ کون کفیل بنے مریم کا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

تشریح :۔ مذکورالصدر تینوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ بھی بتایا اور سکھایا جاتا ہے وہ سب کچھ بذریعہ وحی ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

۱۔ واوحی الی ھذا القرآن ۔ (۱۹ ۔ انعام ۔ ۶)

۲۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔ (۴ ۔ نجم ۔ ۵۳)

یعنی حضور تو بولتے بھی اپنی خواہش سے نہیں وہ جو کچھ بھی بولتے ہیں وہ سب وحی ہوتا ہے۔ "وما ینطق" کے عموم میں محدثین نے حدیث کو داخل فرمایا ہے وہ بھی وحی خفی ہوتی ہے۔

۳۔ تیسری جگہ فرمایا گیا کہ معراج کی رات، میں نے اپنے محبوب کو بے پناہ عنایات سے سرفراز فرمایا ـــــ مگر بایں ہمہ وحی کے عموم سے اس کو بھی نہیں نکالا جاسکتا ارشاد باری ہے۔

فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ ، (۱۰ ۔ نجم ۔ ۵۳)

پھر اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو بھی وحی کی،

؎ گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور وحی سے پہلے نہ ان حقائق کا علم حضور کو تھا اور نہ ہی آپ کی قوم کو :۔

" ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا "

اور اب وحی کے ذریعہ آپ کو بھی علم ہو گیا ہے اور آپ کی قوم کو بھی، مگر اس علم کے آجانے کے بعد نہ آپ عالم الغیب بن گئے ہیں اور نہ ہی آپ کی قوم۔

وحی کے علاوہ دیگر ذرائع علم

وحی کے علاوہ اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کو ہوش و حواس اور علم ضروری و علم استدلالی وغیرہا سے بھی نوازا اور سرفراز فرمایا ہوا ہوتا ہے، وہ جہاں وحی الٰہی سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں وہاں خدا داد ان استعدادوں کو بھی اپنے کام میں لاتے ہیں، بہرصورت انکو کوئی اطلاع اور انکشاف مسلمہ قواعد اور ضوابط سے ماورا نہیں ہوتا، اس لئے اس کو کسی طرح بھی علم غیب کا عنوان نہیں دیا جاسکتا۔ مثلاً

۱۔ دنیا کا آغاز کیسے ہوا! اور اختتام کیسے ہوگا!

۲۔ علامات قیامت، حالات برزخ، اور واقعات حشر و نشر،

۳۔ فضائل و برکات، احکام و مسائل اور جزا و سزا یا پیشگوئیاں

۴۔ پھر ان سب کے اسرار و حکم

ان سب چیزوں کا اولین ماخذ اور سرچشمہ وحی الٰہی ہے اور ثانوی حیثیت علم ضروری اور علم استدلالی کو حاصل ہے، نہ کہ آپ کا عالم الغیب ہونا ہے۔

مثلاً اعلیٰ حضرت بریلوی کی پیش کردہ اس حدیث میں ہے کہ

" اتانی ربی فی احسن صورۃ :۔ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا ـــــ

قال یا محمد فیما یختصم الملاء الاعلیٰ :۔ فرمایا اے محمد یہ فرشتے کس بات میں

مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں فعلمت لا ادری: میں نے عرض کی ہیں بے تیرے
بتائے کیا جانوں۔

فوضع کفہٗ بین کتفی فوجدت بردہا انا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شئی
وعرفت، ——— تو رب العزت نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے
درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور میرے سامنے ہر چیز روشن
ہوگئی اور میں نے پہچان لی، ——— ایک روایت میں فرمایا مافی السماوات والارض ———
اور دوسری روایت میں فرمایا:۔

فعلمت ما بین المشرق والمغرب ——— یہ روایت ومعرفت
جمیع مکنونات قلم ومکتوبات لوح کو شامل ہے جس میں سب ماکان و مایکون من الیوم
الاول الی یوم الآخر وجملہ ضمائر وخواطر سب کچھ داخل، (ملفوظات ص۳۰ ح۱)

جواب:۔ اس حدیث کا جواب کتنا واضح اور صاف ہے کہ:۔

۱۔ یہ دست قدرت کا فیضان تھا نہ کہ علم غیب

۲۔ یہ کیفیت صرف اسی وقت تک رہی جب تک دست قدرت پشت مبارک پر
رہا اور جب ہاتھ اٹھا لیا گیا تو وہی لا ادری کی کیفیت پھر طاری ہو گئی۔

۳۔ شراح حدیث سے ایک توجیہ یہ بھی منقول ہے کہ یہ معرفت اور علم فرشتوں
کے اس مخاصمہ اور مباہات تک ہی محدود تھا بقرینہ "فیما یختصم الملاء الاعلیٰ"
نہ کہ ذرہ ذرہ، پتہ پتہ، قطرہ قطرہ اور جمیع مکنونات قلم ومکتوبات لوح (
ماکان ومایکون من الیوم الاول الی یوم الآخر کا علم،

۴۔ تجلی اور رؤیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن مجید نے رؤیت کی لن ترانی کہہ کر نفی فرمائی اور
تجلی کا فلما تجلی ربہ کہہ کر اثبات فرمایا۔

صوفیا کرام کے نزدیک تجلی کے معنی کسی چیز کو بالواسطہ دیکھنے کے ہیں
جیسے عینک، خوردبین یا دوربین سے کسی چیز کو دیکھنا ——— اور علم غیب
وہ ہوتا ہے جو بلاواسطہ اور بلا ذریعہ ہو،

۵۔ کل شئی "میں لفظ کل بھی محل نظر ہے، اس لئے کہ قرآن وحدیث میں لفظ
کل ہمیشہ ان معنی میں استعمال نہیں ہوتا جن میں اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان
کی ذریت استعمال کر رہی ہے۔

مثلاً۔ قرآن مجید توریت کو "تفصیلاً لکل شئی" فرماتا ہے، مگر اعلیٰ حضرت
بریلوی فرماتے ہیں کہ کوئی اعتراض نہیں توریت کا تفصیل کل شئی ہونا فرمایا ہے
اس تفصیل کا باقی رہنا کہیں نہیں فرمایا۔ (ملفوظات ص۲۵۲ ح ۳)

علاوہ ازیں لفظ کل قرآن مجید میں ۳۲۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے، مگر اس کے معنی ہر
جگہ مرجع اور محل کے اعتبار سے پہلے سے مختلف ہیں، بطور نمونہ مشتے از خروارے۔
چند ایک مواقع ملاحظہ ہوں۔

(۱) ولکل وجہۃ ھو مولیہا ———
ہر ایک کے لئے ایک جہت قبلہ مقرر ہے جسکی طرف وہ منہ کرتا ہے
(۱۴۸ — بقرہ — ۲)

(۲) ولکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجاً ———
تم میں سے ہر ایک کے لئے مقرر کی ہم نے ایک شریعت اور طریقہ۔
(۴۸ — مائدہ — ۵)

کیا ہر ہر فرد کا قبلہ اور شریعت علیحدہ علیحدہ ہے۔ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں — تو
فرمائیے کہ کل یہاں کن معنی میں استعمال ہوا ہے ——— اسی طرح ایک
اور مقام پر فرمایا گیا کہ ———

۳- ولکل امۃ رسول۔ ہر امت میں ایک رسول ہُوا۔ (۴۷۔ یونس ۱۰)

اور دوسری جگہ فرمایا :-

وما من دآبۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ (۳۸۔ انعام ۶)

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں ہیں کیا اس آیت کی رو سے یہ اعتقاد رکھنا جائز ہے کہ تمام پرندوں چرندوں کی طرف بھی رسول بھیجے گئے۔ کیونکہ وہ بھی امتیں ہیں اور قرآن ہر ایک امت کی طرف رسول بھیجنا فرما رہا ہے۔

خصوصاً اس وقت جب کہ مولوی امجد علی صاحب بہار شریعت میں لکھتے ہیں۔ کہ

انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ صـ ۱۰

اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں جن میں کہیں واوتیت من کل شئ (۲۳۔ نمل ۲۷)

"فتحنا علیھم ابواب کل شئ۔ (۴۴۔ انعام ۶)

اور کہیں وحشرنا علیھم کل شئ۔ ۱۱۔ ۶ یا

تبیانا لکل شئ۔ ۸۹۔ نحل ۱۶ فرمایا گیا ہے۔ مگر مراد ہر جگہ کہیں کل نوعی، کہیں جنسی اور کہیں اجماعی اور کہیں افرادی و تبعیضی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۴- ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءا۔ (۲۶۰۔ بقرہ ۲)

بعض پہاڑوں پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو۔

یہاں لفظ کل پوری صراحت کے ساتھ بالاتفاق بعض کے معنی میں آیا ہے۔

احادیث اور لفظ کل

اسی طرح احادیث میں ہے۔ کہ

۱۔ کل بناء وبال علی صاحبہ الا مسجد آہ۔ سوائے مسجد کے ہر عمارت اپنے مالک کے لئے وبال ہوگی۔ کیا اس کی رو سے مدرسہ، خانقاہ یا مسافر خانہ بھی وبال ہوگا ؟

۲۔ کل بنی آدم خطاءٌ۔ تمام بنی آدم خطاکار ہیں۔

— کیا اس کی رو سے انبیاء علیہم السلام کو خطاکار کہنا درست ہے ؟

۳۔ کل نفس من بنی آدم سیّد۔ اولاد آدم میں سے ہر آدمی سید ہے۔

— کیا اس کی رو سے ہر آدمی کو سیّد کہنا صحیح ہے ؟

۴۔ کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل۔

ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے

— کیا اس کی رو سے اعلیٰ حضرت بریلوی کی اس شرط کو باطل کہنا درست ہے کہ (وہابیوں) سے ہمیشہ تحریری گفتگو ہونا چاہیئے کہ مکر لے بدلنے بچلنے کی کل نہ رہے۔ (ملفوظات صـ ۸ ج ۱)

— کیا یہ شرط کتاب اللہ میں موجود ہے ؟

۵۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی پیش کردہ حدیث فتجلی لی کل شئ کا چھٹا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ فرماتے ہیں کہ :-

وددت انا قد رأینا اخواننا قالوا اولسنا اخوانک یا رسول اللہ قال انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد فقالوا کیف تعرف من لم یات بعد من امتک یا رسول اللہ۔ (مسلم شریف صـ ۱۲۷ ج ۱)

میری خواہش تھی کہ ہم نے بھی اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا صحابہ نے عرض کیا
کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا تم تو میرے صحابی ہو، بھائی تو وہ ہیں
جو ابھی تک دنیا میں آئے ہی نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ جو ابھی
تک آئے ہی نہیں آپ ان کو قیامت کے دن کیسے پہچانیں گے۔

قارئین کرام! ——

بالفرض اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم "فتجلی لی کل شئی" میں سب کچھ دیکھ گئے
تھے۔ بلکہ بقول اعلیٰ حضرت بریلوی تمام اشیائے عالم جان بھی لیں اور پہچان بھی لیں اور
ان میں سے نہ کوئی چیز نظر سے باہر رہی اور نہ علم سے خارج ——
(ملفوظات صفحہ ۳ ج ۱)

تو پھر اس تمنا اور آرزو کے کیا معنیٰ؟ —— وَدِدْتُ —— میری دلی خواہش تھی
معلوم ہوا کہ وہ دیکھنا اور جاننا پھر پہچاننا صرف سطحی اور وقتی تھا نہ کہ تفصیلی
اور مستقل اور تفصیلی بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کا —— جو ذرہ ذرہ
پتہ پتہ، قطرہ قطرہ اور ماکان وما یکون کو شامل ہے۔

ٹوٹ جائے نہ تیغ اے قاتل
سخت جان ہوں ذرا سمجھ کر کھینچ

اب ان سب سے قطع نظر لفظ لا ادری کا مذکورہ بریلوی ترجمہ کہ "میں
تیرے بتائے کیا جانوں" (ملفوظات صفحہ ۲)
ہمارے موقف کا بہت مؤید ہے۔ مگر عالم الغیب وہ ہوتا ہے جو بے کسی کے بتائے

زمین وآسماں کا فرق ہے ادری ولا ادری میں
کشف سے ہمسر توحید بندہ ہو نہیں سکتا

قرآن مجید میں بھی ایک جگہ اس واقعہ کے متعلق ایسا ہی تبصرہ فرمایا گیا ہے
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"مَاکان لی من علم بالملاء الاعلیٰ اذ یختصمون ان یوحٰی
الی الا انما انا نذیر مبین" (۷۰-صٓ-۳۸)

نہیں تھا مجھے کچھ علم فرشتوں کے متعلق جب کہ وہ جھگڑ رہے تھے۔ مگر
وحی کیا گیا میری طرف کہ میں تو ہوں کھلم کھلا ڈرانیوالا۔

مفتی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی لکھتے ہیں کہ:۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ واقع
خواب کا ہے۔

۲۔ فرشتوں کے اس جھگڑے سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بالکل علم
نہیں تھا کہ کس بات میں جھگڑا ہو رہا ہے۔ یہ علم وحی کے بعد ہوا۔

۳۔ قرآن میں اس ذریعہ اطلاع کو "ان یوحیٰ الی" اور حدیث میں "وضع
کفہ بین کتفی" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ بھی وحی
کی کوئی قسم ہو۔

۴۔ مابہ النزاع اشیاء کفارات تھے یعنی نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا،
پیادہ پا جماعت کے لئے جانا، سردی میں ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح وضو کرنا۔
وغیرہ کے ثواب کے متعلق جھگڑا ہو رہا تھا
نہ کہ "ماکان وما یکون وما لم یکن" کے علوم کے متعلق بحث تھی۔

اعلیٰ حضرت بریلوی "میں بے تیرے بتائے کیا جانوں" غیر شعوری طور پر
ان یوحیٰ الی ہی کا ترجمہ فرما رہے ہیں۔ فتفہم!

دوسری حدیث :

اِن اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہٖ۔

بیشک اللّٰہ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اُسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو ——— اور حضور کے صدقہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا ——— (ملفوظات ص۳۱ ج ۱)

دوسری جگہ " رفع لی الدنیا " کی بجائے " زوی لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا " کے الفاظ آئے ہیں ——— (مشکوٰۃ شریف)

جواب :- مگر ان دونوں روایتوں میں " ان اللّٰہ رفع لی الدنیا ، اور ان اللّٰہ زوی لی الارض " علم غیب کی نفی پر کتنے واضح قرینے ہیں۔ اس لئے کہ علم غیب تو اُسے کہتے ہیں جو بغیر کسی ذریعے اور واسطے کے ہو اور یہاں اللّٰہ رب العزت کا زمین کو سمیٹ کر پھر اپنے دست قدرت سے اُٹھاکر سامنے کر دینا ——— علم غیب نہ ہونے پر کتنا واضح قرینہ ہے ،

۲۔ ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا ——— کی ایک بہت مناسب اور مطابق مثال واقعہ معراج میں ذکر فرمائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں معراج سے واپس آیا تو قریش مکہ نے " بیت المقدس " کی نسبت بہت سی ایسی چیزوں کے متعلق استفسار کیا جس کو میں پہلے سے ملحوظ اور محفوظ رکھتے ہوئے نہیں تھا۔

" فکربت کرباً ماکربت مثلہ فرفعہ اللّٰہ لی انظر الیہ مایسألونی عن شئی الا انبأتھم ،، " مشکوٰۃ ص۵۲۹)

پس میں اتنا کرب ہوا کہ اتنا کبھی بھی نہیں کرب ہوا تھا اتنے میں اللّٰہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھاکر میرے سامنے کر دیا۔ کہ میں اس کو دیکھ رہا تھا اور ان کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔

ناظرین کرام !

جیسے یہاں بیت المقدس کو اٹھاکر سامنے کر دینا علم غیب کے منافی ہے۔ الغرض اسی طرح دُنیا کو اٹھاکر سامنے کر دینا بھی علم غیب کے منافی ہے۔

بلا شبہ نہ بیت المقدس کے احوال بتانا علم غیب ہے اور نہ ہی دنیا و ما فیھا کے اسرار ذکر کرنا علم غیب ہے۔ کیونکہ دونوں جگہ " اِن اللّٰہ قد رفع لی " کا قرینہ موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کیفیت نہ وہاں باقی رہی اور نہ یہاں بلکہ گھڑی کی گھڑی رہی اور ختم ہوگئی۔

تیسرا قرینہ " کانما انظر الی کفی ھذہٖ " اس لئے کہ ہتھیلی بھی ہر وقت سامنے نہیں ہم کو کوئی تکلفاً سامنے رکھنا بھی چاہیئے۔

اب دوسری حدیث کہ " زوا لی الارض " میں لفظ زوی خود اسبات کا شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے لئے زمین کو سمیٹے اور اکٹھا کرنے کے بغیر دیکھنا ناممکن اور محال تھا۔ ورنہ یہاں لفظ زوی کے اضافے کی کیا ضرورت تھی۔

تیسری حدیث

" فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظہٗ ونسی ذالک من نسیہٗ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۴۶۱)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات کی ابتداء سے لیکر جنّتیوں کے جنّت اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک کی مکمل روداد ذکر فرمائی مگر کسی نے اس کو یاد کر لیا اور کوئی اس کو بھول گیا۔

جواب :-

۱- اس حدیث کا سب سے پہلا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد فتن ہیں نہ کہ کائنات کا ذرہ ذرہ پتہ پتہ اور قطرہ قطرہ یا ما کان وما یکون، اس لئے کہ محدثین علی العموم اس حدیث کو اسی باب کے سرِ فہرست ذکر فرماتے ہیں۔

۲- ان لامحدود اور لاتعداد احوال کا محدود و معدود وقت میں ذکر کرنا ویسے بھی ناممکن اور محال ہے۔

کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ "قام فینا خطیباً" یعنی ایک ہی خطبہ میں ان حوادث کو ذکر کر دیا۔

۳- نیز اس حدیث کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح "حفظ ذالك من حفظه" بھی عالم الغیب قرار پایا، اب آپ ہی فرمائیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت رہی۔

قارئین کرام !

ایسی باتوں کو علم غیب نہیں کہتے یہ انبیاء علیہم السلام کا فرض منصبی ہے کہ وہ اللہ رب العزت سے رابطہ قائم فرما کر اُمت کو اس سے آگاہ رکھیں، لیکن اگر اس سے مراد عالم الغیب ہونا ہی ہے۔ تو پھر ہم معذرت کے ساتھ عرض کریں گے کہ مندرجہ ذیل آیات و احادیث کا کیا جواب ہے

(۱) واللہ یعلم وانتم لاتعلمون ۲۱۶- بقرہ - ۲ ،سب کچھ، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

(۲) واللہ یعلم وانتم لاتعلمون ۶۶- آل عمران ۳، " " " "

(۳) واللہ یعلم وانتم لاتعلمون - ۱۹- نور - ۲۴ (سب کچھ) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے،

(۴) وما یعلم جنود ربك الا هو ، ۳۱- مدثر - ۷۴- آپکے رب کے لشکروں کو اُسکے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(ملفوظات صفحہ۳۴ ج ۳)

(۵) وما علمناه الشعر وما ینبغی له ۶۹- یٰسین - ۳۶- اور ہمنے آنحضرت کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ انکی شایان تھا۔

(۶) ورسلاً قد قصصنٰہم علیك من قبل ورسلاً لم نقصصہم علیك - (۱۶۴- نساء ۴)

ترجمہ :- اور بہت سے رسولوں کا ذکر ہم تم سے فرما چکے ہیں اور بہت سے رسولوں کا نہیں۔

(۷) ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا علیك ومنهم من لم نقصص علیك - (۷۸ —— مومن —— ۴۰)

ترجمہ :- اور ہم نے بھیجے کئی رسول آپ سے پہلے بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا حال بیان کر دیا ہم نے آپ پر اور بعض وہ ہیں کہ نہیں بیان کیا ہم نے ان کا حال آپ پر۔

(۸) ومن اهل المدینة مردوا علی النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم (۱۰۱- توبہ - ۹)

ترجمہ :- اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ نفاق پہ جمے ہوتے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

یہ آیت قرآن مجید کی سورتوں میں سے سب سے آخری سورت کی آیت ہے اس سورت کے نزول تک تو قرآن بدستور علم غیب کی نفی فرماتے جا رہا ہے —— کہ نہ الگ فرد عالم الغیب ہے اور نہ کوئی جماعت ، اور نہ کوئی خاص عالم الغیب ہے نہ عام —— آپکے پاس ان آیات کا اگر کوئی جواب ہے تو لاؤ۔

ع — صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

۱- علاوہ ازیں جن ستر قراء کو منافقین نے لے جا کر دھوکہ سے شہید کر دیا تھا۔

اُن کے خون کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے ؟ (بخاری صـ۱۷۳ ج ۱)

۳۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی خبر سن کر منافقین کے لئے ایک ماہ قنوت نازلہ کیوں پڑھی ؟ (بخاری صـ۱۷۳ ج ۱)

۴۔ اگر آنحضرت عالم ماکان ومایکون تھے ۔ تو واقعہ افک کا کیوں ڈرامہ رچایا گیا

(بخاری صـ۳۶۵ ج ۱)

۵۔ اس الزام کی خبر سُن کر حضرت عائشہ رض کو سخت بخار ہو گیا ، حضور نے اس کی کیوں تردید نہ فرمائی ، (بخاری صـ۶۸۰ ج ۲)

۶۔ حضرت عائشہ رض کا ہار گم ہو گیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ بتا دیا ۔

(مسلم شریف صـ۱۶۰ ج ۱)

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُوپر شہد کو حرام فرما کر اُس سے کیوں رجوع فرمایا ۔ اور کیوں کفارہ دیا ۔

۸۔ ایک یہودیہ عورت کے گھر میں کھانا کیوں کھایا جب کہ اس میں زہر ملا ہوا تھا جس کے کھانے سے سات صحابہ موقعہ پر ہی شہید ہو گئے ۔ اور بوقت وفات آپ پر بھی اُسی زہر کا اثر تھا ۔ (بخاری صـ۶۱۰ ج ۲ و غنیۃ الطالبین)

۹۔ حضرت رفاعہ رض کے گھر میں نقب لگانے والے چور بشیر کی آپ نے طرفداری کیوں فرمائی جس سے بعد کو قرآن نے ولا تکن للخائنین خصیماً ۱۰۵-۴ ، کہہ کر منع فرمایا ۔

یہ اور اس قسم کے دوسرے سینکڑوں واقعات شاہد عادل ہیں کہ علم خاصہ صرف ذات باری تعالیٰ جل مجدہ کا ہے ——— اور بس

ورنہ اگر ان واقعات کا آپ کے پاس کوئی معقول جواب ہے تو لاؤ ۔

ع ۔ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

اعلیٰحضرت کے چور دروازے

اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت کے قرآن وحدیث کے مقابلہ میں فرار اختیار کرنے کے جو چور دروازے ہیں وہ درج ذیل ہیں کہ یہاں ۔

علم غیب کلی کی نفی ہے ! جزئی کی نہیں

علم غیب ذاتی کی نفی ہے ! عطائی کی نہیں

علم غیب محیط کی نفی ہے ! غیر محیط کی نہیں

سابقہ غیب کی نفی ہے ! لاحقہ کی نہیں

قبل الوفات غیب کی نفی ہے ! بعد الوفات کی نہیں

اِس کی نفی ہے اُس کی نہیں

ز من بر صوفی و ملا سلامے کہ پیغام خدا دادند مارا

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت خدا و جبرائیل و مصطفےٰ را

——— اقبال رح ———

علم غیب اور عقیدۃ الامۃ

عقیدہ الامت کے سلسلہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا درج ذیل فرمان عقائد کی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ۔ فرماتی ہیں کہ

من زعم ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یخبر بما یکون فی غدٍ فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ یقول قل لا یعلم من السموات والارض الغیب الا اللہ ۔ (مسلم شریف صـ۹۸ ج ۱)

ترجمہ :۔ جس نے یہ خیال کیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فی الغد کی

خبر دیتے ہیں، تو اُس نے اللہ رب العزت پر بہتان باندھا۔ اس لئے کہ اللہ رب العالمین
تو فرماتے ہیں کہ آپ اعلان فرما دیں کہ زمینوں اور آسمانوں کے غیب اللہ تعالیٰ کے
سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

مذکورہ الصدر حدیث کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ
یہ حدیث صحیح اور درست ہے۔ البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ انہوں نے ذاتی اور عطائی
کی تفصیل کرکے مشہور چور دروازوں سے فرار ہونے کی ناکام کوشش شروع فرمائی
ہے۔ جس کی آیت اور نفس حدیث میں کوئی گنجائش نہیں۔ (ملفوظات ص۳۷ ح ۲)

بلکہ اس کے برعکس ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فرمان کی تائید
قرآن کی دوسری بکثرت آیات فرما رہی ہیں۔

(۱) ان اللہ عندہ علم الساعۃ، وینزل الغیث، ویعلم ما فی الارحام
وما تدری نفس ماذا تکسب غداً، وما تدری نفس بای ارض
تموت، ان اللہ علیم خبیر (۳۴ - لقمان - ۳۱)

بیشک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور اُس کے بارش نازل کرنے کا
وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور نہیں جانتا
کوئی کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بیشک اللہ ہی ہے۔ جاننے والا اور خبردار۔

دیکھئے اس آیت میں واضح طور پر لفظ "ماذا تکسب غداً" موجود ہے جو
ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان "یخبر بما یکون فی غد" کی پُرزور تائید کرتا ہے
ملفوظات میں موجود ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب بھی اس
کو استشہاداً پیش فرمایا کرتے تھے۔ (ص۶۳ ح ۱)

ادرا - یدری کا فرق

توجہ طلب بات یہ ہے کہ قرآن مجید "علم ما فی الغد" کی نسبت لفظ ما تدری

آیا ہے جس کی نسبت بخاری شریف میں ہے کہ:۔

قال ابن عیینۃ ما کان فی القرآن وما ادراک فقد اعلمہ
وما قال وما یدریک فانہ لم یعلمہ۔ (ص۳۷ ح ۱)

یعنی قرآن مجید میں جن چیزوں کی نسبت لفظ ادراک آیا ہے ان کا علم اللہ تعالیٰ نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہے اور جن چیزوں کی نسبت لفظ یدری
(ما یدری) آیا ہے اس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔

اس کی تائید مزید شیخ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب
غنیۃ الطالبین میں فرمائی ہے ص۲۷۴

اطمینان قلب کے لئے ملاحظہ ہوں چند آیات بینات، ارشاد باری تعالیٰ ہے

(۱) وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریباً، ۶۳ - احزاب - ۳۳ قیامت کا علم
(۲) وما تدری نفس ماذا تکسب غداً ۳۴ - لقمان - ۳۱ ما فی الغد کا علم
(۳) وما تدری نفس بای ارض تموت۔ ۳۴ - لقمان - ۳۱ موت کا علم
(۴) لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعاً ۱۱ - نساء - ۴ مقیدر شتوں کا علم
(۵) وما یدریک لعلہ یزکی ۳ - عبس - ۸۰ ہدایت کا علم
(۶) ما ادری ما یفعل بی ولا بکم ۹ - احقاف - ۴۶ انجام کا علم

مذکورہ الصدر ضابطے کی رو سے مندرجہ بالا آیات میں ذکر کی گئیں (چیزوں کا) علم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا اور خصوصیت کے ساتھ علم ما فی الغد، جو
(سوال) زیر بحث ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
"ھذہ الخمسۃ لا یعلمہا ملک مقرب، ولا نبی مصطفی،
فمن ادعی انہ یعلم شیئاً من ھذہ فقد کفر بالقرآن

لانهٗ خالفه ۔ (تفسیر خازن صـ۱۸۳ ج ۵)

یہ پانچوں چیزیں وہ ہیں جن کا علم نہ کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی برگزیدہ نبی کو پس جو کوئی ان میں سے کسی کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ قرآن کا منکر ہے اور کافر ہے۔

۲۔ مسند احمد میں حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ

انه قال یا رسول الله هل بقی من العلم شیٔ لا تعلمهٗ قال علمنی الله خیراً وان من العلم مالا یعلمه الا الله الخمس ان الله عندهٗ علم الساعة ۔ الخ

(تفسیر ابن کثیر صـ۱۴۱ ج ۸)

یعنی انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں، آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے علوم خیر عطا فرمائے ہیں مگر اس کے باوجود بھی بہت سے علوم ایسے ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا مثلاً علوم خمسہ"

پانچ کا عدد

یہاں یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ مذکور الصدر آیت یا حدیث میں امور غیب کی کوئی قطعی فہرست نہیں ذکر کی جارہی کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ــــــ بلکہ یہاں تو صرف سامنے کی پانچ اصل الاصول اشیاء بطور مثال پیش کی جارہی ہیں کہ ان کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ صرف یہی پانچ امورِ غیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے

وا کوئی نہیں جانتا ــــــ بالکل غلط اور مہمل نتیجہ ہے۔

اور خصوصاً اُس وقت جب کہ ایسے امور غیب کی کوئی حد نہیں اور نہ ہی اُن کا کوئی شمار ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ

ان من العلم مالا یعلمهٗ الا الله ۔ بہت سے علوم ایسے ہیں جنہیں اللہ کے وا کوئی نہیں جانتا۔ مگر اس کے باوجود بھی خصوصیت کے ساتھ پانچ کا عدد ذکر یا تو اس لئے ہے کہ :۔

۱۔ یہی پانچ اشیاء اصولِ اشیاء ہیں۔

اور علم غیب سے مراد بھی اصول ہی کا علم ہے جزئیات کا نہیں کیونکہ جزئیات کا علم حقیقت میں علم ہی نہیں، علم تو حقیقت میں وہی ہے جس سے ایک نوع کے تمام افراد کا علم حاصل ہو جائے۔ اور وہ علم فقط اصول اشیاء ہی کا علم ہے۔ افراد کا نہیں۔

ایک مثال

اس کی مثال ایسی سمجھو کہ ہزاروں چیزیں یورپ سے بن کر آرہی ہیں ان کو ہم دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں لیکن ہم اُن کے اصول سے ناواقف ہیں ـــ تو علم جزئیات علم کلی کے علم ہی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ کسی چیز کا علم کلی اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم اُس نوع کی تمام جزئیات پر مطلع اور اُن کے حقائق سے باخبر ہو سکتے ہیں جس کو حضرت حق مجدهٗ نے مفاتیح الغیب سے تعبیر فرمایا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں سائل کا سوال صرف ان ہی پانچ چیزوں سے متعلق تھا۔ اس کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے شان نزول میں کی ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جو عدد کسی کے سوال کی موافقت کے سبب ذکر کیا جاتا ہے۔

وہ بالاتفاق علماء اصول تحدید کے لئے نہیں ہوا کرتا۔

دیکھو: لباب النقول فی اسباب النزول ——— اور ——— الدر المنثور

ے نہ جس نے درسگاہ عشق میں تعلیم پائی ہو
میری باتیں وہ کیا سمجھے وہ کیا میری زبان سمجھے

۲۔ ولا تقولن لشیءٍ انی فاعلٌ ذالک غداً الا ان یشاء اللہ۔

(۲۳ - کہف - ۱۸)

ترجمہ :- اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا، مگر یہ کہ اللہ چاہے
(کنزالایمان)

تشریح :- اس آیت کا پس منظر مفتی نعیم الدین مرادآبادی بریلوی لکھتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تھا تو حضور نے فرمایا کل بتاؤں گا اور انشاء اللہ نہیں فرمایا تھا تو کئی روز وحی نہیں آئی پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۳۵۴)

دیکھئے یہ آیت بھی کتنی صراحت کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقف کی تائید کر رہی ہے کہ "علم ما فی الغد" اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں

بالفرض اگر یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا تو : ———

۱۔ آپ توقف نہ فرماتے بلکہ فوراً جواب دیدیتے۔ نیز کل کا وعدہ نہ فرماتے۔ اور اگر کل کا وعدہ کیا تھا۔

۲۔ تو حسب وعدہ کل ہی جواب دیدیتے ——— پندرہ (۱۵) دن غم اور صدمے میں نہ پڑے رہتے،

۳۔ اگر پندرہ دن کے اندر یہ علم حاصل ہو گیا تھا ——— تو اب تنبیہ نہ فرمائی جاتی

اور آئندہ کے لئے آپ کو پابند نہ فرمایا جاتا - کہ انشاء اللہ فرمایا کریں۔
مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ لشیءٍ تنوین کے ساتھ نکرہ ہے معنیٰ میں عموم اور استغراق کے اور غداً سے مراد مطلق مستقبل ہے نہ کہ متعین و مخصوص وکل، اے فی مایستقبل من الزمان ولم یرد الغد خاصۃ" (کشاف،
اے فی مایستقبل من الزمان مطلقاً" (روح، مدارک)

بخاری شریف میں ہے کہ :-

من حدثک انہ یعلم ما فی غدٍ فقد کذب ثم قرأت و
ما تدری نفسٌ ماذا تکسب غداً۔ صفحہ ۷۲ ج ۲

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو آدمی تجھ سے کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما فی الغد تھا تو وہ جھوٹا ہے پھر یہ آیت پڑھتیں کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری شادی کے موقعہ پر دو بچیاں یہ گا رہی تھیں کہ ے

ابائی الذین قتلوا یوم بدرٍ
وفینا نبیٌ یعلم ما فی غدٍ

یعنی ہمارے آباء و اجداد وہ ہیں جو بدر کے دن شہید ہوئے اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو ما فی الغد کا علم رکھتے ہیں اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے سن کر فرمانے لگے کہ

اما ھذا فلا تقولوہ ما یعلم ما فی غدٍ الا اللہ ———
لیکن یہ نہ کہو اس لئے کہ ما فی الغد کا علم تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ——— ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۳۶

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت الاپے جارہی ہے کہ علم ما فی الغد حضور کو تھا، گو ذاتی نہیں تھا بلکہ عطائی تھا حضرت عائشہ صدیقہ ذاتی ہی کی نفی فرما رہی ہیں نہ کہ عطائی کی۔ (ملفوظات صد۳۷ ج ۳)

دیکھنا صیاد آنکھیں کھول کر
تیر کا تیرے نشانہ کون ہے

دروغگو را حافظہ نہ باشد،

اعلیٰحضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رد فرماتے، فرماتے خود زد میں آ گئے۔ ملاحظہ ہو علم ما فی الغد کے سلسلہ میں ایک جگہ خود فرماتے ہیں کہ:-

" حدیث صحیح ہے کہ جبریل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا مگر وعدہ میں دیر ہوئی اور جبریل حاضر نہ ہوئے۔ سرکار باہر تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام در دولت پہ حاضر ہیں فرمایا کیوں؟ عرض کیا انالا ندخل بیتاً فیہ کلبٌ او تصاویر: رحمت کے فرشتے اُس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو، اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا نکلا اُسے باہر نکالا تو حاضر ہوئے۔

ملفوظات صد۴۲ ج ۳

گل وگلشن کا گلہ بلبل ناشاد نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

★ علامہ ابن کثیر آیت " ولا تقولن لشیءٍ انی فاعل ذالک غداً الا ان یشاء اللہ" کے تحت لکھتے ہیں کہ:————

" هذا ارشاد من الله تعالىٰ لرسول الله صلى الله عليه وسلم الى الادب فيما اذا عزم على شيءٍ ليفعله في المستقبل ان يرد ذالك الى مشيئة الله عز وجل علام الغيوب الذي يعلم ما كان وما يكون وما لم يكن لو كان كيف يكون۔ تفسیر ابن کثیر صد۸۲ ج ۳

یعنی یہ آیت اللہ رب العزت کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادب آموزی کے لئے اتری ہے کہ آپ آئندہ جس کام کا بھی عزم فرمائیں تو اس کو اللہ علام الغیوب کی مرضی اور مشیت کے سپرد کر دیں جو عالم ما کان وما یکون اور ما لم یکن، لو کان اور کیف یکون ہے۔

مذکورہ تشریح میں علامہ ابن کثیرؒ عالم ما کان وما یکون وما لم یکن اللہ رب العزت کو قرار دے رہے ہیں مگر اعلیٰحضرت بریلوی اور انکی ذریت ان اوصاف کا مصداق حضور علیہ السلام کو قرار دینے پر تلی ہوئی ہے۔

ببین تفاوت راہ از کجا تا بکجا

● ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں اور تم میرے پاس مقدمات لیکر آتے ہو، ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اچھا بولنے والا ہو، جس کی لسانی کی وجہ سے میں سمجھ لوں کہ وہ سچا ہے اور میں اس کے بھائی کے حق میں سے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو وہ اس چیز کو لے لے اور چاہے نہ لے۔

(بخاری شریف کتاب المظالم صہ

تشریح :-

یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان وما یکون غیب جانتے ہوتے تو کسی کی لسانی اور چرب زبانی سے متاثر ہو کر ایک کا حق جان

بوجھ کر کسی دوسرے کو کس طرح دلوا سکتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں غیب نہ جاننے میں دوسرے انسانی افراد کی طرح ہی ہوں اور یہ لفظ "انما انا بشر" کہ میں بشر ہوں، خاص طور پر ان لوگوں کے خیال باطل کی تردید کے لیے ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب ہونا چاہیے۔ (فتح الباری پ ۲۵ صـ ۲۶)

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے حالات بیان فرمائے تو عاصم بن لقیطؓ نے پوچھا۔ کیا آپ غیب جانتے ہیں؟ ——— اس پر آپ ہنسے اور فرمایا لقائے خداوندی کی قسم مجھے تو گری ہوئی چیز بھی ڈھونڈنی پڑتی ہے ——— سنو غیب کی کنجیاں صرف اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ پھر آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ پانچ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (البدایہ ابن کثیر صـ ۲۱ ج ۵)

جنگ تبوک سے واپسی پر راستے میں سخت آندھی آئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ گم ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری ناقہ کی تلاش کرو۔ منافقین میں سے ایک منافق عبداللہ بن ابی نے کہا وہ تو دعویٰ علم غیب کا کرتا ہے، کیا نہیں جانتا کہ اس کی ناقہ کہاں ہے۔ پس آپکی طرف حضرت جبریل آئے اور کہا منافق بک رہا ہے اور ناقہ کا بھی پتہ بتایا ——— پھر آپ نے صحابہ کو بلا کر فرمایا ——— کہ میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں غیب جانتا ہوں ———

اور میں اس کو بھی نہیں جانتا تھا کہ منافق نے یہ کہا ہے، لیکن خدا تعالیٰ نے منافق کے قول کی خبر دی ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ ناقہ کہاں ہے۔ وہ ایک درے میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے

(تفسیر معالم صـ ۲۷ ج ۱)

ائمہ فقہاء کے ارشادات

۱۔ امام حسن بن منصور المعروف قاضی خاں اپنے زمانے کے امام کبیر، مجتہد اور بے نظیر مفتی تھے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

کسی شخص نے نکاح کیا اور کہا کہ ہم خدا اور رسول کو گواہ کرتے ہیں۔ اس بارہ میں فقہا کہتے ہیں کہ وہ کافر ہوگئے۔ کیونکہ انہوں نے اعتقاد کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ اور آپ کو ہمارے نکاح بلکہ ہر چیز کا علم ہے۔ حالانکہ جب آپ زندہ تھے۔ اس وقت بھی غیب نہیں جانتے تھے۔ تو پھر موت کے بعد کس طرح عالم الغیب ہوگئے۔ (فتاوی قاضی خان صـ ۴۶۸ ج ۴)

یعنی مختار الفتاوی اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ یہ سمجھنا محض کفر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نکاح کے وقت حاضر تھے ان کو میرے نکاح کا علم ہے وہ سب کچھ جانتے ہیں ——— اس واسطے کہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اور ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح متوفی ۵۶۱ھ کا فتویٰ ہے کہ

"جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں وہ کافر ہے کیونکہ غیب جاننا اللہ رب العزت کی خاص صفتوں میں سے ہے۔

(مراۃ الحقیقۃ مطبوعہ مصر صـ ۱۸)

امام ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے جتنے آئمہ احناف گزرے ہیں سب نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم غیب جانتے تھے وہ کافر ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

"قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ" ـ

(مسامرہ صـ۸۸ ج ۲)

اے نبی فرما دیجئے کہ زمینوں آسمانوں کی ہستیوں میں سے کوئی اللہ کے سوا غیب نہیں جانتا۔

۵۔ ملا علی قاری حنفی رحؒ فرماتے ہیں کہ "تمام آئمہ حنفیہ نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے وہ کافر ہے کیونکہ اُس کا یہ قول خدا تعالیٰ کے قول کے خلاف ہے۔

(شرح فقہ اکبر صـ۱۸۵)

۶۔ صاحب درمختار امام محمد بن علی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے نکاح کیا۔ تو یہ نکاح درست نہ ہوگا۔ ابو القاسم صنعامہ نے اُس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ جب اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ قرار دیا تو ان کو عالم الغیب ثابت کیا۔ حالانکہ غیب جاننا خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

(درمختار مترجم اردو صـ۱۰)

پانچ سو علماء کا فیصلہ

فتاویٰ عالمگیری جس کو حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے پانچ سو علماء نے مرتب کیا تھا اس میں لکھا ہے کہ:۔

ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور گواہ حاضر نہ کئے اور کہا کہ میں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا خدا اور فرشتوں کو گواہ کیا ہے تو اُس نے کفر کیا — کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر اور غیب دان سمجھا ہے۔

(فتاوی عالمگیری صـ۲ ج ۲)

قارئین کرام!

عقیدۃ الامت کے سلسلہ میں مذکورہ بالا قرآن کی آیات احادیث، اور ائمہ کے اقوال بغیر کسی ہیر پھیر — اور تبصرے اور تشریح کے ہدیہ ناظرین کر دیئے گئے ہیں — ان کی موجودگی میں خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی کی طرف غیب دانی کی نسبت کرنا کتنا بڑا جرم ہے؟ اس کا اندازہ آپ خود لگا لیجئے ؎

علم غیبے کس نمی داند بجز پروردگار ہر کہ گوید کہ می دانم ازو باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل جبرائیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

(کلیات سعدی رحؒ)

اعتراف حقیقت سے انحراف:۔

مذکورہ الصدر صفحات میں ہم نے اس حقیقت کو پوری وضاحت اور تفصیل کیساتھ آشکار کر دیا ہے کہ جمہور محققین کے نزدیک علم غیب کی تعریف ہی یہ ہے کہ "وہ علم جو بغیر کسی ذریعے اور واسطے کے حاصل ہو"

مگر جمہور علماء کی اس صحیح اور درست بلکہ قرآن و سنت کے بالکل مطابق تعریف کی رو سے چونکہ اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی دال نہیں گلتی تھی اور نہ ہی وہ اس کے ذریعے سادہ لوح عوام کو اپنے پھندہ میں پھانس سکتے تھے اس لئے انہوں نے بڑی ڈھٹائی اور حقیقت فراموشی کے ساتھ سرے ہی سے اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرما دیا کہ:۔

"علم بلا واسطہ کے ساتھ غیب کو خاص کرنا قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

" وما هو علی الغیب بضنین" کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ بتانے پر بخیل نہیں!

(ملفوظات صہ۲۵۴ ج ۳)

تاکہ — ع۔ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری

گر ہمیں است مکتب و ملا

کار طفلاں تمام خواہد شد

لیجئے ہم کسی تفصیل میں جائے بغیر بہت ہی مختصر طور پر آپ کے اس شبہ کا ازالہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ شبہ محض کم توجہگی اور قرآنی روح سے لاتعلقی کی بناء پر پیدا ہوا ہے۔ اس لئے کہ

۱- اگر غیب پر بخیل نہ ہونے کا مطلب آپ کا عالم الغیب ہونا ہے۔ تو کیا علم غیب ذاتی یعنی بلاواسطہ یا کُلّی اور مستقبل کی نفی کرنا آپ کو بخیل بنانا نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے جیسے کہ اعلیٰ حضرت مذکورہ بالا عبارت میں تسلیم فرماتے ہیں کہ

" نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلاواسطہ بتانے پر بخیل نہیں ، یعنی ہیں۔"

(ملفوظات صہ۲۵۴ ج ۳)

تو پھر آیت وما هو علی الغیب بضنین کا آپ کے ہاں کیا جواب ہوا جب کہ آیت تو مطلق غیب کا اثبات فرما رہی ہے۔

۲- نیز اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب ذاتی یعنی بلاواسطہ یا کلی اور مستقل کی نفی سے بخیل نہیں ٹھہرتے۔ تو علم غیب عطائی یا جزی اور غیر مستقل کی نفی سے آپ کیسے بخیل ٹھہر گئے!

۳- اعلیٰ حضرت بریلوی کا دعویٰ خاص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب عطائی، جزی اور غیر مستقل پر بخیل نہیں — مگر دلیل عام ہے جو عطائی اور ذاتی، کلی اور جزی، مستقل اور غیر مستقل سب کو شامل ہے —— چونکہ

اس دعوی اور دلیل میں مطابقت نہیں ہے اس لئے : یہ دعویٰ ہی خارج ہے

۴- یہاں غیب سے مراد وحی، انباءِ غیب، اطلاعِ غیب اور اظہارِ غیب ہے نہ کہ علم غیب!

چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ

۱- قال قتادة کان القرآن غیباً فانزله الله علی محمد فما ضن به علی الناس بل نشرہ و بلغه و بذله لکل من ارادہ (صہ۴۸۰ ج ۴)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ قرآن غیب تھا اللہ نے اس کو حضور پر نازل فرمایا پس حضور نے اس کو لوگوں تک پہنچانے میں کوئی بخل نہیں فرمایا بلکہ اس کی نشر و اشاعت میں نہایت درجہ کوشش فرمائی۔

۲- تفسیر مدارک میں ہے کہ " لا یبخل بالوحی کما یبخل الکهان" یعنی حضور کاہنوں کی طرح وحی میں بخل نہیں فرماتے۔

۳- تفسیر کبیر میں ہے کہ

" والغیب ههنا القرآن وما فیه من الانباء والقصص" یعنی غیب سے مراد یہاں قرآن، اخبار اور قصص ہیں۔

نہ کہ جملہ مکنونات قلم و مکتوبات لوح اور علم ما کان و ما یکون و مالم یکن ہے

۴- شاید اسی احتیاط کے پیش نظر حضرت ابن عباس رض و کثیر قراء بضنین کو بظنین ظا کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ جس کے معنی بالاتفاق تہمت کے ہیں ای لیس بمتہم بالغیب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب کی تہمت نہیں،

امام رازی فرماتے ہیں کہ :— فنفی التہمة اولی من نفی البخل، یعنی تہمت کی نفی زیادہ بہتر ہے بنسبت بخل کی نفی کے، ؎

بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

حاضر و ناظر

ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونا فقط ایک اللہ رب العزت ہی کی شایان شان ہے اور بس، اُس کے علاوہ دوسرا کوئی ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر نہیں اور نہ ہی یہ کسی کے اپنے بس اور اختیار کی بات ہے اور نہ کسی کے یہ مناسب، مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے ہیں کہ :۔

"اولیاء اللہ اگر چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ (ملفوظات ص ۱۱۳ ج ۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ :۔

"جب کرشن کنہیا کافر ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا تو فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو تو کیا تعجب ہے۔ یہ ذکر کر کے فرمایا۔ کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں، حاشا! بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے۔ (ملفوظات ص ۱۱۴ ج ۱)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑ گئی، یہ نظر اول تھی بلا قصد تھی، دوبارہ پھر آپکی نظر اٹھ گئی۔ اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیر و مرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں احمد! عالم ہو کر؟ انہیں سیدی احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز دباغ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری بیوی سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہیئے۔ عرض کیا: حضور اس وقت وہ سو رہی تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال رہی تھی عرض کیا: ہاں۔ آپکو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا، ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا، تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔ (ملفوظات ص ۵ ج ۲)

مفتی احمد یار خاں بریلوی گجراتی نے تو انتہاء ہی کر دی، فرماتے ہیں کہ :۔

"خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا کی ہی شان ہے"

"جاء الحق ص ۱۵"

مذکورۃ الصدر عبارات میں "دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کرنا"، خالی پلنگ پہ پیر و مرشد [illegible] اور ہر آن مرید کے ساتھ رہنا، یا ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا کی ہی شان ہے۔ [illegible] بڑے خاصے قابل غور اضافے ہیں۔ جو اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان کی ذریت [illegible] عقیدہ حاضر و ناظر کی بہت حد تک غمازی کرتے ہیں۔

اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی بڑی جرأت اور جسارت کے [illegible] اپنے اس غلط اور باطل عقیدے کو ثابت کرنے کی غرض سے قرآن تک کو [illegible] مشق بنانے سے نہیں چونکتے۔ بلکہ جمہور مترجمین اور شارحین کے انداز [illegible] اور تفسیر سے ہٹ کر فرماتے ہیں کہ :۔

[illegible] النبی انا ارسلنک شاھداً، (پ ۲۲۔ احزاب ۴۵)

[illegible] غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر۔

ترجمہ کنز الایمان ص ۵۰۳

[illegible] جگہ فرماتے ہیں کہ :۔

۲- انا ارسلنٰک شاھداً و مبشراً و نذیراً ۔ (۸ الفتح ۴۸)

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا ۔

(ترجمہ کنز الایمان صفحہ ۹۰۸)

اور تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ :-

۳- انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً ۔ (۱۵ مزمل ۷۳)

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے ۔ (ترجمہ کنز الایمان صفحہ ۶۸۴)

قارئین کرام !

لفظ شاہد کے معنیٰ حاضر و ناظر اعلیٰ حضرت بریلوی کے علاوہ نہ کسی مترجم نے لئے اور نہ کسی مفسر نے ـــــ یہ اختراع اگر ہے تو صرف اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کی ہے اور بس۔ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ لفظ شاہد قرآن مجید میں کوئی انہی مقامات پر ہی استعمال نہیں ہوا بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بیسیوں مقامات ایسے ہیں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے ـــــ مگر اعلیٰ حضرت بریلوی وہاں ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ بلکہ انتہائی بے ترجمگی اور لاپرواہی کے ساتھ چپکے سے گزر گئے۔ ملاحظہ ہو۔

۱- وشھد شاھد من اھلھا (۲۶- یوسف ۱۲)

اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے گھر والوں میں سے۔

(ترجمہ کنز الایمان صفحہ ۳۸۴)

۲- وشھد شاھد من بنی اسرائیل علیٰ مثلہ ـ (۱۰- احقاف ۴۶)

اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا۔

(ترجمہ کنز الایمان صفحہ ۸۹۵)

۳- وشاھد ومشھود ۔ ۳- بروج ۸۵ ۔

اور اس دن کی جو گواہ ہے، (کنز الایمان صفحہ ۱۰۴۲)

مذکور الصدر آیات میں لفظ شاہد کا ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے کہیں بھی حاضر و ناظر نہیں فرمایا حالانکہ گواہ بھی تو بقول ان کے حاضر و ناظر ہی ہوتا ہے۔

اب ہماری اعلیٰ حضرت بریلوی سے درخواست ہے کہ وہ یا تو ان یہودی نژاد شاہدوں اور اصحاب الاخدود کافروں کو بھی حاضر و ناظر تسلیم فرمائیں اور یا شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنا چھوڑ دیں۔

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

قارئین کرام !

کم از کم ہماری سمجھ سے تو یہ بات بہت ہی بالا اور بلند ہے کہ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر ہے اس لئے کہ بہت سے حاضر ایسے ہوتے ہیں جو ناظر نہیں ہوتے۔ جیسے اندھے،

ہمارا اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت سے سوال ہے کہ آپ حاضر اور سامع ـــ یا ناظر اور متکلم ـــ نیز حاضر اور متصرف وغیرہ کیوں نہیں کہتے؟ جب کہ ہر حاضر میں ان اوصاف میں سے کسی ایک وصف کا نہیں بلکہ متعدد اوصاف کا پایا جانا ممکن ہے ـــ مثلاً ایک حاضر ـــ ناظر، متکلم اور متصرف بھی ہو سکتا ہے۔

جب یہ درست ہے اور بالکل درست ہے تو پھر حاضر و ناظر کی بے معنیٰ اور
اصطلاح کے کیا معنیٰ ؟
آپ تعجب فرمائیں گے کہ احادیث میں اللہ رب العزت کو حاضر ” کے نام
تو یاد کیا گیا ہے۔ مگر ——— حاضر و ناظر — کہیں نہیں فرمایا گیا، دیدہ
لیکن اعلیٰ حضرت بریلوی کو ان دلائل و براہین سے کیا غرض — ان ۷
قیاس تو — کرشن کنہیا — اور شیطان کا متعدد جگہ موجود ہونا ہے —
دس ہزار جگہ کی دعوت ،

ع — برایں عقل و دانش بباید گریست

آئیے اب قرآنی تعلیمات و ہدایات کا بھی ایک نظر جائزہ لیں کہ وہ اس سلسلہ
ہماری کیا راہنمائی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱- مایکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو
سادسھم ولا ادنیٰ من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم این
ما کانوا ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیامۃ ان اللہ بکل
شیءٍ علیم۔ ۷ مجادلہ ۵۸ ۔

کوئی سرگوشی تین میں ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا اللہ نہ ہو اور نہ ا
جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر یہ کہ وہ ان کے
ہی ہوتا ہے۔ خواہ وہ کہیں ہوں پھر وہ ان کو ان کے کرتوت قیامت
دن جتلا دیگا بیشک اللہ کو ہر چیز کی پوری خبر ہے۔
مذکورۃ الصدر آیت بتا رہی ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہونا صرف
رب العزت ہی کی شایان شان اور اختیار میں ہے۔ دوسرے کسی کے لئے
مناسب ہے اور نہ ممکن، بایں ہمہ بطور کرامت کسی ولی کا متعدد مقامات

ہونا ممکن تو ہو سکتا ہے۔ مگر اختیار میں نہیں — اس لئے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی
تسلیم فرماتے ہیں کہ :-

” کرامات اولیاء اختیاری اور کسبی نہیں ہوتیں “

ملفوظات ص۱۳ ج ۴)

نیز یہ آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ ہر مجلس کا دوسرا یا تیسرا صرف اللہ ہی ہوتا ہے
اور پیر و پیغمبر نہیں اور نہ ہی کوئی کرشن کنہیا نہ تیج محمد — اور نہ کوئی فرشتہ
اور شیطان — بلکہ یہ صرف اعلیٰ حضرت بریلوی کا خبط ہے یا مغالطہ اور
ایلہ با لتعصب ،

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ :-

ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن
ان اللہ معنا ، (۴۰ توبہ ۹)

دو میں سے ایک وہ تھے جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے
کہہ رہے تھے کہ فکر نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہے۔
یہ آیت بھی پہلی آیت کی طرح بتا رہی ہے کہ ہر وقت ، ہر جگہ ساتھ رہنے والی
صرف اللہ رب العزت ہی کی ذات بابرکات ہے اور کوئی نہیں۔
ہجرت کی رات غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عقیدہ کی مشق اپنے
یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کروا رہے ہیں کہ ابو بکر
گھبرانے کی کیا بات ہے ہم یہاں دونوں تنہا نہیں بلکہ ان اللہ معنا اللہ رب العزت
بھی ہمارے ساتھ ہیں -

وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم
وما کنت لدیھم اذ یختصمون - (۴۴ آل عمران ۳)

اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جب وہ پھینک رہے تھے اپنی قلمیں کہ
کون کفیل ہو مریم کا اور آپ نہیں تھے اُن کے پاس جب وہ باہم جھگڑ
رہے تھے۔

۴- وما كنت لديهم إذ اجمعوا امرهم وهم يمكرون۔
(۱۰۲-یوسف-۱۲)

اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جب اتفاق کر لیا تھا انہوں نے اپنی بات پر
اور وہ فریب کر رہے تھے۔

۵- وما كنت بجانب الغربي اذ قضينا الى موسى الامر وما كنت
من الشاهدين۔ (۴۴-قصص-۲۸)

اور نہیں تھے آپ طور کے مغربی جانب جب کہ ہم نے فیصلہ کیا موسیٰ کے لئے
رسالت کا اور نہ ہی تھے آپ اس وقت حاضر"

مذکورۃ الصدر آیات کی نسبت علامہ ابن کثیر رقم طراز ہیں کہ :-

" وما كنت حاضراً عندهم ولا مشاهداً لهم ۔ یعنی آپ نہ ان کے
پاس حاضر تھے اور نہ آپ ان کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔

★ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ :-

" وما كنت يا محمد عند بني يعقوب " یعنی اے محمد صلی
اللہ علیہ وسلم آپ اس وقت بنی یعقوب کے پاس موجود نہیں تھے۔

★ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ :-

" وما كنت من الحاضرين هناك ، یعنی آپ وہاں
حاضر نہیں تھے :- (تفسیر المقباس صـ۲۴۲)

★ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب

خود فرماتے ہیں کہ :-

" اور اس وقت تم حاضر نہ تھے " ترجمہ کنزالایمان صـ۴۶)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی محشی ترجمہ کنزالایمان فرماتے ہیں کہ اس سے
مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

★ صاحب تفسیر کبیر علامہ امام فخر الدین رازی " وما كنت من الشاهدين "
کے تحت رقمطراز ہیں کہ :-

" والخطاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم وما كنت حاضراً
المكان الذي اوحينا فيه الى موسى عليه السلام۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ وہاں موجود نہیں تھے
جہاں موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہو رہی تھی پھر فرماتے ہیں کہ۔

یہاں وما کنت کہہ کر حاضر کی نفی فرمائی جا رہی ہے اور من الشاہدین فرما
کر ناظر کی اس لئے کہ یہاں شاہد بمعنی مشاہد کے ہے۔
(تفسیر کبیر صـ۲۵۶ ج ۲۴)

اے چشم اشکبار ذرا سوچ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر ہی نہ ہو

۶- واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك۔
(۱۰۳-نساء ۴)

اور جب آپ ان میں موجود ہوں پھر پڑھائیں ان کو نماز تو کھڑا ہو ایک گروہ
ان میں سے آپ کے ساتھ"۔

مذکورۃ الصدر آیت میں صلوٰۃ الخوف کا طریقہ ذکر فرمایا جا رہا ہے مگر امام ابو یوسف
اس نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دے کر منسوخ کے دعویدار ہیں۔

یعنی صلوٰۃ الخوف کا وجود فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود ہونے تک ہی تھا اور بس،

بالفرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہمیشہ اپنی امت میں حاضر و ناظر رہنا تھا تو پھر اس اختلاف کے کیا معنی ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

۷۔ قال لا تخافا انني معکما اسمع واریٰ ، (۴۶ طٰہٰ ۲۰)

اللہ نے فرمایا کہ تم ڈرو نہیں میں بھی تمہارے ساتھ ہوں سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی،

اس آیت میں جہاں ہر وقت ساتھ رہنا صرف اللہ رب العزت ہی کی خصوصیت ذکر فرمائی گئی ہے وہاں یہ بات بھی پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ بتا دی گئی ہے کہ حاضر و ناظر، کوئی قرآنی یا اسلامی اصطلاح نہیں بلکہ یہ نفسانی یا رضا خانی اصطلاح ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں تو سامع کے ساتھ ناظر ذکر فرمایا گیا ہے، نہ کہ حاضر،

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت ہے کہ برملا حاضر و ناظر ہی الاپے جا رہی ہے، اور قرآن ان دونوں کے برخلاف وھو معکم اینما کنتم کے فیصلہ کن اعلان کی داد ہر قاری و سامع سے لئے جا رہا ہے۔ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا،

قارئین کرام!

ہمارے نقطۂ نظر سے تو مسئلہ حاضر و ناظر کی ایجاد ہی معراج النبیؐ،

ہجرت النبیؐ، اور غزوات النبیؐ وغیرہ کے اہم اور مہتم بالشان واقعات کے انکار کے لئے کی گئی ہے ورنہ حاضر و ناظر کو معراج، ہجرت اور غزوات وغیرہ سے کیا نسبت!

اللہ رب العزت بالاتفاق ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں ــــ بھلا کبھی کسی نے اللہ رب العزت کی نسبت بھی یہ سنا یا پڑھا ہے کہ وہ ذاتِ والاصفات فلاں لڑائی میں شریک ہوئی اور فلاں میں نہیں، فلاں فلاں جگہ کا انہوں نے سفر کیا ہے اور فلاں فلاں جگہ نہیں۔ فلاں شہر اللہ رب العزت کا دارالمہاجرت ہے۔ اور فلاں شہر نہیں،

قارئین کرام!

یہ بے معنی بلکہ بیہودہ تقریر اور تحریر آپ نے کبھی بھی نہ سنی ہوگی اور نہ پڑھی ہوگی اس لیے کہ وہ ذات والاصفات تو ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے۔ اور ہر وقت، ہر جگہ موجود رہنے والی ذات کی طرف ایسی باتوں کی نسبت بلاشبہ بیہودگی ہے۔ بخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کا معراج کو جانا، پھر واپس تشریف لانا، ہجرت فرمانا، اور غزوات میں شرکت فرمانا وغیرہ وغیرہ ایسے عنوانات ہیں جن پر ارباب سیر نے مستقل طور پہ ابواب قائم فرمائے، اور انکی تفصیلات کو نہایت محنت اور جانفشانی سے مدلل اور ادر مستند انداز میں قلم بند فرمایا ــــ

مورخین کی ان کوششوں کا مقبول اور محمود ہونا موقوف ہی اس پر ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔

جمہور اہل السنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم ــــ عرش بریں سے بھی زیادہ افضل ہے۔

ع ۔ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

اُس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ روضہ اطہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بنفس نفیس ہر وقت موجود ہیں ——— بخلاف اللہ رب العزت کے کہ
وہ فقط عرش پر ہی نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔ عرش غیر عرش
کی کوئی تخصیص نہیں۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عرش دوسری جگہوں کی نسبت اُس کے جلال اور
جمال کا مظہر ضرور ہے، مگر اُس کی ذات کا مسکن اور مستقر نہیں۔ کیونکہ وہ تو ہر وقت
ہر جگہ موجود ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ؎

نال یقین کمال مکمل ایہہ گل ثابت ہوئی
دونہی جہانیں حاضر ناظر اللہ بھاج نہ کوئی

ایک سوال :- ہمارا اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان کی ذریت سے سوال ہے کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی کیفیت متعین کریں اور بتائیں کہ

۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر حاضر و ناظر ہیں — یا روحانی طور پر ؟
۲- علمی طور پر حاضر و ناظر ہیں — یا ذکر و شہرت کے طور پر ؟
۳- اللہ رب العزت کی طرح حاضر و ناظر ہیں — یا کرشن کنہیا اور شیطان
کی طرح ؟ معاذ اللہ۔
۴- ہمیشہ سے اور ہمیشہ حاضر و ناظر ہیں — یا کبھی کبھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں ؟
۵- حاضر و ناظر ہونا یہ اُن کے اپنے اختیار اور قدرت میں ہے — یا کہ اللہ
کی مرضی اور مشیت سے بلا اختیار اور بلا اطلاع ہنگامی طور پر بطور معجزہ
یا کرامت حاضر و ناظر کر دیئے جاتے ہیں ؟

قارئین کرام !
آپ دیکھیں گے کہ جتنے منہ اتنی باتیں، جتنی قلمیں اتنی دواتیں، ہر ایک

جواب دوسرے سے مختلف اور ہر ایک کی تعبیر دوسرے سے علیحدہ ؎

اک سوال اور سینکڑوں ان کے جواب
ہم سے کچھ غیروں سے کچھ دربان سے کچھ

یہ ہے اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کا دین اور مذہب جو
اُن کی اپنی کتابوں سے ظاہر ہے، جس پر مضبوطی سے قائم رہنے کو وہ ہر فرض
سے اہم ترین فرض قرار دے رہے ہیں۔ ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

حرفِ آخر :- اب ہم زیر بحث مسئلہ کو مسلم شریف کی ایک روایت
اور فتاویٰ بزازیہ کی ایک عبارت پر ختم کرتے ہیں —
جو بحث مسئلہ میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں ملاحظہ ہو۔

روایت : وددت انا قد راینا اخواننا قالوا اولسنا اخوانک
یا رسول اللہ قال انتم اصحابی و اخواننا الذین لم یأتوا بعد
فقالوا کیف تعرف من لم یأت بعد من امتک یا رسول اللہ۔
(مسلم شریف ص۱۲۷ ج ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میری خواہش تھی کہ ہم
اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا، صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ؟
فرمایا تم میرے صحابی ہو، اور بھائی وہ ہیں جو ابھی تک دنیا میں آئے نہیں،
صحابہ نے عرض کیا کہ جو ابھی تک آئے نہیں، آپ ان کو قیامت کے دن کیسے
پہچانیں گے ؟

قارئین کرام ! بالفرض اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے، یا حاضر نہیں

بلکہ صرف ناظر ہی ہوتے تو یہ تمنا اور آرزو کبھی نہ فرماتے — مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ تمنا فرما رہے ہیں۔

عبارت:- قال علماءنا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر۔

ہمارے علماء کا فرمان ہے کہ جو شخص کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں ایسا شخص کافر ہے۔

(بنازیہ برحاشیہ عالمگیری ص۳۲۶ ج ۶)

نبوّت اور اُس کے متعلقات

اسلامی نقطہ نظر سے لفظ نبوت کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے سب سے بڑے عہدے — عہدۂ رسالت پر ہوتا ہے — ویسے بھی یہ عہدہ وہ عظیم عہدہ ہے۔ جس کی ہمسری اور برابری دوسرا کوئی عہدہ نہیں کر سکتا۔
جمہور علماء امت کے نزدیک پوری کائنات اس عظیم عہدہ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پطرس بخاری اسی کو "ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر" سے تعبیر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی عہدہ اور منصب وہ عہدہ اور منصب ہے جس کے سامنے حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ جیسے اجلہ اولیاء کرام بھی اپنی حیثیت کو بھول جاتے ہیں ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی جرأتوں اور جسارتوں کی داد دیجئے ایک جگہ جذبہ نمائش اور خود نمائی کے پیش نظر اپنے مذہبی تشخص یا بالفاظ دیگر اپنے ذاتی تعصب کا اظہار کس حسین پیرایہ میں فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

امام الانبیاء کی امامت کا دعویٰ،

فرماتے ہیں کہ — مولوی برکات احمد — کے انتقال کے دن مولوی سیّد

امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لیے جاتے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے ــــ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔"

(ملفوظات صـ ۲۲ ج مطبوعہ نظامی پریس بدایوں)

مذکورۃ الصدر عبارت میں خط کشیدہ الفاظ خاصے توجہ طلب اور قابلِ غور الفاظ ہیں ــــ ہم بالترتیب ان کا تجزیہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) "مولوی برکات احمد و مولوی امیر احمد" کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی میں حسد اور رقابت کا مرض بہت زیادہ تھا ــــ ورنہ بریلوی دین و مذہب کی ڈکشنری میں ایسے مبارک اور بزرگ افراد کے لیے القاب کی کوئی کمی نہیں تھی ــــ یا پھر اعلیٰ حضرت بریلوی کا بیجا تعصب اور بخل ہے ورنہ "مولوی" بھی کوئی تعبیر ہے؟ خصوصاً اس آدمی کے لئے جو زیارتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا جس کے جنازہ میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شرکت فرمائیں ــــ ہمارے نقطۂ نظر سے ایسے آدمی کو جنیدِ وقت، عارف باللہ، عاشقِ رسول اور فنار فی الشریعت وغیرہ القاب سے یاد کرنا چاہیئے تھا ــــ نہ کہ صرف مولوی برکات احمد اور مولوی امیر احمد سے،

۲- مرحوم اعلیٰ حضرت بریلوی نے مولوی امیر احمد ناقلِ واقعہ کو مرحوم قرار دے کر اصل مدعا ہی ختم کر دیا تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری ورنہ مولوی امیر احمد کے حیات ہونے کی صورت میں احتمال تھا کہ کوئی اصل واقعہ کی چھان بین کرے

اور نتائج نہ معلوم کیا نکلیں،

۳- خواب میں زیارتِ اقدس سے مشرف ہوئے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی عام لوگوں کے خواب کی حجیت کے بھی قائل ہیں، بالفرض اگر کسی اور کے لیے نہیں تو کم از کم اعلیٰ حضرت بریلوی کے محامد اور محاسن تو ضرور اس ذریعہ علم سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ جمہور علمار کے نزدیک گو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

۴- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا اور لے جانا، اعلیٰ حضرت بریلوی کے مسئلہ حاضر و ناظر کی خوب قلعی کھول رہا ہے۔ بشرطیکہ دیدہ عبرت نگاہ ہو،

۵- الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا، انتہائی ناپاک اور نامناسب فقرہ ہے اس پر الحمد اللہ نہیں بلکہ نعوذ باللہ پڑھنا چاہیئے تھا نیز اس جنازہ کو مبارک نہیں بلکہ منحوس قرار دینا چاہیئے تھا ــــ کیونکہ امام الانبیاء سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں امامت فضیلت نہیں۔ اہانت ہے، ادب نہیں۔ گستاخی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کو بھی اس کی جرأت نہ ہوئی ــــ اور نہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ آپ کے حکم کے باوجود آپ کی موجودگی میں مصلی امامت پر ٹھہر سکے۔ مگر افسوس کہ یہ قرعہ بد اور فالِ نامسعود اگر حصہ میں آیا تو اعلیٰ حضرت بریلوی کے آیا۔

ع۔ تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل

۶- مزے کی بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے احباب اور اخلاف کو اس گستاخی کا احساس بہت عرصہ بعد جاکر ہوا۔ مگر جب کوئی تعبیر اور توجیہ

نہ بن پڑی تو لاچار عبارت میں یوں تحریف فرمائی کہ :-

" الحمد للہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھا"۔

ملفوظات ص۱۳۲ ج ۲ مطبوعہ کامیاب
دار التبلیغ ۳۸ - اردو بازار لاہور

قارئین کرام! مذکورالصدر تحریف ہمارے اس دعویٰ کی بین دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نہ صرف یہ کہ اپنے دل میں بے ادبی اور گستاخی کے جذبات رکھتے ہیں بلکہ حسد، تعصّب اور بغض میں بھی اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ اور تو اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو بھی آمادہ نہیں ہیں —

خسر الدنیا والاخرۃ ذالک ھو الخسران المبین ۔

★ یہاں خصوصیت کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حاضری کوئی روحانی حاضری نہیں تھی کیونکہ یہ تو پہلے ہی سے ہے، بلکہ اس حاضری سے مراد وہ جسمانی حاضری ہے جس کا اعلیٰ حضرت اس خصوصیت کے ساتھ علیحدہ ذکر فرما رہے ہیں۔ مگر [اس کے] ہوتے ہوئے بھی اعلیٰ حضرت کا نماز پڑھانا، یقیناً بہت بڑی بے ادبی اور سنگین گناہ [ہے]

ع اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

"شانِ اقدس میں گستاخی کا ایک اور انداز"

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب ——— [اپنے] مذہبی مولوی برکات احمد کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ :-

" جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلامبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب

پائی تھی"۔ ملفوظات ص۲۲ ج ۴ مطبوعہ لاہور

مذکورالصدر عبارت میں مولوی برکات احمد ——— یا انکی قبر کی خوشبو کو سید [عالم] صلی اللہ علیہ وسلم ——— یا آپ کے روضہ انور کی خوشبو کے برابر قرار دینا صریح بے ادبی نہیں تو اور کیا ہے؟

ع- چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہمیں افسوس ہے کہ نظیر نبی کو کفر قرار دینے والے ——— نیز محال بالذات [کو] تحت قدرت ہی نہیں ——— کہنے والے — ملفوظات ص۱۹۶ ج ۳،
[اور] اس سب کچھ پر مستزاد یہ کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات اور صفات [میں] وحدہٗ لاشریک قرار دینے والے — بہار شریعت ص۱۸ ج ۱،
[...]بیت، اعلیٰ حضرت بریلوی کی اس گستاخی پر بالکل ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

[یہ] ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کا دین و مذہب جو انکی اپنی کتابوں سے [...] اسی پر مضبوطی سے قائم رہنے کو وہ ہر فرض سے اہم ترین فرض قرار دیتے [...] تشریف لے گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین کرام!

ہم یہاں اعلیٰ حضرت بریلوی کی چابکدستی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے [...] حاضرہ کے ہوشیار ترین اور چالاک انسان تھے ——— انکی مذکورالصدر [...] عبارت بلامبالغہ غلام احمد قادیانی کے اُس تعویذ کی عبارت سے [...] نہیں ہے۔ جو وہ لڑکے اور لڑکیوں کے خواہشمند لوگوں کو دیا کرتے تھے [...] نہ لڑکی، اس تعویذ کے بعد اگر کسی کے لڑکا ہو جاتا تو کہتے کہ میں نے

یہی لکھا تھا کہ لڑکا ——— نہ لڑکی اور اگر کسی کے لڑکی ہو جاتی تو کہتے کہ میں نے بھی تو یہی لکھا تھا کہ لڑکا نہ ——— لڑکی ——— بالفرض اگر کسی کے کچھ بھی نہ ہوتا تو فرماتے کہ دیکھو تعویذ میں بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ لڑکا نہ لڑکی ——— مذکور الصدر عبارت میں اعلیٰحضرت بریلوی نے بھی ایسی ہی چالاکی کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ ——— جب میں ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔

(ملفوظات)

سوال یہ ہے کہ یہ خوشبو مولوی برکات احمد کی تھی یا انکی قبر کی جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی روضہ انور کی خوشبو یا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کے برابر قرار دے رہے ہیں"

بہر کیف جو صورت بھی ہو ہمارے نقطۂ نظر سے وہ گستاخی اور بے ادبی سے خالی نہیں ہے، جمہور اُمت کے عقیدہ کی رو سے نہ حضور کی آنکھ جیسی کسی کی آنکھ اور نہ ہاتھ جیسا کسی کا ہاتھ نہ شہر جیسا کسی کا شہر اور نہ ملک جیسا کسی کا ملک، نہ قبر جیسی کسی کی قبر اور نہ خوشبو جیسی کسی کی خوشبو،

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی عقیدت و محبت کے پردے میں گستاخی و بے ادبی کی کند چھری سے سادہ لوح مسلمانوں کو گستاخی و بے ادبی کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں ؎

بڑھ رہے ہیں کوئی ان کو روکنے والا ہی نہیں
بک رہے ہیں کوئی ان کو ٹوکنے والا ہی نہیں
دل میں رہ رہ کر میرے یہ سوال اٹھتا ہے آج
سو برس میں کر سکی ہے قوم کیا ان کا علاج

توہین رسالت مآب کی ایک اور تعبیر :

جسمانی معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسّی معجزات میں سے سب سے اہم شاہکار معجزہ ہے ——— ویسے بھی آن کی آن میں کروڑوں میلوں کی مسافت طے فرما جانا کوئی معمولی بات نہیں ——— حقیقت یہ ہے کہ اتنا عظیم اور عظیم بالشان سفر کسی آدمی کی طاقت اور اختیار کا مسئلہ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس مثالی سفر کی نسبت براہ راست اپنی ہی طرف فرمائی ——— ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً - (۱ - بنی اسرائیل ۱۷)

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندہ کو راتوں رات، "سبحٰن"، یعنی وہ ذات اپنے اس منصوبے کی تکمیل میں کسی معاون اور مددگار، یا کسی تکیے اور سہارے کی محتاج نہیں۔

"اسریٰ بعبدہٖ" یعنی اُس اکیلے معبود نے اپنے یکتا محبوب کو بلا شرکت و مداخلت، غیرے، سیر کرائی۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ اس سفر کا کرانے والا اور اس عجیب معجزہ کو تکمیل تک پہنچانے والا صرف اور صرف حق تعالیٰ خود تھا ——— اور کوئی نہیں۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے ہیں کہ :-

"تفریح الخاطر وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پہ پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش

پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جاتے
وقت ایسا ہوا،، ہے

تھا تمہارا دوشِ اطہر —— زینہ پائے پیمبر
جب گئے عرشِ بریں پر —— المدد یا عبد قادر

—— فتاویٰ افریقہ ص ۴۲

قارئین کرام!

کتنی بڑی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ پانچ سو برس بعد پیدا ہونے والا ایک امتی —— جو عہد رسالت کے امتیوں (صحابہ کرام) سے ہزاروں درجہ کم اور علم و فضل میں بھی اُن سے ہر طرح چھوٹا —— اپنے نبی امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس سفرِ خاص میں کندھا یا سہارا دے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
ہمارے خیال میں اِس سے بڑھ کر رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوات کی اور کوئی توہین نہیں ہوسکتی —— نہ یہ کہ حضورؐ کی توہین ہے —— بلکہ خلفاء راشدینؓ عشرہ مبشرہؓ —— اصحاب بدرؓ —— اصحاب بیعت رضوان —— کی بھی توہین ہے
بالفرض اگر یہ کوئی شرف تھا تو اس شرف کے اولین مستحق صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے —— نہ کہ پانچ سو برس بعد پیدا ہونے والا —— خدا تعالیٰ کا ایک بزرگ ترین بندہ موسوم بہ عبدالقادر جیلانی رحؒ —— جو نہ صحابی اور نہ تابعی —— نہ ان کا ذکر قرآن میں اور حدیث میں!

علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ کی یہ روحانی معاونت یا امداد بلا مبالغہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کو —— روحانی یا منامی معراج ثابت کرنے کی ناپاک کوشش ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی اس کوشش سے اگر اور نہیں تو کم از کم غلام احمد قادیانی کو تو ضرور تقویت پہنچتی ہے

اند کے با تو گفتم و لیک ترسیدم
کہ آزردہ دل نشوی ورنہ سخن بسیار است

حضرت ادریس علیہ السلام پر بلیک میل کرنے کا الزام،،

اعلیٰ حضرت بریلوی حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"ایک بار آپ دھوپ کی شدت میں تشریف لئے جا رہے تھے دوپہر کا وقت تھا آپ کو سخت تکلیف ہوئی۔ خیال فرمایا کہ جو فرشتہ آفتاب پر موکل ہے اُس کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی۔ عرض کی اے اللہ اُس فرشتہ پر تخفیف فرما فوراً دعا قبول ہوئی اور تخفیف ہوگئی۔ اُس فرشتہ نے عرض کیا یا اللہ مجھ پر تخفیف کس طرف سے آئی ارشاد ہوا میرے بندے ادریس نے تیری تخفیف کے واسطے دعا کی میں نے اس کی دعا کو قبول فرما لیا عرض کی مجھے اجازت دے کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں اجازت ملنے پر حاضر ہوا تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا حضرت کوئی مطلب ہو تو ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ایک مرتبہ جنت میں لے چلو عرض کی یہ تو میرے قبضے سے باہر ہے۔ لیکن عزرائیل ملک الموت سے میرا دوستانہ ہے ان کو لاتا ہوں شاید کوئی تدبیر چل جائے۔ غرض عزرائیل علیہ السلام آئے آپ نے اُن سے فرمایا انہوں نے عرض کیا حضور بغیر موت کے تو جنت میں جانا نہیں ہوسکتا، فرمایا روح قبض کرلو انہوں نے بحکم خدا ایک آن کے لئے روح قبض کی اور فوراً جسم میں ڈال دی آپ نے فرمایا مجھ کو دوزخ و جنت کی سیر کراؤ حضرت عزرائیل علیہ السلام دوزخ پر لائے طبقات جہنم کھلوائے آپ دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے عزرائیل علیہ السلام وہاں سے لے آئے جب ہوش ہوا تو عرض، کیا یہ تکلیف آپ نے اپنے ہاتھوں سے اٹھائی پھر جنت میں لے گئے وہاں کی سیر

کرنے کے بعد عزرائیل علیہ السلام نے چلنے کے واسطے عرض کیا آپ نے التفات
نہ فرمایا پھر دوبارہ عرض کیا آپ نے جواب نہ دیا پھر جب انہوں نے عرض کیا تو
فرمایا اب چلنا کیسا جنت میں آکر بھی کوئی واپس جاتا ہے۔

(ملفوظات ص۵ ج ۴)

اعلیٰ حضرت بریلوی کی بیان کردہ مذکور الصدر یہ حکایت نہ قرآن مجید
کی کوئی آیت ہے اور نہ بخاری ومسلم کی کوئی روایت۔ بلکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں
کی اسرائیلیات کی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی کی رفضائیات سے ہے۔

★ قرآن مجید حضرت ادریس علیہ السلام کو "صدیقا نبیا" قرار دے رہا ہے اور
اعلیٰ حضرت بریلوی انکو حیلہ گر۔ بلیک میلر، تقیہ باز اور وعدہ خلاف قرار دے
رہے ہیں۔ معاذاللہ۔

★ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت ادریس علیہ السلام سے
چوتھے آسمان پر ملاقات فرمارہے ہیں — اور وہ خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی قیادت میں نماز پڑھنے کے لیے بیت المقدس پہنچ رہے ہیں — مگر
اعلیٰ حضرت بریلوی ان کو جنت کا باسی قرار دیکر — اور جنت میں
آکر بھی کوئی واپس جاتا ہے؟ کا قائل گردان کر ان کو ان اعزازات سے محروم
کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

★ خصوصاً اس وقت جب کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اُن کو خود بھی آسمان کا باسی
جگہ تسلیم فرما چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:—

"چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ابھی ایک آن کے لئے
بھی موت طاری نہیں ہوئی۔ دو آسمان پر سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دو زمین پر سیدنا الیاس علیہ

الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(ملفوظات ص۶۶ ج ۴)

★ علاوہ ازیں آپ اعلیٰ حضرت بریلوی کی بیان کردہ اس حکایت کی صحت
کا اندازہ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ یہاں فرمادیا "جن پر ایک
آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی" اور وہاں اس حکایت کے ضمن
میں فرمادیا کہ "انہوں نے بحکم خدا ایک آن کے لئے روح قبض کی":

خرد کا نام جنوں رکھدیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پھر قطع نظر ان تمام تضادات کے فرشتوں کی فرض شناسی اور اطاعت گزاری
پر کیا روشنی پڑی؟ کیا آپ فرشتوں کو بھی اپنی طرح کا چکر باز اور فریب کار تصور فرماتے
ہیں۔ معاذاللہ۔

قرآن مجید تو کہتا ہے کہ:—

وما نتنزل الا بامر ربك (۶۴-مریم ۱۹)

وہ تو اللہ کی اجازت کے بغیر نازل بھی نہیں ہو سکتے۔

اور "لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون"

(۶- تحریم -۶۶)

اور اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی بھی نہیں کرتے بلکہ کرتے
بھی وہی ہیں جس کا انکو حکم دیا جاتا ہے۔ (۶-تحریم-۶۶)

ادھر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ وہ بالا بالا حضرت ادریس علیہ
السلام کو جنت میں لے گئے اور حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں جاکر اڑ گئے
اور باہر تشریف لانے سے منحرف ہو گئے۔ (معاذ اللہ)

۵ باز آؤ ظالموں اب بھی جفا و جور سے
کر لو کچھ اپنی حفاظت آنے والے دور سے

رسولوں کی شہادت سے انکار

شہادت کی موت سب سے اعلیٰ اور ارفع موت ہے — دوسری کوئی موت شہادت کی موت کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتی — بلاشبہ شہادت ہی وہ موت ہے جس کی تمنا اور آرزو خود سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی — اور عامۃ الناس کو بھی اس کی تمنا اور آرزو کرنے کے متعلق فرمایا

شہادت ہے مقصود، مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

قرآن مجید شاہد ہے کہ اللہ رب العزت نے شہادت کے اس عظیم منصب سے اپنے بہت سے جلیل القدر نبیوں اور رفیع المنزلت رسولوں کو نوازا اور سرفراز فرمایا ہے۔

مگر اعلیٰ حضرت بانی بریلوی دین و مذہب فرماتے ہیں کہ :۔

” انبیاء البتہ شہید کئے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا یقتلون النبیین آیا گیا نہ کہ ویقتلون الرسل“ (ملفوظات ص۲۴ ج ۴)

سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

آئیے! اس کے برعکس قرآنی حقائق ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ قرآن اس سلسلہ میں ہماری کیا راہنمائی فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :۔

۱۔ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون ، (۸۷۔ بقرہ ۔ ۲)

پھر کیا جب کبھی لایا تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم جو نہ چاہتے تھے جی تمہارے تو تم اکڑ بیٹھے پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کر دیا۔

۲۔ قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینات وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صادقین ۔ (۱۸۳۔ آل عمران ۳)

کہہ دیجئے کہ آ چکے ہیں تمہارے پاس کئی رسول مجھ سے پہلے معجزات اور دلائل لیکر پھر تم نے کیوں قتل کر دیا انہیں اگر تم سچے تھے۔

۳۔ کلما جاءھم رسول بما لا تھوی انفسھم فریقا کذبوا وفریقا یقتلون ۔ (۷۰۔ مائدہ ۔ ۵)

جب بھی آیا ان کے پاس کوئی رسول وہ لیکر جسے نہ چاہتے تھے ان کے دل تو ایک گروہ کو انہوں نے جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔

مذکورۃ الصدر تینوں آیتوں میں پوری صراحت کے ساتھ رسولوں کے شہید کرنے کا ذکر موجود ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت بریلوی مصر ہیں کہ ”رسول کوئی شہید نہ ہوا“ بالفرض اگر اعلیٰ حضرت بریلوی شہادت کو مغلوبیت سمجھتے ہیں تو ——— ان کے محشی مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب لکھتے ہیں کہ ”شہید ہو جانا مغلوبیت نہیں غلبہ سے مراد غلبہ حجت ہے“ (حاشیہ ملفوظات ص۲۴ ج ۴)

پھر قطع نظر اس کے — اگر شہادت کی موت مغلوبیت یا عیب ہے — تو اس کی نسبت انبیاء کی طرف کیوں جائز رکھی گئی ——— اور اگر یہ خوبی ہے اور یقیناً خوبی ہے ——— تو رسول اس خوبی سے کیوں محروم ہیں۔

فیض جن کا مبلغ قیاس شیطان کا علم، اور کرشن کنہیا کی حاضری ہے — وہ کائنات عالم کی اس مسلمہ خوبی کو رسولوں میں تسلیم کرنے سے گریزاں کیوں ہیں؟ خصوصاً اس وقت جب کہ قرآن مجید رسولوں کی شہادت کا ببانگ دہل اعلان

فرما رہا ہے ،

قارئین کرام ! اندریں صورت ہم مجبور ہیں کہ اس کو اعلیٰ حضرت بریلوی کی کم علمی ، یا بدنیتی پر محمول کریں — ورنہ بتایئے کہ قرآنی حقائق کا کیا جواب ہے !

— علاوہ ازیں ہمیں شبہ ہے کہ " کنز الایمان " نامی ترجمہ قرآن - اعلیٰ حضرت بریلوی کا اپنا ترجمہ نہیں ہے — ورنہ اتنی غبابت بھی کیا ؟ کہ خود ترجمہ فرماتے ہیں — اور خود ہی یاد نہیں ہے۔

صوفیا اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ رب العزت نے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منصب سے دو طرح نوازا اور سرفراز فرمایا ہے۔

۱ - حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہما کی شہادت کے ذریعہ اس طرح کہ " انت و مالک لابی ک " یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے
گویا انکی شہادت حضور ہی کی شہادت ہے۔

۲ - بوقت وفات بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " زہر میرے کلیجہ کو کاٹ رہا ہے " یاد رہے کہ یہ وہی زہر تھی جو ایک یہودیہ نے کھانے میں ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا دی تھی — چونکہ زہر سے مرنے والا بھی شہید ہے
لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہوئے —

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا "!
(ملفوظات صـ ۲۹ ج ۴)

اس کا جواب یہی ہے کہ ؎

دن کو دیکھے اگر نہ چمگادڑ — اس میں سورج کا کون سا ہے گناہ
ایسی آنکھیں رہیں ہزار برس بھی — پر نہ سورج خدا کرے ہو سیاہ

سید الانبیاء کے سایہ سے انکار

جمہور اہل السنت والجماعت امام الانبیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کے سایہ مبارک کے قائل ہیں —— مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مافوق الفطرت مخلوق ثابت کرنے کی غرض سے سایہ مبارک کا انکار فرما رہے ہیں -

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ :-

" بے شک اس مہر سپہر اصطفا ، ماہ منیر اجتبا صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ تھا "
(نفی الفئ صـ ۲)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :-

" صغریٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں ، اور کبریٰ یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں —— جو شخص ان مقدموں کو تسلیم کریگا تو نتیجہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا آپ ہی پائے گا "
نفی الفئ صـ ۱۷

تیسری جگہ لکھتے ہیں کہ :-

" اب نہیں معلوم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لئے بھی سایہ مانے گا یا مختصر طور پر یوں کہیے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے - جسم لطیف نہ تھا - عیاذاً باللہ کثیف تھا ، اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا انکار کیوں کرتا ہے ......
لاجرم انکار ، مکابرہ کج بحثی ہے - زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں

ہے خواہ دن کو رات کہے اور شمس کو ظلمات، آخر مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے ---- یا فقط اپنے منہ سے کہہ دینا ------ مخالف کے پاس بھی کوئی حدیث ہو تو وہ بھی دکھائے۔

(نفی الفئ عمن انار بنورہ کل شی ص ۲۲)

۴۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

لیجیے جمہور اہل السنت والجماعت کے پاس ایک حدیث نہیں بلکہ مستند اور صحیح حدیثوں کا انبار ہے،

۵۔ کون کہتا ہے کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں کہ دو عالم پہ ہے سایہ تیرا

پہلی حدیث

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد قال، اللھم سجد لک سوادی وخیالی وبک آمن فؤادی ابوء بنعمتک علی وھذا ما جنیت علی نفسی یا عظیم یا عظیم اغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب العظیمۃ الا الرب العظیم۔

(مستدرک حاکم ج ۱ ص ۵۳۴ مصری)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام عموماً حالت سجدہ میں دعا پڑھا کرتے تھے۔ یا اللہ میرے جسم اور سایہ نے تجھے سجدہ کر دیا اور دل بھی تم پر ایمان لے آیا۔ اور میں خود بھی تیری نعمتوں کا معترف ہوں۔ بریں بنا اپنی لغزشوں کی بھی تجھ ہی سے چاہتا ہوں۔ مولا! تو بڑا ہے۔ بڑی ہی بڑی لغزشیں معاف فرما کر سبحان اللہ یہ دعا ہے اس بابرکت ہستی کی جس کا کائنات میں کوئی

نہیں، مگر ؎

بلندی ہائے قدر خواجہ بو جہلاں چہ می فہمند
کہ پیش قدر او پست است بالاتر ز ہر بالا

مذکورہ الصدر حدیث میں ہمارا استدلال لفظ خیال سے ہے جو ہمارے دعوی کی مصدقہ دلیل ہے، آئمہ لغت عربیہ کے نزدیک اس کے معنی بالاتفاق سایہ کے ہیں ملاحظہ ہو۔

لفظ خیال کی لغوی تحقیق

(۱) علامہ احمد مصطفی المراغی استاذ الشریعۃ الاسلامیہ واللغۃ العربیہ الکلیۃ دار العلوم سابقاً، اپنی تفسیر المراغی مطبوعہ مصر کے جزء ۱۴ میں فرماتے ہیں:۔

والظلال واحدھا ظل وھو الخیال الذی یظھر للجرم منہ

یعنی ظلال کا واحد ظل ہے جس کے معنی خیال کے ہوتے ہیں اور خیال وہ ہے جو جسم کے لئے بصورت سایہ ظاہر ہو۔

(۲) علامہ ابی حیان صاحب تفسیر بحر المحیط۔ لفظ ظلال کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔ قال الفراء الظل مصدر یعنی فی الاصل ثم اطلق علی الخیال الذی یظھر للجرم وطولہ بسبب انحطاط الشمس وقصرہ بسبب ارتفاعھا فھو منقاد للہ تعالی فی طولہ وقصرہ ومیلہ من جانب الی جانب۔

(تفسیر بحر المحیط جزء ۵ ص ۳۷۸)

یعنی ابو زکریا یحیی ابن زیاد فراء مشہور نحوی فرماتے ہیں کہ لفظ ظل اصل میں مصدر ہے پھر اس کو خیال کے معنی میں لے لیا گیا اور خیال بھی وہ جو بصورت سایہ جسم کے لئے ظاہر ہوتا ہے جس کی لمبائی سورج کے نیچا ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور کمی سورج کے بلند ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے یہ سایہ اللہ تعالی کا مطیع اور فرمانبردار رہتا ہے کمی اور زیادتی میں اور ادھر ادھر جھکنے کی صورت میں بھی۔

مذکورالصدر دونوں حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ ارشاد نبوی میں "سجد لک سوادی وخیالی" جسم اور سایہ ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جو لوگ لفظ خیال سے خواہ مخواہ باطن مراد لیتے ہیں وہ درست نہیں کرتے کیونکہ باطن اطاعت وانقیاد کے لئے تو لفظ (وبک اٰمن فوادی) کافی ہے۔ جو نص میں موجود ہے مفسرین کرام نے اس حدیث کو آیت وظلالھم کے ذیل میں ذکر فرما کر ہمارے دعویٰ کی مزید توثیق فرما دی ہے۔ والحمد للہ علی ذٰلک ؎

ہو کیوں نہ حدیث ان کی تفسیر قرآن
کہ وحی خدا ہے مقالِ محمدؐ

توثیق مزید روایت ھذا

مستدرک حاکم کی اس روایت کو علامہ ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک صفحہ ۵۳۴ میں حدیث صحیح کہہ کر اس کی مزید توثیق فرما دی ہے۔ اور بقول علامہ ذہبیؒ ہی کے کہ جب تک مستدرک حاکم کی کسی روایت کو میں صحیح نہ کہہ دوں تو اس وقت تک توقف ہی کرنا چاہیے، ہم نے انکی توثیق بھی نقل کر دی تاکہ شبہ نہ رہے۔ (بستان المحدثین ص)

علاوہ ازیں علامہ محمد بن جزری الشافعی متوفی ۸۳۳ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب حصن حصین کے صفحہ ۲۰۴ پر نقل فرمایا ہے۔

فیلق بیہقی ثانی حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ نے بھی وظلالھم کے تحت اس حدیث کو ذکر فرما کر تفسیر بالحدیث کی گویا مثال قائم کر دی۔

تفسیر مظہری ص ۱۸۵ ج ۵۔

دوسری حدیث

عن انس بن مالکؓ قال بینما النبی علیہ السلام یصلی ذات لیلۃ صلاۃ اذ مدیدہٗ ثم اخرھا فقلنا یا رسول اللہ رایناک

صنعت فی ھذہ الصلاۃ شیئاً لم تکن تصنعہ فیما قبلہ قال اجل انہ عرضت علی الجنۃ فرأیت فیھا دالیۃ قطوفھا دانیۃ فاردت ان اتناول منھا شیئا فاوحی الی ان استاخر فاستاخرت ثم عرضت علی النار فیما بینی وبینکم حتی رأیت ظلی وظلکم فیھا، فاومیت الیکم ان استاخروا۔ (الحدیث)

(مستدرک حاکم ص ۴۵۶ ج ۴ مصری)

حضور علیہ السلام کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور بالکل نماز کی حالت میں اپنا ہاتھ اچانک آگے کی طرف بڑھایا مگر پھر جلدی ہی پیچھے ہٹا لیا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور! آج تو آپ نے خلاف معمول نماز میں نئے عمل کا اضافہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ قصہ یہ ہے کہ میرے سامنے ابھی ابھی جنت پیش کی گئی تھی میں نے اس میں بہترین پھل دیکھے تو جی میں آیا کہ اس میں سے کچھ اُچک لوں مگر فوراً حکم ملا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں پیچھے ہٹ گیا، پھر مجھ پر جہنم پیش کی گئی اس کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ دیکھتے ہی میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹے رہو۔ (الحدیث)

دیکھئے اس حدیث میں کتنی وضاحت کے ساتھ ظلی میرا سایہ وظلکم اور تمہارا سایہ آیا ہے اتنے واضح بیان کی موجودگی میں بھی اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہنا اور نفی ظل ہی کے نعرے لگاتے رہنا سورج کی موجودگی میں اُس سے انکار کے مترادف ہے۔

روایت ھذا کی تائید مزید

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے متعلق بھی ہذا حدیث صحیح رقم فرما کر اس کی تائید کر دی ہے ملاحظہ ہو۔ تلخیص المستدرک ص ۴۵۶ ج ۴ مصری۔

اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تو روایت ہذا کے الفاظ بھی تاکیدی نقل فرمائے ہیں ملاحظہ ہو:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لقد رایت ظلی وظلکم۔

("حادی الارواح الی بلاد الافراح ص۱۱۷)

یعنی اپنا اور تمہارا سایہ میں نے یقینی طور پر دیکھا ہے۔

قارئین! ویسے تو اگر اسی پر اکتفا کر لی جاتی تو بھی نامناسب نہیں تھا کیونکہ ـــ

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ؟
دو اشک ہی بہت ہیں گر کچھ اثر کریں

مگر چونکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ مسئلہ ایک بدیہی اور غیر معمولی مسئلہ ہے اس لئے ہم اس کی تائید میں اور روایات بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں۔

تیسری حدیث

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر لہ۔ فاعتل بعیر لصفیۃ وفی ابل زینب فضل، فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان بعیراً لصفیۃ اعتل فلو اعطیتہا بعیراً من ابلک! فقالت انا اعطی تلک الیہودیۃ۔ قال فترکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذا الحجۃ والمحرم شہرین او ثلاثۃ لایاتیہا۔ قالت حتی ایئست منہ وحولت سریری قالت فبینما انا یوماً بنصف النہار اذا انا بظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبلاً۔ (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۶ ص۱۳۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ اچانک حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ اتفاقاً حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک سواری زائد تھی۔ حضور نے

زینب رض سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنی زائد سواری حضرت صفیہ کو دیدو۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا میں یہودیہ کو دوں۔ بس اس پر آنحضرت ناراض ہو گئے اور ذوالحجہ اور محرم دو مہینے یا تین مہینے مسلسل ان کے پاس بھی نہیں آئے یہاں تک کہ حضرت زینب رض حضور علیہ السلام کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئیں اور اپنا سامان وغیرہ منتقل کرنے کا بھی ارادہ کر لیا۔ مگر اچانک ایک دن کیا دیکھتی ہیں کہ دوپہر کا وقت ہے اور حضور علیہ السلام کا سایہ مبارک آ رہا ہے۔

دیکھئے اس حدیث میں "انا بظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کتنا واضح فقرہ ہے اور ہمارے دعویٰ کی تائید کر رہا ہے۔

چوتھی حدیث

عن صفیۃ بنت حیی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حج بنسائہ الی قولہا فلما کان شہر ربیع الاول دخل علیہا فرأت ظلہ فقالت ان ہذا لظل رجل وما یدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(مسند احمد جلد ۶ ص۳۳۸)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا واقعہ خود بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنی بیویوں کی معیت میں حج کا ارادہ فرمایا۔ پھر درمیان میں وہی واقعہ ہے جو اوپر کی حدیث میں ذکر ہوا ہے آخر میں فرماتی ہیں کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آ گیا تو حضور حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے۔ مگر حضرت زینب نے آپ کو دیکھنے سے پہلے آپ کا سایہ دیکھ لیا۔ اور متعجب ہو کر فرمایا کہ یہ سایہ تو کسی آدمی کا ہے؟ لیکن آدمی کوئی میرے پاس آ نہیں سکتا! حضور ویسے ناراض ہیں وہ پہلے ہی نہیں آتے۔ اتنے میں حضور ہی نمودار ہو گئے۔

غور فرمائیے کہ مذکورہ بالا صدر احادیث کی روایات حضرت عائشہ حضرت صفیہ، حضرت زینب رض اور ان سے نیچے کے سب رواۃ۔ پھر ناقل محدثین وہ تو سب سایہ مبارک

کے قائل ہیں مگر چودھویں صدی کے اعلیٰحضرت بریلوی منکر ؟ ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا ۔

عصرِ ما مارا زما بیگانہ کرد
از نگاہِ مصطفٰےؐ بیگانہ کرد

(اقبالؒ)

پانچویں حدیث

علامہ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اپنی معرکۃ الآراء کتاب مجمع الزوائد و منبع الفوائد میں نقل فرماتے ہیں:

عن عائشۃؓ الی قولہا حتی رفعت متاعہا و سریرہا فظننت انہ لا حاجۃ لہ فیہا فبینا ھی ذات یوم قاعدۃ بنصف النہار اذا رأت ظلہ قد اقبل فاعادت سریرہا و متاعہا ۔ جلد ۴ ص ۳۲۳

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کی ناراضگی سے یہاں تک نوبت آگئی کہ حضرت زینبؓ نے اپنا سامان بھی اٹھالیا۔ اور خیال فرمالیا کہ اب حضور علیہ السلام کو مجھ سے کوئی رغبت نہیں رہی۔ اس خیال میں ایک دن بیٹھی ہوئی تھیں دوپہر کا وقت تھا، دیکھا کہ حضورؐ کا سایہ آرہا ہے۔ دیکھتے ہی اپنا سارا سامان رکھدیا۔

حافظ موصوف نے اس روایت کے آخر میں اتنا اضافہ اور بھی نقل فرمایا ہے کہ :- فرأت ظلہ فقالت ان ھذا الظل رجل وما یدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما دخل قالت یا رسول اللہ ما ادری ما اصنع حین دخلت علی۔ (مجمع الزوائد ص ۳۲۳)

حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے حضور کا سایہ مبارک دیکھا تو سوچنا شروع کردیا کہ یہ سایہ تو کسی آدمی کا ہے اور حضور کے علاوہ کوئی آدمی میرے پاس آ نہیں سکتا اور حضور بوجہ ناراضگی آتے ہی نہیں پھر یہ کون ہوا ؟ اتنے میں حضور تشریف لے

آئے میں نے عرض کیا کہ حضور! جب آپ تشریف لا رہے تھے تو میں بڑی پریشان تھی کہ اب کیا کروں۔

علامہ موصوف نے ان روایات کو نقل فرمانے کے بعد اِن کی صحت پر اپنی طرف سے مہر تصدیق بھی ثبت فرمادی ملاحظہ ہو۔

مہر تصدیق

قلت رواہ ابو داود باختصار ورواہ الطبرانی فی الاوسط واحمد۔ وفیہ سمیۃ روی لہا ابو داود وغیرہ ولم یضعفہا احد وبقیۃ رجالہ ثقات۔"

یعنی میں کہتا ہوں کہ اِس کو ابو داؤد نے اختصاراً اور طبرانی نے اپنی اوسط اور مسند میں نقل فرمایا ہے اس سے قطع نظر اس میں ایک راویہ ہیں جن کا نام سمیہ ہے ان سے ابو داؤد اور دوسرے محدثین نے بھی روایت لی ہے مگر کسی نے ان کی تضعیف نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی نے ان پر جرح کی ہے باقی رواۃ ثقہ ہیں لہٰذا یہ روایت بہمہ وجوہ قابل تقلید ہے اس میں کوئی سقم نہیں۔

سند مزید

مذکورہ بالا روایت ابن سعدؒ نے بھی طبقات الکبریٰ میں ایک دوسری سند سے ذکر فرمائی ہے الفاظ اس کے بھی یہی ہیں کہ :- ... الظل رسول اللہ علیہ وسلم مقبلاً۔ (طبقات الکبریٰ ابن سعد ص ۱۲۷ ج ۸)

ان احادیث کے پیش نظر ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جو محض غلط قسم کی روایات کی وجہ سے قطعیات سے انکار کر رہے ہیں۔

روایت

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہ ذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثہم ان جبریل علیہ السلام ... بہ الصلوات وقتین وقتین الا المغرب جاءنی فصلی بی الظہر ... ان فیئ مثل شراک نعلی ثم جاءنی فصلی بی العصر حین کان فیئ

ظلی۔ الحدیث۔ رواہ بزار و مجمع الزوائد صہ ۳۰۳ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے دو دو وقت کی نمازیں پڑھائیں مگر مغرب دونوں ایک ہی وقت پر پڑھائی ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے تسمے کے برابر ہوگیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے برابر ہوگیا۔

فرمائیے اس سے بڑھکر بھی کوئی صراحت ہوسکتی ہے کہ حضور خود فرما رہے ہیں کہ میرا سایہ "رفیٔ"۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار سے

اے چشم اشک بار ذرا سوچ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر ہی نہ ہو

توثیق روایت مذکور

حضرت العلام مولٰنا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ اس حدیث کے متعلق اپنی معتبر کتاب "ناردیۃ الفلک فی حصول الجماعۃ بالجن و الملک" کے صہ ۲۷ پر رقم طراز ہیں کہ:-

وقال الحاکم صحیح الاسناد والبزار۔ یعنی حاکمؒ اور بزارؒ نے اس حدیث کی سند کو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔

ساتویں حدیث

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما افترضت الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ جبریل علیہ السلام فصلی بہ الظہر حین مالت الشمس ثم صلی بہ العصر حین کان ظلہ مثلہ۔ (سیرت ابن ہشام علی ہامش زاد المعاد صہ ۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب پیغمبر علیہ السلام پر نماز کی فرضیت ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور ظہر کی نماز سورج

ڈھلنے پر پڑھائی اور عصر کی نماز اس وقت جب حضور علیہ السلام کا سایہ حضور کے برابر ہوگیا۔

اس روایت میں گو کسی قدر اجمال ہے مگر یہ اجمال مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ حین کان ظلہ مثلہ، میں دونوں ضمیروں کا مرجع خواہ حضور ہوں یا جبریل بہر کیف ایک نہ ایک کا سایہ ضرور ماننا پڑے گا۔

اگر "ہ" کا مرجع حضور ہیں تو فھو المطلوب اور اگر جبریل ہیں، تو بھی سر اور آنکھوں پر کیونکہ مخالفین کا دعویٰ ہے کہ نوریوں کا سایہ نہیں ہوتا مگر یہاں تسلیم کر لیا گیا ہے سے

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

آٹھویں حدیث

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا جبریل علیہ السلام جاءکم یعلمکم دینکم فصلی الصبح حین الفجر وصلی الظہر حین زالت الشمس ثم صلی العصر حین رای الظل مثلہ الی قولہ ثم جاء الغد فصلی بہ الظہر حین کان الظل مثلہ۔ (الحدیث)

(نسائی شریف صہ ۵۹ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جبریلؑ ہیں جو تمہیں دینی مسائل کی عملی تعلیم دینے کے لئے آئے ہیں انہوں نے فجر کی نماز بوقت طلوع فجر، اور ظہر سورج ڈھلنے پر اور عصر اس وقت پڑھائی جب سایہ انور اس کی مثل ہوگیا۔

اس حدیث میں بھی دونوں احتمال موجود ہیں "ہ" کا مرجع حضور بھی ہوسکتے ہیں جبریل بھی بہرحال دونوں احتمال ہی ہمارے دعویٰ کے موید ہیں۔ مذکور الصدر روایت

کی مثل بے شمار روایات ابوداؤد۔ ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ میں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ مشکوٰۃ المصابیح ص۵۹

تلک عشرۃ کاملۃ

چیلنج

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی ہمارے پیش کردہ حوالہ جات میں سے کسی ایک کو بھی جعلی، فرضی یا محض مناظرانہ چال ثابت کر دے تو وہ ہزار روپیہ انعام کا مستحق ہوگا۔ ہے۔ ھل من مبارز یبارزنا

"سایہ مبارک کا ثبوت ایک اور طرز سے"

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ سایہ جسم کا عکس اور اتار ہوتا ہے اور اس کے مظاہر بھی متعدد اور مختلف ہوتے ہیں۔

مثلاً کبھی اس عکس اور اتارہ کو آپ دھوپ میں پائیں گے اور کبھی چاندنی اور روشنی میں، پھر کبھی یہ منظر آپ کو پانی میں دکھائی دے گا اور کبھی آئینہ میں۔

بریں بناء اگر ہم اس طرز پر بھی اس مسئلہ کو تول لیں تو انشاء اللہ واقعات و شواہد ہمارے لئے ہی مئید نکلیں گے اور پیغمبر خدا کے عکس اتار یعنی سایہ وغیرہ کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔

مثلاً حضور علیہ السلام کا آئینہ دیکھنا اور اس کا رکھنا۔ نیز اس کی عدم موجودگی میں پانی وغیرہ میں جھانک کر گزارہ فرمانا صحیح احادیث سے ثابت ہے جس سے کسی طرح انکار ممکن نہیں ملاحظہ ہو۔

۱- پہلی حدیث عن خالد بن معدان رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یسافر بالمشط والمراۃ والدھن والسواک والکحل الحدیث

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد۱ ص۴۸۴)

خالد ابن معدان رض فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سفر میں پانچ چیزیں خصوصاً رکھا کرتے تھے۔ کنگھی، آئینہ، تیل، مسواک، سرمہ۔

اس حدیث سے تو علی الدوام شیشہ ساتھ رکھنا ثابت ہوگیا گو استعمال کی اس میں صراحت نہیں لیکن آپ اپنے طور پر بھی تو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں استعمال ہی کے لئے ساتھ لیجائی جاتی تھیں اگرچہ بالوضاحت آئینہ کا دیکھنا بھی ثابت ہے۔

۲- دوسری حدیث عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نظر وجھہ فی المراۃ قال اللھم انت حسنت خلقی فحسن خلقی۔ اخرجہ ابن حبان وابن مردویہ۔ وصححہ ابن حبان ورواہ البیھقی فی کتاب الدعوات۔ وتحفۃ الذاکرین لمحمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی سنہ ۱۲۵۰ ص ۲۱۴

عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب شیشہ دیکھتے تھے تو دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللہ جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی سیرت بھی اچھی بنا دے۔

علامہ ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ کے ص۴۶ پر ایک مستقل باب بعنوان مایقول اذا نظر فی المراۃ ، قائم فرمایا ہے جس سے حضور کا آئینہ دیکھنا اظہر من الشمس ہے۔

علامہ ہیثمی علیہ الرحمہ نے بھی مجمع الزوائد ص۱۳۸ جلد ۱۰ میں اس قسم کی روایات بڑی تفصیل سے ذکر فرمائی ہیں علاوہ ازیں حدیث کی مشہور اور متداول کتاب مشکوٰۃ میں ملاحظہ فرمالیں یہ روایات تو اس میں بھی موجود ہیں

علامہ عبدالحق محدث دہلوی یہ بھی تسلیم فرماتے ہیں۔

وان حضرت را آئینہ بود کہ جمال باکمال خود را دروی مشاہدہ میکرد الحق دیدن او را سزد کہ مظہر جلال و جمال حق بود۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۶۸۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شیشہ بھی تھا جس میں جمال باکمال کو دیکھا کرتے تھے۔ درحقیقت شیشہ دیکھنا مناسب بھی انہی کو تھا کیونکہ باری تعالیٰ کے جمال اور جلال کا مظہر اتم بھی وہی تھے۔

لیجئے اب تو بات ہی صاف ہوگی محدث دہلوی کے فیصلہ کے بعد تو کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔

۳۔ تیسری حدیث

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم الی اخوانہ او قالت الی بعض اخوانہ فنظر فی رکوۃ من ماء الی لمتہ و ہیئتہ فلما اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت لہ عائشۃ۔ بابی و امی انت یا رسول اللہ۔ انت القائل الفاعل حین نظرت الی وجہک قالت فقال لہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم یا عائشۃ۔ (الحدیث)

(عمل الیوم واللیلۃ علامہ ابن السنی ص ۴۸)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بھائیوں یا فرمایا بعض بھائیوں کی طرف نکلے اور پانی کے ایک چھوٹے سے حوض میں جھانک کر آپ نے اپنے بال اور ہیئت کو درست کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں پانی میں دیکھنے والے اور دعا پڑھنے والے آپ ہی تھے آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اے عائشہ!

ناظرین کرام مذکورالصدر روایات میں عکس اور سایہ یا آثار کے جو مظاہر ذکر فرمائے گئے ہیں کیا ان میں حضور علیہ السلام کا عکس اور سایہ یا اثر

مذکور نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر انکار کیوں؟ نیز اگر وہ عکس یا سایہ حضور کا نہیں تھا تو پھر اور کس کا ہوتا تھا؟ بینوا وتوجروا۔

کسی یک جائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملت احمد مرسل کو مقامی کر لو!

"سایۂ مبارک کا ثبوت دلائل عقلیہ سے"

ناظرین کرام! اس بات پر تقریباً سب ہی کا اتفاق ہے کہ سایہ مرئیہ فقط اسی جسم کا ہوتا ہے جو ٹھوس اور "نگر" ہو نیز سورج کی شعاعوں کو آگے نہ نکلنے دے۔

لیکن اگر وہ جسم اتنا صاف اور شفاف ہے کہ وہ سورج کی شعاعوں کو روک ہی نہیں سکتا تو اس کا سایہ بلاشبہ نظر نہیں آئیگا۔ مثلاً صاف و شفاف شیشہ اگر دھوپ میں لایا جائے تو آپ اس کا سایہ نہیں پائیں گے۔ کیونکہ اس میں ان شعاعوں کو روکنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے چنانچہ وہ مرئی سایہ سے بھی محروم ہے۔

بخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے۔ کہ یہ نہایت ٹھوس اور نگر جسم تھا اس کی ساخت شیشہ کی طرح کی نہیں تھی کہ جس سے سب کچھ ہی گذر جائے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت سے ایک روایت منقول ہے کہ حضور علیہ السلام کے ایک دیہاتی دوست کا نام زاہر بن حرام تھا وہ ایک مرتبہ منڈی میں کسی خرید و فروخت کے سلسلہ میں آئے۔ اتفاقاً پیچھے سے حضور علیہ السلام بھی تشریف لے آئے آپ نے پیچھے سے ہو کر جلدی سے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے انہوں نے کہا کون ہیں؟ حضور خاموش رہے۔ پھر انہوں نے آنکھوں کے کناروں سے دیکھ لیا کہ حضور ہیں۔

(مشکوٰۃ ص ۴۱۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حضور علیہ السلام شیشہ کی طرح صاف اور شفاف ہوتے تو آنکھیں بند کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ کیونکہ وہ تو بند کرلے سے بھی بند نہیں ہوتی تھیں جیسے آنکھوں پر عینک لگانے سے بھی نظر بند نہیں ہوتی۔ سو جب صاف اور شفاف اس طرح کے نہ تھے بلکہ ٹھوس اور نگر تھے۔ تو لامحالہ اُن کا سایہ بھی ضرور تھا۔

۲ - منکرین سایہ سے میرا سوال ہے کہ کیا وہ حضور کے جسم اطہر کے سایہ مبارک کا انکار کرتے ہیں یا کہ آپ کے ملبوسات کے سایہ کا بھی ؟ اگر جسم اطہر کے سایہ مبارک کا انکار ہے ملبوسات کا نہیں، اور یقیناً نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس پہننے کی صورت میں تو سایہ مبارک ضرور موجود ہوتا ہوگا۔ کیونکہ کپڑوں کا تو سایہ تھا۔ اور اگر کپڑوں کا بھی سایہ نہیں تھا تو ان کی خصوصیت بیان کیجئے، کیا وہ نوری حُلّے شام اور یمن ہی میں بنتے تھے ؟ اور کہیں نہیں۔ نیز ان ملبوسات کا استعمال کوئی حضور ہی سے تو مختص نہیں تھا بلکہ دیگر جلیل القدر صحابہ بھی ان سے مستفید ہوتے رہے کیا ان کا بھی سایہ نہیں تھا ؟ اور اگر ان کا بھی نہیں تو پھر حضور کی کیا خصوصیت ؟ باقی یہ یمنی اور شامی حُلّے تو آج بھی دنیا میں موجود ہیں چلیے آج ہی تجربہ کر لیجئے کہ اُن کا سایہ ہے کہ نہیں۔

اور اگر آپ فرمائیں کہ کپڑوں میں بھی یہ امتیازی شان حضور کے جسم اطہر سے لگنے کے بعد پیدا ہوتی پہلے نہیں تھی۔

تو جواباً عرض ہے کہ جسم مبارک سے لگنے کا یہ امتیازی اعزاز دنیا میں صرف کپڑوں ہی کو تو میسّر نہیں آیا بلکہ اس کے علاوہ آپ کے نواسے ازواج، بنات و دیگر اشیاء مثلاً برتن، ہتھیار، سواری وغیرہ کو بھی یہ شرف حاصل رہا ہے پھر ان کا بھی سایہ نہیں ہونا چاہیئے۔

علاوہ ازیں آپ کی وہ مبارک پوشاک تو آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ آیئے آج

ہی آزمائش فرمالیں کہ کیا اُس کا سایہ ہے کہ نہیں اگر آج ہے تو یقیناً اس وقت بھی تھا اور اگر آج نہیں تو بلاشبہ اس وقت بھی نہیں ہوگا۔ باقی اگر آپ فرمائیں کہ یہ پوشاک وہ نہیں ہے تو پھر ہماری درخواست ہے کہ یا آپ اس کو فراہم کرلیں یا موجودہ کے اعجاز کے قائل بن جائیں۔ یا پھر اُن بدعات ہی کو چھوڑ دیں جو محض موجودہ کے پوشاک رسول ہونے کی بنیاد پر کی جاتی ہیں۔

نیز اگر وہ کپڑے اتنے ہی لطیف تھے کہ ان کا سایہ بھی نہیں تھا تو پھر ان کے پہننے سے ستر وغیرہ کی حفاظت کیسے ممکن ہوگی۔

۳. منکرین سایہ سے میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا سایہ آپ کے سارے جسم کا نہیں تھا یا کہ بعض اجزاء کا ؟ اگر سارے جسم کا سایہ نہیں تھا اور منکرین قائل بھی اسی کے ہیں تو پھر ہم آج حضور علیہ السلام کے ان اجزاء کا سایہ دیکھنا چاہتے ہیں جو بصورت باقیات ہمارے پاس موجود ہیں مثلاً آپ کے موہائے مبارک یا ناخن مبارک۔ آیئے آج ہی ان کو سورج کی دھوپ میں رکھیں اگر سایہ نہ ہوا تو ہم تسلیم کرلیں گے۔ ورنہ پھر آپ کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔ باقی اگر آپ اُن کے تبرکات ہونے ہی سے انکار کر بیٹھیں تو آپ کی بدقسمتی، اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

۴. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی ایسی لطافت بیان کرنا جو عکس سایہ اور آثار وغیرہ سے بھی بے نیاز ہو، درست نہیں کیونکہ اس سے تو یہ بات بھی ماننی پڑے گی کہ آپ کی جلد مبارک اپنی ایسی لطافت کی بناء پر اندرونِ جسم بول و براز کے لئے ساتر ہی نہیں تھی جو سراسر عیب ہے۔ حالانکہ انبیاء ہمہ عیوب و نقائص سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ مگر اعلیٰحضرت کو اسی لطافت پر اصرار ہے۔

(نفی الفی صـ۲۲)

۵. سایہ کا ہونا کمال ہے۔ اور نہ ہونا نقص۔ ہم کمال ثابت کرتے ہیں اور آپ نقص نفہم۔

۶- عابد کا سایہ بھی عابد ہوتا ہے خواہ عابد نبی ہی کیوں نہ ہو۔ اُس سے اس کے سایہ کی نفی کرنا گویا اس کی من وجہ تنقیص ہے جو نبی تو کیا کسی ادنیٰ آدمی کو بھی برداشت نہیں کیونکہ غیر نبی، نبی سے عبادت میں زیادہ اور نبی کم رہ جاتا ہے جو کسی طرح ممکن نہیں۔

۷- اگر حضور علیہ السلام کا سایہ نہیں تھا تو آپ کی اولاد کا سایہ بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خصائص تو باپ بیٹیاں میں عموماً مشترک ہی ہوتے ہیں۔

باقی اگر سایہ نہ ہونا بسبب معجزہ کے تھا تو یاد رکھیئے کہ معجزہ وجہ استدلال نہیں بن سکتا مگر آپ محض اِس بنیاد پر بشریت کی نفی اور نور من نور اللہ کا اثبات کرتے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں۔

اس سلسلہ میں ایک نہایت منصفانہ بات یہ ہے کہ اگر فی الواقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہی ہوتا تو کثیر صحابہ اس کو نقل فرماتے۔ محدثین اس پر باب باندھتے مورخین جلی انداز میں اس کا تذکرہ فرماتے مگر کچھ بھی نہیں۔

خدارا آپ کائنات عالم کے اس آخری سایہ کو بے سایہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت سے نوازے آمین۔

اعلیٰحضرت بریلوی کے شبہات اور اُن کے جوابات

انکار سایہ کا یہ نامعقول عقیدہ طائفہ مقدسہ کے سرخیل علامہ احمد رضا خان بریلوی ہی کا ایجاد کردہ ہے اِس سے پہلے باضابطہ طور پر اس کی کوئی تحریک نہیں ملتی۔ چنانچہ اعلیٰحضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسّم ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، لہٰذا حضور کا سایہ بھی نہیں تھا۔ جواباً عرض ہے کہ اولاً ہم آپ کے اِس صغریٰ ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ

حضور نور ہیں کیونکہ قرآن، حدیث، فقہ، اجماع امت نیز تصریحات علماء سب اس کے خلاف ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن :-

۱- ھل کنت الا بشراً رسولاً پ۱۵ - میں تو صرف انسان اور رسول ہوں،

۲- قل انما انا بشرٌ مثلکم یوحیٰ الی پ۱۵ - آپ فرما دیجیئے کہ میں تو صرف انسان ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔

حدیث :-

۱- اللّٰھم انا محمدٌ بشرٌ شفاء ص۲۷۵ اے اللہ میں محمد، تو بشر ہوں، عن عائشہ رض

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشراً من البشر۔ مشکوٰۃ ص حضورؐ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔

اجماع صحابہ رض

قالوا اتکتب کل شیٍٔ تسمعہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرٌ

(ابوداؤد ص۵۱۴)

ترجمہ:- صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابن عمر رض سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ حضورؐ کی ہر بات کو نوٹ نہ فرما لیا کریں کیونکہ حضور بشر ہیں کبھی کبھی غصہ میں بھی کلام فرما لیتے ہیں جو قابل ضبط نہیں ہوتی۔

فقہ

ویشترط لصحۃ الایمان بہ صلی اللہ علیہ وسلم معرفۃ اسمہٖ وکونہ بشراً من العرب۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۶)

ایمان کی درستگی کی شرائط میں سے حضور کا نام جاننا اور آپ کو بشر ماننا

بھی ضروری ہے۔

تصریحات علماء

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء والرسل من البشر۔

(شفاء قاضی عیاض ص۱۶۵)

حضورؐ اور بقیہ تمام انبیاء اور رسل بشروں ہی میں سے تھے کوئی بھی نوری اور ناری نہیں تھا۔

۲۔ من قال انہ لم یکن بشراً آدمیاً فکل ذلک نص العلماء علی کفر قائلہ ومدعیہ۔

(مطالع المسرات ص۳۹۹)

حضور کو بشر اور آدمی نہ جاننے والے کے خلاف علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

وغیرہ وغیرہ۔

ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی، رضوی، سُنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی فرماتے ہیں کہ انبیاء سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔

بہار شریعت ص۱

اور مفتی احمد یار خان بریلوی فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضور سے فرمایا کہ آپ کافروں سے مخاطب ہو کر یوں فرمائیں۔

"اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں۔ میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں"

(جاء الحق ص۱۶۲)

ناظرین کرام!

مذکور الصدر دلائل و براہین کے ہوتے ہوئے ہم کیسے تسلیم کر لیں کہ حضور نور ہیں اور بشر نہیں۔ پھر خصوصاً اس وقت جب کہ ان کے وغیرہ وغیرہ بھی اس

کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ تو اس سلسلہ میں ایسی ایسی باتیں بھی کہہ گذرے ہیں جو واقع میں بھی نہیں مثلاً

اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔

حاشا وکلا۔ یہ عبارت نہ کسی آیت کا ترجمہ ہے اور نہ ہی کسی حدیث کا کہ اے کفار میں تمہاری جنس سے ہوں۔ مگر بغض اور عناد کی آگ ہمیشہ چھپی نہیں رہتی۔ برتن میں جو کچھ ہوا کرتا ہے وہی ٹپکا کرتا ہے۔ علماء دیوبند کا صرف بشر کہنا جرم تھا۔ مگر خود کفار کی جنس کا بشر ثابت کر رہے ہیں اور پھر بھی عشقِ رسول میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہرحال ہمارا مقصد سردست اس امر کا تجزیہ نہیں بلکہ ہمارا مقصد تو صرف اعلیٰحضرت کا یہ دعویٰ توڑنا ہے کہ حضور نور ہیں۔

اور یہ بحمداللہ ٹوٹ ہی گیا۔ ورنہ مذکور الصدر دلائل و براہین کا جواب لائیں۔

اب لیجئے اعلیٰحضرت کا کبریٰ۔ کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کبریٰ محمول ہوتا ہے صغریٰ پر۔ اور جب صغریٰ ہی نہ رہا تو کبریٰ تو خود بخود ہی بحث سے خارج ہو گیا۔ لیکن ہم علی سبیل التنزل اس پر بھی تفصیل سے بحث کرتے ہیں گو یہ ہمارے ذمہ نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اعلیٰحضرت کا یہ دعویٰ کہ نوریوں کا سایہ نہیں ہوتا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بتصریح موجود ہے کہ:-

مازالت الملائکۃ تظلہ باجنحتہا حتی رفعتموہ۔ (بخاری شریف کتاب الجنائز)

یعنی حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے فرشتوں نے اپنے پروں سے ان پر اس وقت تک سایہ کئے رکھا جب تک ان کو معرکہ

جنگ سے اٹھا نہیں لیا گیا۔

غور فرمائیں اگر اس نوری جماعت کا سایہ نہ ہوتا تو حضرت عبد اللہ پر پروں سے سایہ کرنا بالکل فضول اور عبث فعل ہوتا۔ مگر ایسا نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض ہم حضور کو نوری الخلقت بھی تسلیم کر لیں تو سایہ کا انکار پھر بھی ناممکن ہے کیونکہ نوریوں کا سایہ ہوتا ہے۔ کما فی الحدیث۔

باقی اگر آپ فرمائیں کہ نوریوں کو خاکی پر لگا دیئے گئے تھے اس لئے سایہ ہوا تو ہم عرض کریں گے کہ یونہی حضور کو جسم کا بھی خاکی جامہ پہنایا گیا تھا اس لیے ان کا بھی سایہ تھا۔

۲۔ حدیث میں آتا ہے اللہ نے مجھ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور میرے نور سے ساری مخلوق کو۔ مسند عبدالرزاق۔

ہم سر دست نفس حدیث سے بحث نہیں کرنا چاہتے صرف اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر حضور کا سایہ نوری ہونے کی بنا پر نہیں تھا تو پھر ساری مخلوق کا سایہ بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی اسی نور سے پیدا کی گئی ہے جس نور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا گیا تھا۔ ورنہ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نوریوں کا سایہ ہوتا ہے اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ حضور اور جملہ مخلوق ہیں تو نور مگر وہ نور نہیں جس کا سایہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ایسا نور ہیں جس کا سایہ ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے صراحتاً نور فرمایا ہے مگر آپ اسے دھوپ میں لا کر دیکھ لیں کہ اس کا سایہ ہے کہ نہیں اگر ہوا تو ماننا پڑے گا کہ نور کا سایہ ہوتا ہے۔ باقی اگر قرآن کا سایہ زمین پر پڑنے میں قرآن کی کوئی توہین نہیں ہوتی تو یقیناً نہیں ہوتی تو حضور کا سایہ زمین پر پڑنے سے حضور کی کیسے توہین ہو سکتی انکارِ حقیقت کے لئے نفسِ شیطانی کا یہ ایک عظیم دھوکہ تھا جس نے

ہو ازالہ کر دیا۔

۲۔ قرآن مجید میں پوری وضاحت کے ساتھ "چاند" کو نور بتایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والشمس ضیاءً والقمر نوراً۔ پ ۱۱ رکوع ۶ سورج ضیاء ہے اور چاند نور ہے مگر اس حقیقت کے صحیح اور درست تسلیم کر لینے کے باوجود بھی جملہ سائنس دان اس کلیہ پر متفق ہیں کہ جب کبھی بھی چاند کا سایہ سورج پر پڑتا ہے اسی وقت سورج گرہن لگ جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ "چاند" کے قطعی نور ہونے کے باوجود بھی ماہرین علوم جدیدہ اور ... چاند کے سایہ کو سائنسی تحقیقات کے پیش نظر تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

دوسری دلیل اور اس کا حشر

اعلیٰ حضرت بریلوی کی دوسری معرکۃ الآراء دلیل حکیم ترمذی کی وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب نوادر الاصول کے ص ... پر نقل فرمائی ہے کہ:۔

عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظلٌ فی شمسٍ ولا قمرٍ وفی آخرہ ولا اثر قضاء حاجتہ۔ الخ

حضرت ذکوان رح روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا سایہ مبارک نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا اور نہ ہی چاند کی روشنی میں نیز اسی طرح آپ کی قضاء حاجت کا بھی کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ الخ

اس سلسلہ میں دو تین باتیں عرض ہیں۔

۱۔ حکیم ترمذی سے مراد امام ابو عیسیٰ ترمذی نہیں جن کی جامع ترمذی کتب صحاح ستہ میں داخل ہے بلکہ یہ حکیم ترمذی نوادر الاصول جیسی غیر معتبر کتاب کے

مصنف ہیں اہل بدعت عموماً اپنے فاسدہ کاسد خیالات ونظریات کے اثبات کے سلسلہ میں انہیں کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں۔

بستان المحدثین مترجم اردو کے ص۱۰۱ پر مرقوم ہے کہ

نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں اکثر جاہلوں کو چونکہ معلوم نہیں ہے اس وجہ سے حکیم ترمذی کو وہی ترمذی خیال کر کے ان کی واہیات کو ابو عیسیٰ ترمذی کی طرف منسوب کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ترمذی میں اس طرح ہے اس لئے ان ہر دو میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے۔

بستان المحدثین مصنفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص۱۰۱

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

باید دانست کہ در تصانیف ایشاں احادیث غیر معتبرہ وموضوعات بسیار مندرج است۔ (بستان المحدثین فارسی مطبوعہ لاہور ص۶۳)

یعنی حکیم ترمذی کی تصنیفات میں غیر معتبر اور من گھڑت حدیثیں بہت ہیں ایک اور جگہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حادثہ کا سبب خود انہوں نے بیان کیا ہے جیسے طبقات شعراوی میں مذکور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے تصنیف سے پہلے کبھی تفکر تدبر اور تامل نہیں کیا۔ اور نہ ہی میری یہ غرض تھی کہ کوئی شخص ان مؤلفات کی نسبت میری طرف کرے گا بلکہ جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوتی تو میں اپنی تسلی اور تسکین تالیف وتصنیف میں سمجھتا تھا اور جو کچھ میرے دل میں آتا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔ (طبقات شعراوی)

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصنیفات از قبیل مسودات ہیں جو نظر ثانی وتہذیب وتنقیح کی محتاج ہیں اور ان میں حذف و اضافہ کی ضرورت ہے۔

بستان المحدثین ص۱۰۳

حکیم ترمذی کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن علی بن الحسین (حسن) ابن قیر (بشیر) المؤذن ہے حکیم ترمذی ان کا لقب ہے۔

”ولایت کو نبوت پر افضل سمجھنے کے الزام میں لوگوں نے اُن کو ترمذ سے نکال دیا تھا“ ان کی نقل کردہ روایات اہل حق کے لئے تو قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتیں البتہ اہل بدعت کی ہم نگار نہیں نہیں دیتے۔

مذکورۃ الصدر عبارات میں ”اُن کی واہیات“ جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوتی۔ اور جو کچھ میرے دل میں آتا لکھ لیا کرتا، وغیرہ وغیرہ جملے خصوصاً قابل غور ہیں جن سے یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ حکیم ترمذی نہ کوئی معتبر محدث ہیں اور نہ ہی کسی معقول کتاب کے مصنف۔

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے اس حدیث کی جو سند نقل فرمائی ہے وہ بھی ساری قابل اعتراض ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

اخرج الحکیم الترمذی من طریق عبد الرحمٰن بن قیس الزعفرانی عن عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید عن ذکوان۔ الخ۔

کیونکہ سب سے پہلا راوی عبدالرحمٰن بن قیس الزعفرانی ہے۔ اور خود علامہ سیوطی نے ہی اپنی کتاب مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء میں اسکے متعلق لکھا ہے کہ ھو وضاع کذاب۔ یعنی عبدالرحمٰن بن قیس نہایت جھوٹا شخص تھا جو اپنی طرف سے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

میزان الاعتدال میں امام ذہبیؒ نقل فرماتے ہیں کہ

کذبہ، ابن مہدی و ابو زرعۃ۔ یعنی عبدالرحمٰن کو امام مہدی اور امام ابو زرعہ نے جھوٹا کہا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ :-

ولم یکن بشئی ۔ یعنی عبدالرحمٰن بن قیس فضول آدمی تھا۔

اس قسم کی جرح علامہ محمد طاہر صاحب "قانون الموضوعات والضعفا" اور حافظ ابن حجرؒ اور دوسرے ائمہ جرح و تعدیل سے بھی منقول ہے مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

مگر اتنی بات ضرور عرض کریں گے کہ اس جھوٹے آدمی کی جھوٹی روایات جھوٹوں کے ہاں تو کھپ سکتی ہیں البتہ اہل حق کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن ولید ہے یہ بھی مجروح اور ضعیف ہے۔ علامہ ملا علی القاری الحنفی شرح شفاء میں اس کی بابت فرماتے ہیں کہ "مجہول" یعنی یہ شخص بالکل مجہول الحال ہے محدثین کو اس کے احوال پر کوئی آگاہی نہیں۔

ص۵۴، ج ۱

نیز محدثین کے ہاں مجہول راوی کی روایت ویسے بھی قابل قبول نہیں ہوتی چنانچہ دارقطنی جلد ۲ ص۱۳۶ پر مرقوم ہے کہ

واھل العلم بالحدیث لایحتجون بخبر ینفرد بروایۃ رجل غیر معروف وانما یثبت العلم عندھم بالخبر اذا کان رواتہ عدلا مشھوراً الخ۔

یعنی محدثین ایسی حدیث سے دلیل نہیں پکڑتے جو کسی مجہول راوی سے مروی ہو ان کے نزدیک تو علم شرعی صرف اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جس کے راوی ثقہ عادل اور مشہور ہوں اب آپ خود ہی اندازہ فرمالیں کہ کیا ایسی روایت عقائد کے سلسلہ میں حجت مانی جاسکتی ہے ؟ اور کیا یہ روایت ان روایات کی ہم پلہ ہے جنہیں ہم شروع میں ذکر کر آئے ہیں ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آج ہی سے آپ کو اپنے نظریات کی تصحیح فرمالینی چاہیئے اور اس بنیاد پر دوسرے غلط مفروضے

مثلاً انکار بشریت وغیرہ کا بھی جائزہ لینا چاہیئے تاکہ قیامت میں خدا و رسول کے روبرو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

۳- اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی تیسری دلیل ابن سبع کا یہ موقولہ ہے کہ

ومن خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض ۔

(خصائص الکبریٰ ص۶۸ ج ۱)

یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا جوابا عرض ہے کہ :-

۱- ابن سبع نہ صحابی ہے اور نہ تابعی بلکہ تبع تابعین کی فہرست بھی اس سے پاک ہے۔

۲- ان ظلہ کان لا یقع علی الارض ۔ کوئی حدیث نہیں اور نہ ہی کوئی موقوف اثر ہے بلکہ اس کا اپنا اختراع ہے۔

۳- عدم سایہ کو حضور کی خصوصیت قرار دینا بلا دلیل ہے اور الخصائص لا تثبت الا بالدلیل محدثین کا مسلمہ اصول ہے کہ خصوصیات بلا دلیل ثابت نہیں ہوا کرتیں۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ۔

۴- شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کتاب الرد علی البکری کے ص۲۰-۲۱ پر دیلمی اور ابن سبع کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

وامثال ھولاء ممن فی کتابہ من الکذب مالا یحصیہ الا اللہ فھم لا یعرفون الصحیح من السقیم ۔

یعنی ان لوگوں کی کتابوں میں اس قدر جھوٹ کی ملاوٹ ہے کہ اس کا اندازہ اللہ ہی جانتا ہے ان کو صحیح اور ضعیف کی کوئی پہچان نہیں تھی ۔

انہی دو دلیلوں کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت بریلوی نے علامہ سیوطیؒ، احمد بن

محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ، اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی کو سایہ کا
منکر قرار دیا ہے۔ مگر آپ اس کا اندازہ مذکورہ بالا تجزیہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں
ہم اس سلسلہ میں ان کی خوش فہمی اور حسن ظن نہ کہیں تو اور کیا کہیں،

علاوہ ازیں۔ صاحب سیرت حلبیہ اور محمد زرقانی بھی ابن سبع ہی سے تکیہ لگا
بیٹھے ہیں اور قاضی عیاض، محدث حافظ رزین، اور علامہ خفاجی کے استدلال کی
بنیاد بھی لفظ نور پر ہی رکھی گئی ہے مگر ہم شروع میں اس کی بھی قلعی کھول آئے ہیں

نیز ملا علی القاری الحنفی نے بھی شرح شفاء میں قاضی عیاض کی قضاء کو
حکیم ترمذی سے متاثرہ قرار دیکر باطل کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ومن ذلک ما ذکرہ
الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول صـ٥٣)

باقی علامہ سلیمان جمل، فاضل ابن فہیرہ، مولٰینا رومی، شیخ احمد سرہندی شاہ
عبدالعزیز دہلوی مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہ بزرگوں کی تو کوئی دلیل اعلیٰحضرت
بھی پیش نہیں کر سکے ہم بلا سند اور بلا دلیل کسی کے دعویٰ کو کیسے تسلیم کر لیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی خود ہی رقمطراز ہیں کہ

نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ہو۔ ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی
قول ضعیف خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو کل ماخوذ من قولہ مردود علیہ الا صا
ھذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ (زبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ صـ١١١ مصنفہ احمد رضا)

یعنی ہر آدمی کی بات رد کی جا سکتی ہے مگر اس قبر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی بات رد نہیں ہو سکتی۔ اور امام شافعی رح کا مشہور مقولہ ہے کہ

لا حجۃ فی قول احد دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کثروا۔

یعنی حضور کے علاوہ کسی کی بات قطعی حجت نہیں خواہ وہ بات کہنے والے زیادہ
ہی کیوں نہ ہوں اور ایسا ہی ایک مقولہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے

ملاحظہ ہو میزان شعرانی صـ۴۵ ج۔١

مگر آپ ہم سے کس بنیاد پر توقع باندھے بیٹھے ہیں کہ ہم آپ کے دام
مکر و فریب کا شکار ہو جائیں گے آگاہ رہے کہ یہ قطعاً ممکن نہیں۔

۴۔ منکرین سایہ کی چوتھی اور پانچویں دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
ارشاد لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل۔ یعنی حضور کا سایہ نہیں تھا۔

زرقانی شرح مواہب صـ٢٢٠ ج۔۴

اور حضرت عثمان رض کا ارشاد کہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع
انسان قدمہ علی ذلک الظل۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر اس لئے
نہیں ڈالا تاکہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

(تفسیر مدارک علامہ نسفی)

یہ دلیل قطعی اور آخری ہونے کی صورت میں پیش کی جاتی ہے گویا اُن کی طرف سے
یہ حرف آخر ہے مگر ہم اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ دونوں
مصنفوں نے دونوں روایتوں کی کوئی سند ذکر نہیں فرمائی ـــ کیف ما اتفق
کسی بات کا ذکر کر دینا عقائد میں حجت نہیں ہو سکتا۔

مسلم شریف کے مقدمہ میں ابن مبارک ہی سے منقول ہے کہ

الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔ مقدمہ مسلم،

ہر حدیث کا سند والی ہونا دین میں داخل ہے بالفرض اگر اسناد نہ ہوتیں تو
ہر شخص من مانی کہتا۔

نمبر ۴ روایت کا حال بالکل ایسا ہی ہے زرقانی سے لے کر ابن عباس رض تک سب
راوی غائب ہیں۔ اور یہی حال نمبر ۵ روایت کا ہے۔

علامہ محمد طاہر حنفی تذکرۃ الموضوعات کے مقدمہ صـ٦ پر فرماتے ہیں کہ۔

كل حديث ليس له اسناد صحيح ولا هو منقول في كتاب
مصنفه امام معتبر لا يعلم ذالك الحديث عنه صلى الله عليه
وسلم فلا يجوز قبوله۔

ہر وہ حدیث کہ جس کی سند صحیح نہ ہو اور نہ وہ کسی معتبر امام کی مصنفہ
میں منقول ہو اور نہ کسی دوسرے ذریعہ سے اس کا حدیث ہونا معلوم ہو سکے اس
کو قبول کرنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس کو حدیث کہنا درست ہے۔

ناظرین کرام!

اس سلسلہ میں ہم جس تفصیل اور بسط سے اپنی معروضات ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے
تھے وہ طوالت کے خوف کے پیش نظر نہیں کر سکے تاہم یہ باب اس سلسلہ میں انشاء اللہ
کافی ثابت ہوگا۔
اور منکرین سایہ انشاء اللہ العزیز قیامت تک اس کا جواب نہیں لا سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آنکہ پدر نتواں کرد پسر تواں کرد،

اب آپ چند ایک گستاخیاں اعلیٰ حضرت بریلوی کی اعلیٰ ترین ذریت کی بھی ملاحظہ
فرمالیں تاکہ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

بیٹے کو اگر باپ کا علم از بر نہ ہو
وہ پسر لائق میراث پدر کیونکر ہو

کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذریت بہ کسی طرح بھی نالائق اور ناخلف ذریت ہوئے ہیں؟

الزام نہ لگے۔"

انبیاء پر شاگردی کا الزام

اللہ رب العزت کے سچے اور برگزیدہ نبیوں کی بے شمار خصوصیتوں میں سے
ایک اہم اور متہم بالشان خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ براہ راست اللہ رب العزت
کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ایک آن کے لیے بھی وہ کبھی کسی دوسرے
کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی ان قدسی صفات شخصیات کی
تعلیم و تربیت اور عصمت کا ذکر آیا ہے۔ اللہ رب العزت نے وہاں اس کی نسبت
اپنی طرف ہی فرمائی ہے ـــــ اور یہ حضرات بھی "من لم یشکر الناس
لم یشکر اللہ" کے علمبردار ہونے کے باوجود اپنی جملہ تعلیم و تربیت اور عصمت
بجائے کسی استاد یا شیخ طریقت کی طرف منسوب کرنے کے، صرف اللہ رب العزت
کا احسان و امتنان شمار فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ و علم آدم الاسماء کلھا۔ (۳۱۔ بقرہ۔ ۲)
اور سکھا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے۔

۲۔ و انہ لذو علم لما علمناہ۔ (۶۸۔ یوسف۔ ۱۲)
بلاشبہ حضرت یعقوب صاحب علم تھے اسلئے کہ ہم نے انہیں سکھایا تھا۔

۳۔ و علمناہ من لدنا علما۔ (۶۵۔ کہف۔ ۱۸)
اور ہم نے سکھایا تھا حضرت خضر کو اپنے پاس سے علم،

۴۔ و علمہ مما یشاء۔ (۲۵۱ بقرہ ۲)
اور سکھا دیا ہم نے حضرت داؤد کو جو کچھ چاہا۔

۵۔ علمنا منطق الطیر (۱۶ — نمل — ۲۷)

حضرت سلیمان نے فرمایا کہ ہمیں سکھائی گئی بولی پرندوں کی۔

۶۔ ذالکما مما علمنی ربی — (۳۷ - یوسف — ۱۲)

حضرت یوسف نے فرمایا کہ یہ منجملہ ان کے ہے جو سکھائیں مجھے میرے رب نے

۷۔ واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتورات والانجیل ۔ (۱۱۰ - مائدہ - ۵)

اور جب سکھائی میں نے آپکو اے عیسٰی علیہ السلام کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل۔

مفسر قرآن علامہ مولانا عبدالماجد دریاآبادی متوفی ۱۳۹۹ھ فرماتے ہیں کہ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ " حضرت عیسٰی علیہ السلام براہِ راست حق تعالیٰ کے شاگرد تھے جیسا کہ اور سب انبیاء ہوئے ہیں اور سب سے بڑھکر ہمارے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ تفسیر ماجدی ص۲۷۵

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

۸۔ وَعلمک مالم تکن تعلم ۔ (۱۱۳ - نساء ۴)

اور سکھایا آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے۔

۹۔ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان ۔ (۲ - رحمٰن ۵۵)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا اور حضور کو پیدا فرمایا اور بیان سکھایا۔ کنزالایمان۔

۱۰۔ علم الانسان مالم یعلم ۔ (۴ - علق - ۹۶ -)

آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ انسان سے مراد یہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان ص۱۰۷)

مذکورالصدر قرآنی آیات میں کتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ " انبیاء علیہم السلام براہ راست اللہ رب العزت کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی معنوی اولاد مفتی نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ مجاز و شاگرد رشید اعلیٰ حضرت بریلوی نے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی دجال کے لئے راستہ ہموار کرنے کی غرض سے ایک پسے اور برگزیدہ نبی حضرت اشمویل علیہ السلام کو بیت المقدس کے ایک کبیر السن اسرائیلی عالم کا شاگرد قرار دیا۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم،

ملاحظہ ہو تفسیر خزائن العرفان ص۴۶ ۲۴۶ بقرۃ ۲ حاشیہ ۵

مجھے ڈر ہے کہ تم کعبے نہ پہنچو
میاں یہ راہ ترکستان کی ہے

جمہور علماء — نبی کے نبی کا شاگرد ہونے کی گنجائش تو بتاتے ہیں مگر نبی کے غیر نبی کا شاگرد ہونے کا سوچتے تک بھی نہیں — اور خصوصاً اس وقت جبکہ —

شاگرد خادم ہوتا ہے — اور — نبی مخدوم
شاگرد تابع ہوتا ہے — اور — نبی متبوع
شاگرد طالب ہوتا ہے — اور — نبی مطلوب

آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ ——

افضل و مفضول ، اور مالک و مملوک — میں آپس میں کوئی فرق نہیں ؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر نبی کو غیر کا شاگرد قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی کو خادم۔ تابع اور طالب قرار دینا ہے۔ ؎

زمین و آسمان کا فرق ہے ادنیٰ و اعلیٰ میں
چمک سے ہمسر خورشید ذرہ ہو نہیں سکتا

قرآن مجید نے ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شاگردی کے ایسے ہی الزام کی اس طرح برآت فرمائی کہ :- " ولقد نعلم انہم یقولون انما یعلمہ بشر لسان الذی

یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین"

اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ کفار کہتے ہیں کہ حضورؐ کو ایک آدمی سکھاتا ہے حالانکہ زبان اس آدمی کی جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے یعنی ایسا عجمی استاد ہو — اور — ایسا عربی شاگرد ہو — یہ کیسے ہو سکتا ہے

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فیل ہونے کا الزام"

ملا نظام الدین بریلوی ملتانی صاحب انوار شریعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:-

"دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکامیاب رہے۔ امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلافیٔ مافات ہے۔" (انوار شریعت ص ۳۸ ج ۲)

قارئین کرام!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا اور قرب قیامت آپ کا واپس دوبارہ تشریف لانا ایک قطعی اور یقینی مسئلہ ہے۔ عند اللہ اس کی بہت مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ جن کا علم اللہ رب العزت کے سوا کسی کو نہیں — **مگر** اس سب کچھ کے باوجود شریعت اس گستاخی کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی ملا نظام الدین بریلوی ملتانی اللہ رب العزت کے برگزیدہ نبی کو ناکامیاب — قرار یا فیل قرار دینے لگے۔ معاذ اللہ ثم استغفر اللہ

ناظرین! یہ ہے ان کے انوار شریعت اور وہ تھا ان کا عشق رسول اور اب ملاحظہ ہو ان کی قرآن دانی، اور ترجمانی ہے

مفتی نہیں، فقیہہ نہیں، پیشوا نہیں
یہ خانزادگان بریلی شریف ہیں
سو برس سے شرک نوازی میں بے مثال
طرّوں کے پیچ و خم کی بناء پر شریف ہیں

شورش

قرآن مجید اور اُس کے متعلقات

قرآن مجید کا پڑھنا اور پڑھانا، سمجھنا اور سمجھانا، اور ان سب پر مستزاد یہ کہ ترجمہ یا تفسیر لکھنا، بلاشبہ بہت ہی بڑے شرف اور بزرگی کی بات ہے۔ بشرطیکہ یہ پڑھنا، پڑھانا اور سمجھنا سمجھانا پھر ترجمہ یا تفسیر لکھنا سب کچھ صحیح اور درست ہونے کے علاوہ اخلاص پر بھی مبنی ہو۔

لیکن اگر پڑھا، پڑھایا بھی غلط اور سمجھا سمجھایا بھی غلط، ترجمہ اور تفسیر بھی غلط، اور سب پر مستزاد یہ کہ غلطی بھی سہواً نہیں بلکہ عمداً کی۔ اتفاقاً نہیں بلکہ ارادۃً کی، تو پھر اس جرأت اور سنگین ترین جسارت کا مرتکب اللہ رب العزت کے نزدیک کسی طرح بھی بڑے سے بڑے ظالم اور کافر سے کم نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

(۱) ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذباً۔
(۲۱ - الانعام - ۶)

اور اُس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹ۔

(۲) فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذباً لیضل الناس بغیر علم۔ (۱۴۴ - الانعام - ۶)

پس اُس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو بہتان باندھے۔ اللہ پر جھوٹ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بغیر علم کے۔"

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ قرآن مجید جب محض بلاتحقیق ترجمہ و تفسیر کرنے

والوں کو ظالم ترین ٹھہرا رہا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اُن مجرموں کا کیا درجہ ہوگا۔ جو دانستہ غلط ترجمہ اور غلط تفسیر کی جسارت کرتے ہیں۔

حدیث میں ایسے غلط ترجمہ اور تفسیر کو تفسیر بالرای سے تعبیر فرمایا گیا ہے ارشاد نبوی ہے کہ "من فسّر برایہ فقد کفر"، یعنی تفسیر بالرای کفر ہے۔

مگر غلطی کے بہت اقسام ہیں اور سب سے زیادہ واضح اور سنگین غلطی نفس ترجمے کی غلطی ہے۔ اس لئے کہ ترجمہ ہی کسی تفسیر اور تشریح کی اساس اور بنیاد ہوا کرتا ہے۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

مقام افسوس ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمے میں ایسی ہی غلطیاں سب سے زیادہ نمایاں طور پر پائی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

۱۔ النبی الامّی - (۱۵۷ - اعراف ۷) بے پڑھے غیب بتانے والے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

یہاں اعلیٰ حضرت بریلوی نے (نبی)، کا ترجمہ کہیں غیب بتانے والے، کیا ہے۔ اور کہیں غیب کی خبریں بتانے والے، کیا ہے۔

جب کہ یہ معنی علاوہ تمام مترجمین کے خود اعلیٰ حضرت بریلوی نے بھی بہت سے مقامات پر نہیں کیا ——— جس کی تفصیل علم غیب کی بحث میں ہم مفصل طور پر صـ۱۰۲ پر ذکر کر آئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ غیب کی خبریں تو کبھی کبھی ولی بھی بطور کرامت یا بذریعہ کشف بتا دیتے ہیں مگر وہ ولی ہوتے ہیں اُن کو نبی نہیں کہا جاتا۔ چنانچہ اگر آپ کسی مسلمان سے پوچھیں کہ تمہارا نبی کون ہے تو وہ فوراً

کہے گا کہ محمد رسول اللہ ـــــ لیکن اگر آپ اس سے پوچھیں کہ تمہارا
غیب کی خبریں بتانے والا کون ہے تو وہ کوئی متعین جواب نہیں دے سکے گا۔
اس سے معلوم ہوا کہ لفظ نبی کا یہ ترجمہ صحیح اور درست ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ ترجمہ
خود ساختہ اور غلط ترجمہ ہے۔

۲۔ انا ارسلنک شاھداً ومبشراً ونذیراً

(۴۵ - احزاب - ۳۳، ۸ - فتح - ۴۸، ۱۵ - مزمل - ۷۳)

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ (کنزالایمان ص۶۱۵)
یہاں بھی اعلیٰ حضرت بریلوی نے (شاہد) کا ترجمہ حاضر و ناظر کیا ہے۔ جبکہ
یہ ترجمہ علاوہ تمام مترجمین کے خود اعلیٰ حضرت بریلوی نے بھی بہت سے مقامات
پر نہیں کیا ـــــ اس کی تفصیل بھی ہم حاضر و ناظر کی بحث میں ص۱۲۲ پر کر
آئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر یہ ترجمہ صحیح اور درست ہوتا تو کم از کم
متقدمین میں سے کوئی ایک تو اسے ذکر کرتا ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ترجمہ
بھی غلط اور خود ساختہ ہے۔ اور ایسا قطعاً ممکن نہیں کہ چودہ ۱۴۰۰ سو سال کے بعد
اس ترجمہ کا انکشاف پہلی مرتبہ اعلیٰ حضرت بریلوی پر ہی ہوا اس سے پہلے اور
کسی مفسر یا مترجم پر نہیں ہوا۔

ہاں البتہ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے اپنے
دین و مذہب کا ترجمہ ہو،

۳۔ خلق الانسان علمہ البیان ـــ (۴ - رحمن ۵۵)

ترجمہ: انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا۔
کنزالایمان ص۶۳۳

یہ ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کا ترجمہ ہے، مگر سوال یہ ہے کہ یہ
ترجمہ اس آیت کا نہ لفظی ترجمہ ہے اور نہ محاوراتی ترجمہ ـــــ ورنہ بتایا جائے کہ
"انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا"
آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے ـــــ اور علمہ البیان ـــــ میں
"ماکان و مایکون" کس کا ترجمہ ہے ـــــ بالفرض اگر لفظ بیان کا ترجمہ
ماکان و مایکون کا بیان ہے تو پھر لفظ بیان تو قرآن مجید میں اس کے علاوہ
اور جگہ بھی آیا ہے وہاں ماکان ومایکون ـ ترجمہ کیوں نہیں کیا جاتا۔
مثلاً "ھذا بیان للناس" (۱۳۸ - آل عمران - ۳)
"یہ لوگوں کو بتانا ہے ـــــ (کنزالایمان ص۹۰)
اس سے معلوم ہوا کہ یہ ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کا خود ساختہ اور غلط ترجمہ
ہے ـــــ ورنہ صحیح اور لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "بنایا آدمی پھر سکھائی اس
کو بات۔ (موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی)

۴۔ والنجم اذا ھوی (۱ - نجم - ۵۳)

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے،
یہ ترجمہ بھی کنزالایمان مصنفہ اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کا ترجمہ ہے ـــــ مگر
سوال یہ ہے کہ "اس پیارے چمکتے ـــــ محمد کی قسم ـــــ یہ معراج سے اترے۔
وغیرہ فقرے آیت کے کس لفظ کے معنیٰ اور مراد ہیں ـــــ آیت کا سیدھا،
سادہ اور صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ: "قسم ہے تارے کی جب ڈوبے"
(موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی۔

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت بریلوی کو آیت کی غلط تفسیر اور تشریح سے تو نہیں
روکا جا سکتا۔ اس لئے کہ یہ انکی اپنی سمجھ ہے مگر غلط ترجمہ اور وہ بھی تحت اللفظ،

غلط کرنے کی کسی مفتری کو بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کی سنگین ترین جسارتوں میں سے ایک جسارت یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی آڑ لیکر سادہ لوح عوام کے عقائد کو تباہ کرنے کی ناپاک سازش کی ہے۔ ورنہ جہاں تک عقیدت اور محبت کا تعلق ہے اعلیٰ حضرت بریلوی اسم پاک پر صلی اللہ علیہ وسلم تک لکھنے سے بھی عاری ہیں۔

۵۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (۹ — نجم - ۵۳)

شاہ عبدالقادر دہلوی فرماتے ہیں کہ۔ پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک۔ اور اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ۔ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم — (کنزالایمان صـ۶۲۶)

مذکورالصدر ترجمے میں بھی — جلوے — محبوب — دو ہاتھ — آخر کس لفظ کے معانی ہیں، پھر قاب — اور — قوس — کا ترجمہ بھی کسی عربی ڈکشنری میں — جلوہ — محبوب — اور ہاتھ نہیں کیا گیا ہے۔

ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آخر اس خود ساختہ اور غلط ترجمے کی اعلیٰ حضرت کو کیا ضرورت محسوس ہوئی ؟ کیا یہ افترا علی اللہ — اور تفسیر بالرائ — نہیں ہے ؟

۶۔ لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر — (۲ - فتح ۴۸)

" تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے" یہ ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کا اپنا ترجمہ ہے — اس کو حقیقت سے کہاں تک تعلق ہے، اس کا اندازہ آپ آیت اور ترجمہ کے الفاظ سے لگا سکتے ہیں — پھر قطع نظر اس کے — ایک سوال یہ بھی ہے کہ "تمہارے اگلوں اور — تمہارے پچھلوں" کے گناہ — کس لفظ کا ترجمہ ہے ؟

علاوہ ازیں اس ترجمے کی رو سے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصول و فروع سب معصوم قرار پائے — جبکہ ان کے معصوم ہونے کے تو اعلیٰ حضرت بریلوی بھی قائل نہیں ہیں۔

اور اب ملاحظہ ہو صحیح، درست، تحت اللفظ۔ اور محاوراتی ترجمہ۔ تاکہ اللہ آپ کی اگلی، پچھلی خطائیں معاف کردے۔ (بیان القرآن)

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را !
(اقبالؒ)

۷۔ قل انما انا بشر مثلکم (۱۱۰ کہف ۱۸)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں،

یہ ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کا فرمایا ہوا ہے — مگر سوال یہ ہے کہ ظاہر صورت بشری میں تو" میں تم جیسا ہوں۔ کس لفظ کا معنی ہے ؟

جمہور مفسرین اور مترجمین کی تفاسیر اور تراجم میں یہ خانہ زاد اضافہ کہیں نہیں ملتا — اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ مفتی احمد یار خاں گجراتی بریلوی فرماتے ہیں کہ " اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے۔ لہٰذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے۔ (جاءالحق صـ۱۶۲)

مذکورالصدر تشریح میں خط کشیدہ الفاظ خاص طور توجہ طلب ہیں اور ان میں خصوصاً یہ فقرہ کہ " اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں"، تو بہت ہی گستاخ اور شرمناک فقرہ ہے — اندازہ فرمایئے کہ کہاں بشریت کی نفی اور کہاں کفار کے ہم جنس ہونے کا اثبات — پھر

اسی پر اکتفا نہیں بلکہ نوبت باینجا رسید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس شکاری سے تشبیہ دی جا رہی ہے جو دانہ پھینکتا ہے اور غلط خیر خواہ بن کر معصوم شکار کو شکار کرتا ہے ——— گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی شکاری کا کردار ادا کرتے رہے جس کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور باطن کچھ اور ——— معاذ اللہ ثم استغفر اللہ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ بشریت کے بارے میں یہ شرمناک زبان استعمال کرنا اور اسے ایک مداری کا کھیل سمجھنا اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت کا طرۂ امتیاز تو ہو سکتا ہے ——— مگر کسی سُنی مسلمان کی شان نہیں

اب ملاحظہ ہو آیت کا صحیح، درست اور سیدھا، سادہ لفظی اور محاوراتی ترجمہ ——— "تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم"

(موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی۔

ع۔ ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا،

اعلیٰ حضرت کے متفرق تفسیری نوٹ،

قارئین کرام اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ قرآن کا لطف تو آپ اٹھا چکے۔ مگر اب تفسیر کے مزہ سے بھی محفوظ ہو جیئے! ——— ایک جگہ زیر آیت "کل قد علم صلوتہٗ و تسبیحہ"، فرماتے ہیں کہ :۔

۱۔ "جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عز وجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے۔ اس نے کہا الحلائل لا یخرجن باللیل بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمہا اللہ تعالیٰ تو اللہ

اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برسکتا۔

(ملفوظات صـ۸۷ ج ۴)

گویا شمالی ہوا نے اللہ رب العزت کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ——— اور اللہ رب العزت ——— درگزر بھی نہ فرما سکے اور سزا بھی سوائے بانجھ کرنے کے اور کچھ نہ دے سکے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ ثم آتینا موسی الکتٰب تماماً علی الذی احسن و تفصیلاً لکل شیٍٔ وھدًی و رحمۃً لقوم یؤمنون، (۱۵۴۔ انعام ۶)

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت ——— کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ——— جب توریت تفصیل کل شے ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرے علم حاصل کرنے کی کیا ضرورت؟ ——— پھر اس شبہ کا دو طرح ازالہ فرماتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جاؤ ہمارا ایک بندہ فلاں پہاڑ پر ہے اس سے علم حاصل کرو ——— یہ واقعہ توریت مقدس سے بہت پیشتر کا واقعہ ہے۔

(ملفوظات صـ۵ ج ۳)

مگر محشی ملفوظات مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ "پیشتر کی جگہ بعد ہونا چاہیئے جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث انکم علی علمکم اللہ لا اعلمہٗ سے اس کی طرف اشارہ ہے نیز "قام موسیٰ خطیباً فی بنی اسرائیل" بھی اسی کو چاہتا ہے" ۱۲

قارئین کرام! اندازہ فرمائیے اعلیٰ حضرت بریلوی کی وسعت نظر اور تبحر علم کا۔

بیچارے تقدم و تاخر سے بھی نابلد ہیں۔

۲۔ کوئی اعتراض نہیں توریت کا تفصیل کل شی ہونا فرمایا ہے اُس تفصیل کا باقی رہنا کہیں نہیں فرمایا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب توریت لے کر آئے یہاں دیکھا کہ لوگ گئو سالہ کے آگے سجدہ کرتے اور اُس کی پرستش کرتے ہیں، آپ کی شانِ جلال کی یہ حالت تھی کہ جس وقت جلال طاری ہوتا۔ آدھ گز آگ کا شعلہ کلاہِ مبارک سے اُوپر کو اُٹھتا جلال میں آکر الواحِ توریت پھینک دیں وہ ٹوٹ گیئں ——— تفصیل کل شی اٹھ گئی صرف احکام باقی رہ گئے۔

(ملفوظات ص۶ ج ۴)

قارئین کرام! مذکور الصدر جواب میں خط کشیدہ فقرے یہودیت سے متاثر ہوکر لکھے گئے ہیں، ورنہ آدھ گز آگ کے شعلے کا کلاہ مبارک سے اُوپر کو اٹھنا ——— اور الواحِ توریت کا پھینک دینا ——— پھر اُن کا ٹوٹ جانا اور تفصیل کل شی اٹھ جانا ——— قرآن و حدیث میں کہیں مذکور نہیں۔

البتہ۔ "القی الالواح" کا فقرہ قرآن مجید میں ضرور موجود ہے مگر اُس کا معنی یہ نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیوں کو اس بے ادبی کے ساتھ زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گیئں۔ اس لئے کہ اس طرح پھینکنا یا دے مارنا تو گناہِ عظیم ہے اور انبیاء علیہم السلام سب گناہوں سے معصوم ہیں۔

اس لئے مرادِ آیت کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے اتنی جلدی اُن تختیوں کو رکھا جس سے دیکھنے والوں کو شبہ ہوا کہ شاید ان کو ڈال ہی دیا ہے۔ (بیان القرآن)

ــــہ

نہ جس نے درسگاہِ عشق میں تعلیم پائی ہو
میری باتیں وہ کیا سمجھے وہ کیا میری زبان سمجھے

ایک اعتراض اور اسکا جواب

اعلیٰ حضرت بریلوی سے کسی نے پوچھا کہ حضور! الواح توریت تو کلام خدا ہے اُن کے ساتھ حضرت موسیٰ نے یہ برتاؤ کس طرح کیا؟

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب بجائے اس کے کہ اِس شبہ کو مفسرانہ علمی انداز میں حل فرماتے ——— اِس کو مزید الجھا رہے ہیں ——— فرماتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں اور آپ کے بڑے بھائی۔ اور نبی کی تعظیم فرض ہے۔ اِن کے ساتھ تو آپ نے جلال کے وقت یہ کیا ———

اخذ براس اخیہ یجرہٗ الیہ۔ اُن کا سر اور داڑھی پکڑ کر کھینچنے لگے۔ جانے دیجئے یہ تو آپ کے بڑے بھائی تھے۔

شبِ معراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ کوئی شخص رب عزوجل کے حضور بلند آواز سے کلام کر رہا ہے، ارشاد فرمایا اے جبریل یہ کون شخص ہیں؟ عرض کی موسیٰ ہیں۔ فرمایا کیا اپنے رب پر تیزی کرتے ہیں؟ عرض کیا قد عرف ربہٗ حدتہٗ انکا رب جانتا ہے کہ اِن کا مزاج تیز ہے ——— خیر ان کو بھی جانے دیجئے۔

جو رب عزّ وجل سے عرض کی ہے "ان ھی الا فتنتک" یہ سب تیرے ہی فتنے ہیں یہاں کیا کہیئے گا؟ (ملفوظات ص۶ ج ۴)

گویا اعلیٰ حضرت بریلوی یہ تاثر دے رہے ہیں کہ یہ مسائل ناقابل حل ہیں ——— اور پھر تورات کی بے حرمتی تو رہی اپنی جگہ ——— حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی کی تعظیم ——— بلکہ اللہ رب العزت کی تعظیم کا بھی خیال نہیں فرما ہے ———

(معاذ اللہ ثم استغفر اللہ)

قارئین کرام! یہ ہیں اعلیٰ حضرت بریلوی کے تفسیری شاہکار — جن پر مضبوطی سے قائم رہنے کو وہ ہر فرض سے اہم ترین فرض قرار دے رہے ہیں۔

۳- سنقرئک فلا تنسیٰ الا ماشاء اللہ۔ ہم تم کو پڑھا دیں گے پھر تم نہ بھولو گے۔ مگر جو اللہ چاہے — اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ماشاء اللہ کا علم حضور کو نہ رہا حالانکہ وہ ماکان و مایکون میں سے ہے، پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ ماشاء اللہ آیاتِ الٰہی کی نسبت کلام ہے اور آیاتِ الٰہی صفتِ الٰہی ہے اور وہ قدیم ہے ماکان و مایکون میں داخل نہیں۔

(ملفوظات ص۹ ج ۳)

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ الٰہی کو تو بھول سکتے ہیں جو مقصود بالذات ہیں اور لوگوں کے معاملات کو نہیں بھول سکتے جن کا یاد رکھنا بھی کوئی ضروری نہیں ہے، (معاذ اللہ)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے اسی اعتراض سے بچنے کے لئے لکھدیا کہ استثناء واقع نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کتاب کچھ بھولیں۔

(خزائن العرفان ص۷۰۳)

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ "یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو الا ماشاء اللہ۔ (ملفوظات ص۹ ج ۳)

ناظرین! ہمیں اعلیٰ حضرت بریلوی کی اس الٹی منطق پر حیرت ہوتی ہے کہ آیات کا نسیان تو ممکن ہے مگر ماکان و مایکون کا نسیان ممکن نہیں حالانکہ بزعم ان کے وہ ماکان و مایکون بھی تو انہی آیات ہی میں ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھدیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

"یک نہ شد دو شد"

قارئین کرام! ہم رونا رو رہے تھے غلط ترجمے اور تفسیر کا مگر یہاں تو نظم قرآنی کا بھی کوئی پاس نہیں ہے — اور ممکن ہے کہ ایسی تحریفات بھی بریلوی دین و مذہب کا کوئی مابہ الامتیاز ہو — ارشاد فرماتے ہیں کہ

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ (۲۱ — مجادلہ ۵۸)

اس کو اعلیٰ حضرت بریلوی اور انکی ذریت ۱۳۴۰ھ سے لیکر اب تک — ختم اللہ لاغلبن انا ورسلی — پڑھ رہی ہے۔ (ملفوظات ص۲۹ ج۴)

شاید کسی وقت اس سے ختم وغیرہ پر استدلال کرنا مقصود ہوگا۔

اسی طرح آیت:-

"ثم اتینا موسی الکتب تماماً علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شیء وھدی ورحمۃ لعلھم بلقاء ربھم یؤمنون۔

(۱۵۴ — انعام ۶)

بھی تقریباً ساٹھ سال سے غلط لکھی اور پڑھی جا رہی ہے۔ "لعلھم بلقاء ربھم یؤمنون" کی بجائے آج بھی ملفوظات ص۵ ج ۳ میں "لقوم یؤمنون" لکھا اور پڑھا جا رہا ہے۔

ہمارے بار بار توجہ دلانے کے باوجود بھی اعلیٰ حضرت کی امت کو اسی پر اصرار ہے شاید شاعر مشرق نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا تھا کہ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

افترا علی اللہ کی بدترین مثال

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب ایک جگہ فرماتے ہیں کہ :-

"داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اُسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا۔" (احکام شریعت ص۱۷۳ ج ۲)

قارئین کرام!

اس میں شبہ نہیں کہ داڑھی اسلام کا شعار اور سنت انبیاء علیہم السلام ہے مگر یہ دعویٰ بلاشبہ غلط اور اللہ رب العزت پر بہت بڑا بہتان ہے کہ اس نے داڑھی منڈانے اور کتروانے والے پر قرآن عظیم میں لعنت فرمائی ہے ——— قرآن کریم میں اس مضمون کی کوئی آیت نہ اب ہے اور نہ اس سے پہلے کبھی تھی — البتہ یہ ممکن ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے اپنے دین و مذہب کے کسی قرآن عظیم میں داڑھی منڈانے اور کتروانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہو ——— ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً لیضل الناس بغیر علم۔

(۱۴۴ ——— انعام — ۶)

پس اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بغیر علم کے،

اعتراف حقیقت

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب ایک جگہ اس حقیقت کا اعتراف

[کر]تے ہیں کہ یہ غلط ترجمے اور غلط تفسیریں نیز لفظی اور معنوی تحریفیں گو اگلوں [سے من]قول نہیں ——— تاہم پھر بھی اچنبھے کی بات نہیں ہے — خود ارشاد [فرما]تے ہیں کہ ؎

زمانہ میں، میں گرچہ آخر ہوا
وہ لایا جو اگلوں سے ممکن نہ تھا
خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہوں سب جہان

(حسام الحرمین ص ۳۸)

فقہ اور اس کے متعلقات

فقہ قرآن وحدیث کے نچوڑ اور عطر کا نام ہے جتنا کسی کو قرآن وحدیث پر عبور ہوگا اتنی ہی اُس کی نظر فقہی جزئیات میں گہری ہوگی ——— اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب کی اُمت کو چونکہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے بہت بڑا فقیہ ہونے کا دعویٰ ہے اس لئے آپ :—

اولاً تو اُس کا اندازہ اُن کے قرآن وحدیث پر مذکورہ عبور اور بے پناہ یادداشت سے لگا لیجئے اور ——— ثانیاً اُن کے درج ذیل فقہی تفردات سے۔

ع — . قیاس کن زگلستان من بہار مرا

۱- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حُقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے؟ وہ کون حالت اور کس وقت پر۔ بینوا توجروا

الجواب :- جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمم سے نماز باطل۔ (احکام شریعت صـ۲۴۴ ج ۳)

قارئین کرام :-

کیا حُقے کے پانی کا رنگ نہیں بدلتا یا بُو نہیں بدلتی اور مزہ نہیں بدلتا، کہ وہ سب کچھ بدل جانے کے باوجود بھی — آب مطلق — ہی رہا ——— فاعتبروا یا اولی الابصار)

۲- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو ایسی حالت میں کیا کرے؟

الجواب :- تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور غسل کرکے پھر اعادہ کرے،

(احکام شریعت صـ۱۴۲ ج ۲)

قارئین کرام!

قرآن مجید تو تیمم کی اجازت پانی کے نہ ہونے کی صورت میں دیتا ہے مگر اعلیٰ حضرت بریلوی نمازِ فجر قضا ہونے کے خطرے کے پیش نظر بھی تیمم کی تلقین فرما رہے ہیں ——— مگر سوال یہ ہے کہ نمازِ فجر کی تخصیص اور اعادۃ نماز کی تلقین آخر کس بنیاد پر؟- (فاتوا برہانکم ان کنتم صادقین)

۲- نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز و وضو میں خلل نہیں — مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اُس پر حرام ہو جائیں گی جب کہ فرج داخل پر نظر شہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہونگے۔

(فتاویٰ رضویہ صـ۵ ج ۱)

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ انکشاف کہ نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز و وضو میں کوئی خلل نہیں آتا — کم از کم ہمارے لئے تو بہت ہی حیران کن ہے ——— اس لئے کہ نماز — نماز ہے؟ یا کہ اُس بازار کی سیر ہے؟ پھر عورت بھی اپنی نہیں، بلکہ بیگانہ عورت! ——— اور نظر بھی اُس کے جسم پر نہیں، بلکہ فرماتے ہیں کہ ——— فرج داخل پر ——— ان سب پر مستزاد یہ کہ — اس سے نماز میں بھی خلل نہیں آتا۔

ناظرین بلا مبالغہ یہ کیفیت تو اُس بازار میں بھی ممکن نہیں، جس کا امکان اعلیٰ حضرت بریلوی مسجد میں ذکر فرما رہے ہیں ——— پھر یہ بے احتیاطی تو عام حالات میں بھی ممکن نہیں جس کا احتمال اعلیٰ حضرت بریلوی نماز میں ذکر فرما رہے ہیں ——— علاوہ ازیں یہ سہولت تو اپنی بیوی سے بھی ممکن نہیں، جس کا آسان ہونا اعلیٰ حضرت بریلوی بیگانہ عورت میں فرما رہے ہیں ؎

میں جو سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا * تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملیگا نماز میں

دانشوران قوم! بریلوی دین و مذہب کے بانی مبانی اعلیٰ حضرت علاّمہ احمد رضا خاں بریلوی نے نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کا مسئلہ اُچھال کر اپنی سادہ لوح عوام کو بیگانہ عورت کی داخلی شرمگاہ پر پہنچا کر — کوئی خلل نہیں — کا پروان سنا دیا " ہمارے نقطۂ نظر سے — اِس مسئلہ کا تو بہانہ تھا ——— ورنہ اصل یہی تھا جو ذکر ہوا ہے۔ ؎

لاکھوں چھپایا رازِ محبت نہ چھپ سکا
آنکھوں نے رو کے یار سے اظہار کر دیا

۴۔ کسی حاملہ عورت کے نصف بچہ پیدا ہو گیا ہو اور نماز کا وقت آ گیا تو ابھی نفساء نہیں حکم ہے کہ گڑھا کھودے یا دیگ پر بیٹھے اور اس طرح نماز پڑھے کہ بچے کو تکلیف نہ ہو،

(ملفوظات ص۹۰ ج ۲)

قارئین کرام!

اعلیٰ حضرت بریلوی کی اِن فقہی موشگافیوں کا جواب نہیں — کیا عجیب فقہ ہے کہ — ایک پنتھ اور دو کاج — یا — ہم خرما و ہم ثواب — فقہ کی فقہ — اور — مزے کے مزے،

مگر تعجب ہوتا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کی فقاہت پر، کہ ایک فرض کی ادائیگی کے لئے بیسیوں فرائض کی پامالی ——— خصوصاً اس وقت جب کہ اُس ایک فرض نماز کی ادائیگی بھی کوئی فی الفور ضروری نہیں — بلکہ نمازوں کے اوقات میں توسیع معروف ہے۔ پھر یہ تکلفات کہ — گڑھا کھودے — یا دیگ پر بیٹھے — اور بچے کو بھی تکلیف نہ ہو، بلاشبہ اِس کے مترادف ہے کہ ؎

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ئی
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

دوسری طرف یہ مسئلہ ——— کہ اگر شدت کی بھوک ہو اور کھانا بھی حاضر ہو۔ پھر اندریں حالات نماز کا وقت آ گیا ہو — تو اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ پہلے کھانے وغیرہ سے فارغ ہوے پھر نماز پڑھے۔ اور ایسے ہی مسئلہ ہے پیشاب اور پاخانہ کا — ع۔ ببین تفاوت راہ از کجا تا بکجا ؎

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے خوف سکندر ہے نہ اندیشہ دارا

۵۔ مذہب حنفی میں جمعہ و عیدین دیہات میں جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے آخر شافعی رح مذہب پر تو ہو ہی جائے گا۔ احکام شریعت ص۲۲۸ ج ۲، و ملفوظات ص۱۹ ج ۳)

قارئین کرام!

یہ ہے اعلیٰ حضرت بریلوی حنفی کی فقہی بصیرت کہ — مذہب حنفی میں جمعہ و عیدین دیہات میں جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے۔ آخر شافعی مذہب پر تو ہی جائیگا ۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

گرہمیں است مکتب و ملّا کارِ طفلاں تمام خواہد شد

ہم اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذریت سے پوچھتے ہیں کہ برایں قیاس یہ کہنا درست ہے کہ :۔

۱۔ اپنی بیوی کو تین طلاقیں بیک وقت دینا گو مذہب حنفی میں تین ہی کے مترادف ہے۔ لیکن اگر کوئی ایک کا قائل ہے تو منع نہ کیا جائے۔ آخر ظاہری مذہب پر تو ایک ہی ہوئی ہے۔

۲۔ یا حرمتِ مصاہرت کے سلسلہ میں اصرار نہ کیا جائے ۔——— اس لئے کہ شافعی مذہب میں تو حرمت مصاہرت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے؟

۳۔ اسی طرح محاذاتِ مشتبہات بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے ——— اس لئے کہ شافعی مذہب میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔؟

۴۔ علاوہ ازیں۔ جنگلی چوہا، گوہ، لومڑی اور نیولا وغیرہ کو حلال تصور کرنا چاہئے! اس لئے کہ آخر شافعی مذہب میں تو یہ سب حلال ہی ہیں۔ ذالک مبلغہم من العلم، یہ ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کی حنفیت ——— اور اُن کی طرفداری ——— وغمگساری

ع۔ باز آئے ہم ایسی محبت سے اُٹھا لو پاندان اپنا

امین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین وغیرہا مسائل ان کے علاوہ ہیں۔

بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی حنفی نہیں بلکہ شافعی المذہب تھے

۶۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ "جمہور حنفیہ کا یہ ہی مسلک ہے کہ مکہ ——— مدینہ سے افضل ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مدینہ طیبہ افضل ہے اور ——— یہی میرا مسلک ہے۔ ملفوظات ص۵۵ ج ۲)

قارئین کرام!

اس سے بھی آپ اعلیٰ حضرت بریلوی کی حنفیت نوازی اور طرفداری کا پورا اندازہ لگا سکتے ہیں ——— آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائیگا ——— کا دعویٰ کرنے والے اعلیٰ حضرت ——— اب امام مالک کے مذہب کو امام ابوحنیفہ کے مذہب پر ترجیح دے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ یہی میرا مسلک ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی مالکی المذہب ہیں ——— مگر جہاں تک ہماری تحقیق کا تعلق ہے اعلیٰ حضرت بریلوی نہ حنفی ہیں، نہ شافعی اور نہ مالکی ہیں نہ حنبلی ——— بلکہ یہ ہیں۔

ع ــ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

۷۔ آفتاب نکلتے ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کو قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ اور

ذکر الٰہی درود شریف وغیرہ پڑھیں وہ تین وقت تلاوت کے لائق نہیں۔

(احکام شریعت ص۱۶۶ ج ۲)

حالانکہ جمہور حنفیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان اوقات ممنوعہ میں سوائے نماز کے ہر عبادت بمع تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی شاید اپنے دین ومذہب کی رو سے ان اوقات میں تلاوت قرآن مجید کو ممنوع قرار دے رہے ہیں نہ کہ مذہب حنفی کی رو سے اس لئے کہ مذہب حنفی میں تو ان اوقات میں تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔

۸۔ کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سود، وشراب ورشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اُس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا کہ اس کے بدلے فلاں چیز دے۔ اُس نے دی اُس نے قیمت میں زرِ حرام دیا، تو جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی۔ اس صورت میں فاتحہ وعرس کا کھانا جائز ہے۔ ملخصاً

(احکام شریعت ص۱۱۰ ج ۱)

قارئین کرام!

کیا عمدہ توجیہہ ہے کہ حرام روپیہ۔ براہ راست نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کے بدلے تو اشیاء خریدی جاتی ہیں ——— حرام ہوگا تو روپیہ ہوگا۔ اشیاء حرام نہیں ہونگی،

ع ــ ان کے بس میں ہو تو ناموسِ پیغمبر نہ بچے

علیٰ ہذا القیاس کوئی حرام ——— حرام نہیں اور کوئی ناجائز ——— ناجائز نہیں ——— بلکہ

تھوڑے سے ہیر پھیر سے ہر حرام — حلال بن سکتا ہے۔

۲- اور اسی قبیل سے ہے طائفہ کا مجلس میلاد منعقد کروانا - (احکام شریعت ص۱۴۴ ج۲)

۳- یا نیت بدل کر کافروں کی ہولی، دیوالی وغیرہ کی مٹھائی لینا (ملفوظات ص۱۰۳ ج۱)

یہ ہیں اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی زریں اصلاحات —

جن پر مضبوطی سے قائم رہنے کو وہ ہر فرض سے اہم ترین فرض قرار دے رہے ہیں ؎

یہ کیا غضب ہے دین فروشانِ عصر نو
ڈھاتے ہیں دست کفر سے ایوان مصطفےٰ!

قارئین کرام!

یہ چند مثالیں "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر ذکر کر دی گئی ہیں - ورنہ اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی فقہی تلبیسات خارج از شمار ہیں

؎ طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں گر کچھ اثر کریں

★

"تصوف اور اُسکے متعلقات"

تصوف کے لغوی معنیٰ اگو — اُون کا لباس پہن نے —— کے ہیں، مگر اصلاح صوفیاء میں تصوف — عمدہ اعمال، منتخب اوصاف، بہترین خصال اور پسندیدہ اخلاق —— کا نام ہے،

بایں ہمہ یہ حقیقت پھر اپنی جگہ صحیح اور درست ہے کہ لفظ تصوف کی یہ تشریح نہ تو جامع تشریح ہے اور نہ ہی مانع تشریح —— البتہ اس تشریح کو تصوف کی ایک دھندلی اور نامکمل سی تصویر ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔

بریں بناء صوفی خواہ چشتی ہو یا نقشبندی —— سہروردی ہو یا قادری —— مگر جہاں وہ ہر شعبۂ حیات میں فرائض و واجبات کا پابند ہوتا ہے، وہاں سنن، نوافل اور مستحبات کو بھی کسی صورت پامال نہیں ہونے دیتا۔

بلکہ نوافل و مستحبات تو مشرب صوفیاء میں فرائض و واجبات کا درجہ رکھتے ہیں اور فرائض و واجبات کا درجہ باہر از بیان ہے ——

ع — قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

مگر افسوس کہ اعلیٰ حضرت بانی بریلوی دین و مذہب با وجود قادری، برکاتی، وغیرہ کے دعویدار ہونے کے —— لغوی اور اصطلاحی دونوں ہی قسم کے تصوف سے بالکل خالی اور عاری معلوم ہوتے ہیں —— بلکہ اس کے بھی برعکس تصوف کا جو نقشہ انکی اپنی کتابوں سے ظاہر ہے وہ اس قدر بھیانک ہے کہ ڈر لگتا ہے ——

ع — چوں می گویم رضا خانم ملرزم —— ملاحظہ ہو،

۱- نفل چھوڑ دیئے :-

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں، نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں،

(ملفوظات صہ ۵۳ ج ۴)

قارئین کرام!

یہ فقہاء کرام پر صریح بہتان ہے ـــــ ورنہ فقہ میں ایسی کوئی حالت نہیں ہے۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ صرف سنتیں ہی معاف ہوں ـــ پھر یہ کہ "نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں" اہل تصوف کے نقطۂ نظر سے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ یاد رہے کہ نفل سے مراد۔ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین وغیرہ کے نفل ہیں۔ مگر ان کا تارک اہل تصوف کے نزدیک ـــ صوفی ـــ تو کیا ـــ ایک عام عالم دین کہلانے کا بھی مجاز نہیں ہے۔

بہرحال یہ بات تو خوب اچھی واضح ہو گئی ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے عمر کے اس حصے میں نفل عبادت بالکل چھوڑ دی تھی جس میں نسبتاً نفل عبادت زیادہ کرنے کا تقاضا موجود ہوتا ہے ـــــ اور تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اس حالت زار پر بجائے افسوس اور ملال کرنے کے ـــ مسرت وابتہاج کا اظہار فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بحمد للہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں،،

(ملفوظات صہ ۵۳ ج ۴)

ناظرین! علی سبیل الترقی اس کا ایک مطلب یہ بھی نکلا کہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی

کو سنتیں معاف ہیں تو کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کو فرائض معاف ہوں۔ ـــــ معاذ اللہ۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ جاہل پیروں اور فقیروں کو ترک نماز پر اکسانے والی اگر کوئی شخصیت ہے تو وہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ ما علیہ کی ذات، والا، صفات ہے، ؎

ہم نے ذروں کو سکون دل وحشی بخشا
تو نے موج گل و لالہ کو پر آشوب کیا،

۲- باسی پانی

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمائش کی کہ رات کا باسی پانی لاؤ۔ ملخصاً۔ ملفوظات صہ ۴۴ ج ۱، دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ مگر میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا۔

(ملفوظات صہ ۲۰ ج ۲)

قارئین کرام! حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باسی پانی پسند اور اعلیٰ حضرت بریلوی کو ناپسند۔ بھلا علم تصوف کی رو سے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اور مقام افسوس ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ میں باسی پانی کبھی نہیں پیتا ـــ کاش امتثال سنت کے لئے ایک آدھ بار ہی کی گنجائش رکھی ہوتی۔

۳- گردے جائز ہیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی گردوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کا کھانا جائز ہے مگر حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا۔ اس وجہ سے کہ پیشاب ان میں سے ہو کر مثانہ
میں جاتا ہے۔ (ملفوظات صـ۲۷ ج ۴)

قارئین کرام!

جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا ہو، وہ چیز بھلا
مشرب صوفی میں کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جائز چیز کو ناپسند کیسے فرما
سکتے ہیں؟ رہ گئی گردوں کی فقہی حیثیت ——— تو اس سلسلہ میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے کہ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (التحریم ۶۶)
اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں۔ جو حلال کیا اللہ نے آپ کے لئے ———
چونکہ آپ کا ناپسند فرمانا بمنزل حرام کے ٹھہرا ہے اس لئے تنبیہاً اسے تحریم
سے تعبیر کیا گیا ہے ورنہ حلال اور حرام فرمانا تو اللہ رب العزت کا اختیار ہے
نہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ——— ؎

اے مکین گنبد خضری ہمیں یہ تو بتا
امت احمد رضا سے کس طرح نپٹا کریں

۴۔ حجرہ میں لے جاؤ

حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں حضرت سیدی
احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے
آتے تھے ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد
ہوا، النظرۃ الاولی لک والثانیۃ علیک، پہلی نظر تیرے لئے ہے اور
دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا

خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپکو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر
ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند آئی؟ عرض کی ہاں اپنے شیخ سے
کوئی بات چھپانا نہ چاہیئے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی اب
آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں معاً
وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا
انہوں نے آپکی نذر کر دی ارشاد فرمایا عبدالوہاب اب دیر کاہے کی فلاں فلاں
حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔ (ملفوظات صـ۳۱ ج ۳)

قارئین کرام!

یہ ساری کاروائی اعلیٰ حضرت بریلوی کی فرضی اور بناوٹی کاروائی ہے۔
بھلا کبھی کسی نے زندوں کو مردوں سے اس طرح بھی ہمکلام ہوتے دیکھا ہے
جس طرح اعلیٰ حضرت بریلوی سید عبدالوہاب کو سید احمد کبیر سے ہمکلام
فرما رہے ہیں، پھر سید احمد بدوی کبیر کا یہ فرمانا کہ عبدالوہاب اب دیر کاہے
کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو ——— خاصہ مضحکہ خیز
افسانہ ہے اس لئے کہ نہ اس کا کوئی ثبوت اور نہ اس کا کوئی گواہ۔

یہ ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کا تصوف اور تقویٰ جس پر مضبوطی سے قائم رہنے
کو وہ ہر فرض سے اہم ترین فرض قرار دیتے رہے ہیں ؎

میں جانتا ہوں مجمع زہاد کا مزاج
حجروں میں ان کو جلوہ جانا نہ چاہیئے

منقول ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی خدمت اقدس میں بھی ایک
باندی اکثر رہا کرتی تھی ——— ملفوظات صـ۱۵ ج ا

۵ - فرج وذکر کا چھونا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ـــ کہ مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- زن وشوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ فرج وذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب واجر ہے۔

(احکام شریعت ص۲۳۹ ج ۳)

قارئین کرام !

کتب فقہ میں تو یہ تصریح کہیں نہیں ملی کہ فرج وذکر کو بہ نیت صالحہ چھونا موجب ثواب واجر ہے۔ مگر عین ممکن ہے کہ بریلوی دین ومذہب میں فرج وذکر کو ایسی ہی حیثیت حاصل ہو ـــ بہ نیت صالحہ ـــ کی قید شاید اتفاقی ہے ورنہ بلا اخلاص چھونے کو اعلیٰ حضرت بریلوی گناہ فرمادیتے اور قطع نظر اس کے ـــــــ یہ حقیقت پھر اپنی جگہ صحیح اور درست ہے کہ فرج وذکر کی یہ عزت افزائی ـــ اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کا طرہ امتیاز ہے اور کسی کا نہیں ـــــــ یہی تو وہ کارہائے نمایاں ـــ ہیں جن کی وجہ سے اعلیٰ حضرت بریلوی کو مجدد مائتہ حاضرہ کے نمایاں اور ممتاز لقب سے یاد فرمایا جاتا ہے ؎

انسان خود ہے اپنے کمالات کی دلیل
یا پیرا گفتگو تو شریفانہ چاہیئے

ہمارا اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذریت سے سوال ہے کہ اگر فرج وذکر کو

بہ نیت صالحہ چھونا موجب ثواب واجر ہے ـــــ تو ـــ اس اجر وثواب کے ایصال اور بخشنے کا کیا طریقہ ہے ؟ ارشاد فرمائیں کہ یہ ایصال دن کو ہو یا رات کو کس وقت ہو۔ بینوا

؎ فتوی کی بات چیت ضروری سہی مگر
طرز بیان میں رنگ فقیہانہ چاہیئے

مدینہ شریف کی مجاورت ،

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب فرماتے ہیں کہ :-

"مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے آئمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہو سکے گا۔

(احکام شریعت ص۱۴۷ ج دوم)

؎ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

قارئین کرام !

کہاں عشق رسول کے دعوے اور کہاں مجاورت رسالت مآب سے اعراض ،

ع ـــ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نہ معلوم وہ کون سے آئمہ کرام ہیں ـ جن کے نزدیک مجاورت مدینہ طیبہ مکروہ ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی امام نے بے ادب اور گستاخ بریلویوں کے لئے ایسا مسئلہ احتیاطاً فرما دیا ہو ـــ مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بجائے حفظ آداب تلقین فرمانے کے نفس مجاورت ہی کے مکروہ ہونے کا مرغوب فیصلہ کتنی خوشی سے فرما رہے ہیں۔ اس کے برعکس ایک عاشق صادق کی

آرزو ملاحظہ فرمائیں ؎

جیئوں تو ساتھ سگان حرم کے ترے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار

(مولانا محمد قاسم نانوتوی رح)

۷۔ زنا کی تلافی کا طریقہ

اعلیٰحضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ زنا میں "بعض وقت عورت کا بھی حق ہوتا ہے جب کہ اُس سے جبراً زنا کیا جائے۔ اور اُس کا باپ۔ بھائی، شوہر جس جس کو اُس خبر سے عار لاحق ہوں گی۔ اُن سب کا حق ہے۔ علماء میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ صاف لفظوں میں اُن سب سے معافی مانگے کہ میں نے یہ کام کیا ہے معافی چاہتا ہوں۔ (ملفوظات صہ ۴۵ ج ۳)

قارئین کرام!

ملاحظہ فرمائی زنا کی تلافی کی انوکھی اور غیر متنازعہ ترکیب ——— بھلا وہ باپ، بھائی اور شوہر ڈوب نہیں مریں گے جن سے زانی اُنکی بیٹی، بہن اور بیوی سے زنا کی معافی کی درخواست کرے گا ——— نہ معلوم وہ کون سے علماء ہیں۔ جنہوں نے صاف لفظوں میں اُن سے معافی مانگنے کی "تلقین فرمائی" ہے۔ قطع نظر اس کے اس ترکیب سے: والدین، بھائی بہن اور شوہر کے مستقبل پر جو اثر پڑے گا۔ کاش اس پر بھی غور فرمایا ہوتا۔

پھر اسلامی حد کی اس ترکیب پہ عمل کرنے سے جس طرح دھجیاں بکھر گئیں

وہ بھی کسی عقلمند سے مخفی نہیں ——— مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کو کیا۔ ان کی جانے بلا، ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

۸۔ حقہ میں اشتراک

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ جو بغیر بسم اللہ کھائے پیئے اسکے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے ——— اور بفضلہ میں شیطان کو بھوکا ہی مارتا ہوں یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف۔ ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا ——— وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہو تو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔

(ملفوظات صہ ۱۰۳ ج دوم)

قارئین کرام! شیطان کے ساتھ حقہ نوشی کا فخر صرف اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کو حاصل ہے ——— تعجب ہے کہ موصوف اُس کو شیطان اور خبیث تسلیم فرمالینے کے باوجود بھی اُس کے ساتھ حقہ پینے کو فخر تصور فرما رہے ہیں ورنہ عام لوگوں میں غیر مسلم انسانوں کے ساتھ حقہ پینا بھی موجب عار تصور کیا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حقہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی بہت بڑی کمزوری ہے۔

★ یہی وجہ ہے کہ کہیں اس کے پانی کے ساتھ وضو ضروری قرار دے رہے ہیں۔

(احکام شریعت صہ ۲۴۴)

★ اور کہیں شیطان خبیث کے ساتھ حقہ پینے میں فخر محسوس فرما رہے ہیں۔

(ملفوظات صہ ۱۰۳ ج ۲)

★ اور کہیں فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور حقہ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(ملفوظات ص ۳۱۶ ج ۳)

کسی نے درست کہا ہے کہ ؎

تمباکو نوش را سینہ سیاہ
اگر باور نہ داری نے گواہ

ان سب تفصیلات کے باوجود ایک جگہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ حقہ جسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں۔ (احکام شریعت ص ۱۶۹ ج ۲)

مشہور ہے کہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد

۹۔ قیام کرنے والا بندر رہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ — میں نے بندر کو قیام کرتے دیکھا میں اپنے پرانے مکان میں جس میں میرے منجھلے بھائی مرحوم رہا کرتے تھے مجلس میلاد پڑھ رہا تھا ایک بندر سامنے دیوار پر چپکا مؤدب بیٹھا سن رہا تھا جب قیام کا وقت آیا مؤدب کھڑا ہو گیا پھر جب بیٹھے وہ بھی بیٹھ گیا وہ بندر تھا وہابی نہ تھا۔ (ملفوظات ص ۴۳ ج ۴)

قارئین کرام!

— وہ قیام کرنے والا اور میلاد سننے والا بلا شبہ بندر تھا وہابی نہ تھا۔ ہمیں اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے کبھی بھی انکار نہیں ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے سامعین بندر — اور قیام کرنے والے بھی بندر ہوا کرتے تھے

— مگر الحمد للہ کہ وہابی ان رسومات قبیحہ سے محفوظ ہیں جن کو بندر ادا کرتے ہیں۔

۱۰۔ امام مہدی کا ظہور۔

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ — امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعے سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور سنہ ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔

(ملفوظات ص ۱۰۱ ج ۱)

قارئین کرام!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بکثرت و متواتر احادیث ارشاد فرمانے کے قطعی تعین نہ فرمائیں اور معاملہ اللہ رب العزت پر موقوف رکھیں — مگر اعلیٰ حضرت بریلوی تاریخ بھی مقرر کر دیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ فلاں وقت کوئی اسلامی سلطنت باقی نہیں رہے گی — یہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر مقابلہ ہے اور علم الٰہی میں کس قدر دخل اندازی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔ (الحجرات ۴۹)

نہ سبقت کرو اللہ اور اس کے رسول سے،

۱۱۔ نماز پڑھنے کا نیا طریقہ:

احکام شریعت ص ۷۹ ج ۲ — میں قضا نماز ادا کرنے کی یہ ترکیب بیان کی ہے کہ رکوع و سجود میں صرف ایک بار تسبیح پڑھ لے۔ تیسری اور چوتھی رکعت

میں الحمد شریف کی بجائے صرف تین بار سبحان اللہ کہہ لے اگر ایک بار بھی کہدے گا تو بھی کافی ہے۔ اور درود و دعا کی بجائے صرف اللھم صل علی محمد وآلہ پڑھے۔ اور وتروں میں دعائے قنوت کی بجائے صرف رب اغفرلی کہدے۔ نماز ادا ہو جائیگی۔ ملخصاً۔ (ملفوظات ص۷ ج ۱)

قارئین کرام!

اس نماز کی کیا سند ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کو اس سے کوئی بحث نہیں تصوف کے نقطۂ نظر سے اس نماز کی کیا حیثیت ہے؟ اعلیٰ حضرت کی بلا جانے اور جس جلدی نماز پڑھنے والے کو آنحضرت نے فرمایا تھا کہ صل فانک لم تصل۔ اس کا کیا قصور تھا۔

اے مکین گنبد خضری ہمیں یہ تو بتا
امت احمد رضا سے کس طرح نپٹا کریں

اکابرین اُمت کی شان میں گستاخیاں

صحابی کی گستاخی۔

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ —— ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پہ آپڑا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا اِسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا۔ (ملفوظات ص۴۵ ج ۲)

حالانکہ حضرت عبدالرحمٰن قاری صحابی ہیں اور اونٹ چرانے کے الزام سے بال بال بری ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے ان کو صحابی شمار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ تقریب التہذیب مصنفہ علامہ ابن حجر عسقلانی ص۲۲۳

حضرت عائشہ صدیقہ کی گستاخی

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ —— ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان جلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن ماری جائے۔ (ملفوظات ص۷ ج ۳)

قارئین کرام!

یہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صریح الزام ہے کہ انہوں نے شان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے نامناسب الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ اگر

کوئی دوسرا کرے تو اس کی گردن ماری جائے ـــــ ورنہ بتایا جائے کہ وہ ناجائز اور نامناسب الفاظ کون سے ہیں جو شانِ اقدس کے منافی تھے۔

مفسرین کی گستاخی

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ ـــــ قاضی بیضاوی یا خازن وغیرہ آئمہ تفسیر نہیں کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات،

(ملفوظات ص ج ۳)

حالانکہ دوسری جگہ ان تفسیروں کو بطور ثبوت اعلیٰ حضرت بریلوی خود پیش فرماتے ہیں کہ تفسیر معالم و خازن میں ہے ملاحظہ ہو۔ (ملفوظات ص۴۲ ج ۱)

اولیاء اللہ کی گستاخی

اعلیٰ حضرت بریلوی ـــــ اپنی دو کتابوں "الکوکبۃ الشہابیہ" اور "سل السیوف الہندیہ" میں حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بے نقط گالیاں دینے کے بعد "الکوکبۃ الشہابیہ" بار پنجم کے ص۵۴ پر رقمطراز ہیں کہ "فرقہ وہابیہ، اسماعیلیہ اور اس کے امام نا فرجام پر جزماً قطعاً اجماعاً بوجوہ کثیر کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد، کافر باجماع آئمہ ان سب پر اپنے کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض و واجب ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ـــــ میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے اگر کوئی کافر کہے ہم منع نہ کریں گے۔ اور خود کہیں گے نہیں۔ البتہ سید احمد خلیل احمد، رشید احمد، اور اشرف علی کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر

ہے،

(ملفوظات ص۱۱ ج ۱)

"حسام الحرمین" میں نانوتوی و دیوبندی کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

عرفان شریعت ص۲۲

پھر ان اعلیٰ حضرت بریلوی کے مظہر ـــــ مولوی حشمت علی بہ قول خویش مظہر اعلیٰ حضرت اپنی کتاب "تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ" نے ص۵ اور (۱۱) پر شاہ شہید کو کافر کہنے کے بعد انہیں کافر نہ سمجھنے والوں کو بھی مرتد قرار دیا ہے"

اس طرح ایک دوسری کتاب "کشف ضلال دیوبند" کے حاشیہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ اسمٰعیل دہلوی رکن ایمان کو محض خبط کہہ کر کافر ہوا، جب وہ کافر ہے تو اس کے متبع اس کے معتقد تم اور دیوبندی سب کافر ہوئے۔

(ص ۸۴)

قارئین کرام!

حالانکہ مذکور الصدر جملہ شخصیات اجلہ اولیاء اور اکابر علماء میں سے ہیں مگر اعلیٰ حضرت بریلوی ـــــ اور ان کی ذریت ـــــ ان کو بے دریغ کافر لکھے جا رہے ہیں ـــــ

نقل کفر کفر نہ باشد

قارئین کرام! بریلوی دین و مذہب میں مذکورہ الصدر اولیاء اُمت کے علاوہ درج ذیل قائدین ملّت بھی کافر ہیں ——————

ع۔ ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں،

ے زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
کافر یہ سمجھتا ہے کہ مسلماں ہوں میں

- حضرت سیّد احمد شہید رح
- علامہ شبلی نعمانی رح
- شاعر مشرق علامہ اقبال رح
- سر سیّد احمد خاں رح
- اعظم یار جنگ
- نواب انتصار جنگ
- مولوی ذکاء اللہ دہلوی رح
- سیّد محمود خاں
- خواجہ حسن نظامی رح
- شاہ ابن سعود رح
- مولانا سیّد حسین احمد مدنی رح
- امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رح
- مولانا احمد سعید دہلوی رح
- مولانا عبدالباری فرنگی محلی رح
- مولانا الطاف حسین حالی رح
- مولانا ظفر علی خان رح
- محسن الملک
- مولوی چراغ علی رح
- مولوی مشتاق حسین
- مولوی مہدی حسن
- ڈپٹی نذیر احمد خاں
- مولانا ابوالکلام آزاد رح
- عبدالشکور کاکوری،
- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی
- مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رح
- مفتی کفایت اللہ دہلوی
- بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رح

یہ سب کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے —— ع۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

یہ لوگ تو نے ایک ہی ہچکی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا جن کو آسماں نے خاک چھان کر

سیّد احمد شہید

مولوی حشمت علی خاں کے چھوٹے بھائی مولوی محبوب علی خاں نے تاریخ اعیان وہابیہ لکھی ہے۔ اُس کے صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے کہ:

۱۔ سیّد احمد کو عیاری، مکاری، جعلسازی میں بڑا کمال حاصل تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز اور بے شرم، بے غیرت، بے حیا اور مسلمانوں کی مفید تحریکوں کو مٹانے والا تھا (ص ۲۱)

۲۔ یہ امیر و شہید نہیں بلکہ نیا مسلک علمبردار، دینِ اسلام کا غدار، علماء سوء اور خدا و رسول سے بے نیاز۔ ص ۲۷

۳۔ انگریز نے دونوں دین فروشوں کو روپے سے خرید کر اپنے کار خاص کے حصول کی غرض سے چھوڑ رکھا تھا۔ دونوں ملک و قوم کے غدار اور اسلام کے کٹر دشمن تھے۔ ص ۴۵

مولانا عبدالباری فرنگی محلی،

اعلیٰ حضرت بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی ایک سوا ایک وجوہ سے تکفیر کر کے ان سے توبہ کا مطالبہ کیا تھا۔ جس میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اکابر دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو، (الطاری الداری صلح ۲)

علامہ شبلی نعمانی

۱- صلح کلی نیچری لیڈروں کا مقصد سیاست کے پردے میں بے دینی و دہریت پھیلانا ہے، ان صلح کلی لیڈروں میں اعظم گڑھ کے مولوی شبلی بہت نمایاں ہیں یہ سب بحکم شریعت مطہرہ کفارہ و مرتدین ہیں۔
تجانب اہل السنۃ صہ ۲۸۹، صہ ۴۵۳

۲- شبلی اعظم گڑھی کے ان اشعار کا کفر یقینی وارتداد قطعی ہونا مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ سے بھی بڑھ کر واضح و روشن ہے۔ تجانب اہل السنۃ صہ ۲۹۵

۳- انکے (علامہ شبلی رح قطعی و یقینی کافر و مرتد ہونے میں کچھ شک وشبہ رہ سکتا ہے۔
تجانب اہل السنۃ صہ ۲۹۶،

مولانا الطاف حسین حالی

۱- الطاف حسین حالی رح نے ایک مسدس لکھا جس کا نام مدّ و جزر اسلام رکھا نیچری لیڈروں و صلح کلی واعظوں نے اسکی اشاعت میں ایڑی چوٹی کے زور لگائے اُس نے مسدس کے صفحہ صہ ۲۴۳ پر اپنے نیچری شاعر بن جانے کا سبب ان لفظوں میں لکھا۔ تجانب اہل السنۃ صہ ۲۹۱

۲- شبلی و حالی دونوں کے اقوال سے اتنا ضرور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں کو گمراہ و بے دین بنانے والی، اِن دونوں کے دین و ایمان کو مٹانے والی وہی سرسید احمد خاں کولی علی گڑھی کی کافرانہ وساحرانہ نگاہ تھی۔ تجانب اہل السنۃ صہ ۲۹۸)

۳- یہ کفریات ملعونہ وہی ہیں جو امام الوہابیہ اسمعیل دہلوی نے اپنی ناپاک کتاب "تقویۃ الایمان" میں بکے۔ (تجانب اہل السنۃ صہ ۲۹۸)

۴- حالی نے امام الوہابیہ کی شاگردی میں ان سب کفروں کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کر دیا۔ تجانب صہ ۲۹۹

۵- تو اس بے دین قائل کو کافر و مرتد ماننا پڑے گا۔ (تجانب اہل السنۃ صہ ۳۰۲،

ڈاکٹر علامہ اقبال رح

۱- ہم نہیں سمجھتے کہ ڈاکٹر صاحب ایسے عقائد رکھتے ہوئے کیسے مسلمان ہیں ان کے اسلام کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آتی وہ اپنے گھڑے ہوئے اسلام کی بنا پر مسلمان ہیں۔ تجانب اہل السنۃ صہ ۲۴۵

۲- وہ بحکم شریعت مطہرہ یقیناً بے ایمان و بے دین ہے۔ تجانب صہ ۲۴۴

مولانا ظفر علی خاں رح

مولانا ظفر علی خان کے خلاف تو لاہور اور بریلی سے کفر کا باقاعدہ فتویٰ جاری ہوا تھا اور کہا گیا تھا کہ جو زمیندار پڑھتا ہے اُس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے — یہ الگ بات ہے کہ اس فتویٰ کے بعد یہ لوگ خود حجروں میں چھپ چھپ کر اور لحاف کے نیچے رکھ کر زمیندار اخبار پڑھتے رہے۔

سرسید احمد خاں مرحوم

سرسید ایک خبیث مرتد تھا، جو اُس کے کفر یا ارتداد میں شک کرے وہ خود کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ اور اگر بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابدی ہے۔
(تجانب صہ ۲۵، ۸۶)

نورتن بھی کافر

سر سید نے بے دین اکبر بادشاہ کی طرح اپنے نورتن بنا رکھے تھے۔ جو پیر نیچر کے وزیران نیچریت، مشیران دہریت اور مبلّغین زندیقیت تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) محسن الملک (۲) اعظم یار جنگ
(۳) مولوی چراغ علی (۴) نواب انتصار جنگ
(۵) مولوی مشتاق حسین (۶) الطاف حسین حالی
(۷) مولوی ذکاء اللہ دہلوی (۸) مولوی مہدی حسن
(۹) سیّد محمود خاں ——— (تجانب اہل السنۃ ص۸۶، ۸۷)

دو مزید

۱۔ شبلی نعمانی (۲) ڈپٹی نذیر احمد خاں ص۸۷

خواجہ حسن نظامی رح

خواجگی کے دعویدار کفر کی تبلیغ کے ٹھیکیدار، اسلام کی مخالفت کے علمبردار کرشن کنہیا کے امتی مسٹر جٹادھاری خواجہ حسن نظامی دہلوی ——— مسلمانو! کیا اب بھی حسن نظامی کے کافر، مرتد، منافق، ملحد، زندیق، بے دین ہونے میں کچھ شک رہ سکتا ہے بحکم شریعت مطہرہ حسن نظامی سے بڑھ کر ڈبل کافر کون ہوگا،

تجانب اہل السنۃ ص۱۴۶ و ۱۵

مولانا ابوالکلام آزاد رح

مولانا ابوالکلام آزاد، عبدالشکور کاکوری، حسین احمد (مدنی)، اجودھیا با

شبیر دیوبندی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ احمد سعید دہلوی۔ کفایت اللہ — یہ سب مرتد بے دین اور کافر ہیں۔

(تجانب اہل السنۃ ص۱۶۶، ۶۸، ۷۶)

شاہ ابن سعود رح

تجانب اہل السنۃ کے صفحہ ۲۵۷ اور ۲۵۹ میں شاہ ابن سعود کو ابن سعود خذلہ الملک المصور — اور ابن سعود قبحہ الملک الودود جیسے قبیح القابات دے کر لکھا ہے کہ "کفار نجد کے اس مجموعہ خبیثہ میں اور بھی بکثرت کفریات قطعیہ و ارتدادات یقینیہ اپنے گلے پھر رہے ہیں مگر آدمی کے کافر و مرتد ہو جانے کے لئے وہ معاذ اللہ ایک ہی کفر و ارتداد بس ہے۔ تجانب ص۲۶۳

"بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح"

۱۔ مسٹر جینا بحکم شریعت اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ خبیثہ کی بناء پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفریہ مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر، مرتد اور شر النار اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت۔

تجانب اہل السنۃ ص۱۲۲

۲۔ جو شخص اپنے کو سنّی کہتا ہو اور پھر محمد علی جناح کو اپنا پیشوا مانے اور قائد اعظم رح لکھے اس شخص پر واجب و لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے اور پکا و سچا مسلمان بن جائے۔ اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔

"الجواب السنیۃ ص۳۲ فتویٰ جماعت بریلوی بمبر حزب الاحناف"

اعلیٰ حضرت بریلوی کی آخری وصیّت

★ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز۔ اگر بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کے شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف — اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو، یا جیسے مناسب جانو، مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔

★ رضا حسین حسنین اور تم سب محبت واتفاق سے رہو، اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔

دستخط :- فقیر احمد رضا غفرلہ، بقلم خود بحالت صحت حواس ” وصایا شریف ص۹
جو وصال شریف سے دو گھنٹے، ۱۷ منٹ پیشتر قلمبند کرائے“

ناشر، نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور — مطبوعہ گلزار عالم پریس لاہور

آئیے اب اس کے برعکس امام الانبیاء و سیدالمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے جانشینوں کی آخری وصیتیں بھی ملاحظہ فرمائیں —

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی آخری وصیّت

اے لوگو تمہارا خون تمہارا مال تمہارا ننگ و ناموس اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے جس طرح یہ دن (جمعہ)، یہ مہینہ (ذی الحجہ) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ)، تم سب کے لئے قابل حرمت ہے — بارگاہ ایزدی میں صرف تمہارے اعمال کی بازپرس ہوگی، خبردار میرے

قارئین کرام !

یہ ہیں مختصر حوالے جو نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں —

سوال یہ ہے کہ اس کے علاوہ اور کیا چارہ کار رہ جاتا ہے کہ حکومت ان بندگان شکم کا محاسبہ کرے — اور اکابرین اُمت و قائدین ملت کی نمک حرامی سے ان کو روکے — یہ لوگ نہ صرف — اکابر اُمت، صلحاء اسلام اور زعمائے سیاست کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں — بلکہ نئی پود میں مذہب سے نفرت اور بیزاری کا جو عام رجحان ہو رہا ہے۔ اس کی واحد ذمہ داری بھی ایسی گمراہ جماعت کے اصاغر پر عائد ہوتی ہے۔ ؎

بڑھ رہے ہیں کوئی ان کو روکنے والا ہی نہیں
بک رہے ہیں کوئی ان کو ٹوکنے والا ہی نہیں
دل میں رہ رہ کر میرے یہ سوال اٹھتا ہے آج
سو برس میں کر سکی ہے قوم کیا ان کا علاج

بعد گمراہ نہ ہو جانا، اور نہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹو۔

— کسی عربی کو عجمی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر، کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں، افضل وہی ہے، جو پرہیزگار ہو، ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے تمام مسلمان ایک برادری ہیں۔

— میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں، کہ اگر تم نے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے وہ چیز اللہ کی کتاب — قرآن ہے۔

— میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ کوئی نئی امت، پس تم اللہ کی عبادت کرو، نماز پنجگانہ کی پابندی کرو، رمضان کے روزے رکھو، خوشدلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ دو، اللہ کے گھر کا حج کرو، صلحاء امت کے احکام مانو اور اپنے اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کر لو۔

آخر میں فرمایا —

— ایک دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا۔ تم اس وقت کیا جواب دو گے۔

خطبہ حجۃ الوداع

★ اے لوگو مذہب میں غلو کرنے سے بچے رہنا۔ تم سے پہلی قومیں اسی لئے برباد ہوئی ہیں —

★ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے، توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج یہی جنت کا داخلہ ہے اور موجودہ لوگ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچاتے رہیں جو بعد میں آئیں گے۔

★ اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے اللہ کا بلاوا اب جلد آ جائے۔ اور مجھے

قبول کرنا پڑے میں تمہارے لئے دو مرکز قائم کر چلا ہوں ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی جمع ہے۔ اسے محکمی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو، دوسرا مرکز میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تمہیں خداترسی کی وصیت کرتا ہوں —

— خطبات میدان منیٰ و غدیر خم

★ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ، اور اس کے لئے آپس میں کشت و خون نہ کرو، اس وقت تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے، جس طرح پہلی قومیں ہلاک ہو چکیں۔ — منبر نبویؐ پر ایک خطبہ

وصال سے پانچ روز پہلے

★ مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گذر چکی ہے، جس نے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا تم ایسا نہ کرنا —

— ان یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا، میری قبر کو میرے بعد وہ قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے —

— وہ قوم اللہ کے غضب میں آ جاتی ہے جو قبور انبیاء کو مساجد بنا دے، دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا رہا ہوں۔ دیکھو اب پھر یہی وصیت کرتا ہوں اے اللہ تو گواہ رہنا، اے اللہ تو گواہ رہنا۔

— (مسجد نبویؐ میں)

★ حلال و حرام کے تعین کو میری طرف منسوب نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور اسی کو حرام قرار دیا ہے جسے خدا نے حرام کیا ہے۔

اے رسولؐ کی بیٹی فاطمہؓ

اور اے پیغمبرِ خدا کی پھوپھی صفیہ خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔ ——— (آخری خطبہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، اس خطبہ کے بعد حجرہ میں تشریف لائے تو شدتِ مرض کا یہ حال تھا کہ عالمِ بے تابی میں کبھی ایک پاؤں پھیلاتے تھے اور کبھی دوسرا سمیٹتے تھے، کبھی گھبرا کر چہرۂ انور پہ چادر ڈال لیتے اور کبھی اُلٹا دیتے، اس اثنا میں فرمایا ———

★ یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے ———

وصال سے ایک روز پہلے

صبح بیدار ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ سب غلاموں کو آزاد فرمایا یہ تعداد میں ۴۰ تھے پھر اثاث البیت کا جائزہ لیا، معلوم ہوا کہ کاشانۂ نبویؐ میں کُل سات دینار ہیں، عائشہ رضؓ سے فرمایا——— انہیں غریبوں میں تقسیم کر دو۔ مجھے شرم آتی ہے کہ رسُول اپنے اللہ سے ملے اور اس کے گھر میں دولت دُنیا پڑی ہو۔

اس ارشاد پہ گھر کا گھر صاف کر دیا گیا، آخری رات کاشانۂ نبوی میں چراغ جلانے کے لئے تیل تک موجود نہ تھا۔ آخر لمحہ میں اپنی بیٹی فاطمہ رضؓ سے فرمایا ———

★ **میری بیٹی** میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا۔ اسی میں ہر شخص کے لئے سامانِ تسکین موجود ہے۔

——— حضرت فاطمہ رضؓ نے پوچھا، کیا آپ کے لئے بھی"! فرمایا——— ہاں اسی میں میری

تسکین بھی مضمر ہے۔

یہ تھے کون و مکان کے تاجدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لمحاتِ آخر، اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے۔

——— "آپ نے عمر بھر سیر ہو کر کبھی کھانا نہ کھایا جب وفات پائی، تو گھر میں تھوڑے سے جَو کے سوا کچھ موجود نہ تھا۔"

★ حضورؐ فرمایا کرتے تھے ——— فرزند آدم کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کا حق نہیں رہنے کو ایک جھونپڑا، تن ڈھانپنے کو ایک کپڑا، پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی (ترمذی)

وصال کے ان دنوں میں حضورؐ نے کیا فرمایا۔ دماغ میں ایک دفعہ پھر تازہ کر لیجئے اور دل پہ نقش، اختصار کے ساتھ۔

★ تمہارے لئے ابد تک ایک ہی کتاب راہنما ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔

★ مذہب میں غلو نہ کرنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔

★ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، وہ قوم اللہ کے عذاب میں گھر جاتی ہے جو قبروں کو مسجدیں بنا لیتی ہے۔

★ جو کچھ گھر میں ہے تقسیم کر دو، محمدؐ، اللہ کے ہاں اس طرح نہیں جانا چاہتا کہ اس کے گھر میں دُنیا کی دولت پڑی ہو۔

کچھ اور بھی سُن لیجئے ———

یہ اس اکمل و مکمل انسان کا گھر بار تھا جس کے پاؤں میں دنیا جہان کی دولت کھنچ کر آ گئی تھی، اور جو عرش پہ اللہ کے ہاں مہمان ہوتے تھے۔

رہنے کا مکان ایک حجرہ تھا، جس میں کچی دیوار اور کھجور کے پتوں اور اونٹ کے بالوں کی چھت تھی، کپڑے کا ایک ہی جوڑا تھا جو میلا ہونے پر دھو لیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کسی سائل نے کہا بھوکا ہوں ازواج مطہرات کے پاس کہلا بھیجا، جواب ملا، گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں ـــــ جی ہاں یہ پیغمبر کونین تھے، جن کے ہاں کھانے میں جو کی روٹی تھی ستّو تھے زیتون کا تیل تھا کھجور تھے۔ اور کبھی کبھار پنیر، بکری یا اونٹ کا گوشت ـــــ جن کی چہیتی بیٹی فاطمہ کا نکاح علی مرتضیٰ سے ہوا تھا تو براتیوں میں کھجوروں کا ایک طبق تقسیم کیا گیا، اور ولیمہ میں مہمانوں کو جو کی روٹی، کھجور، پنیر اور شوربہ بانٹا گیا۔

آپ نے دیکھا شہنشاہ کونین ؐ نے نزع کے عالم میں کیا فرمایا، اور یہ بھی پڑھ لیا کہ نورِ نظر کی عروسی کے موقع پر کیا کھلایا اور دیا گیا، ایک چارپائی، ایک چادر، ایک چمڑہ کا گدّہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکّیاں، ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے، جی ہاں، یہ دونوں جہاں ؐ کے تاجدار کی بیٹی کا جہیز تھا۔

اپنی فاتحہ کے لئے جانثاروں سے یہ نہیں کہ دودھ کا برف خانہ سانہ، مرغ کی بریانی، مرغ کا پلاؤ، شامی کباب، پراٹھے، بالائی، فرینی، اُرد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل ہفتہ میں دو تین بار بھیج دیا کرنا، اور نہ بیٹی کی شادی پر فواکہات و مشروبات کا لنگر قائم کیا ـــــ جانثار بھی وہ کہ صرف جنبشِ نگاہ کی بدولت اونٹ چراتے چراتے سلطنتوں کے مالک بن گئے اور جو کبھی جوتیاں گانٹھا کرتے تھے، ان کے قدموں میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا ڈھیر پڑا تھا ـــــ

جی ہاں یہ رسولُ اللہ کا معجزہ تھا، رسول اللہ کا معجزہ ـــــ اور آج کے جانشین ؟ گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی آخری وصیّت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نامزد فرما چکے تو پھر اُن کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیّت کی۔ فرمایا :-

اے عمر رضؓ یقین جانو کہ اللہ کا جو حق شب میں ہے وہ اس کو دن میں قبول نہیں کرے گا یعنی ہر عمل اپنے وقت پر ہونا چاہیئے اور اللہ نفل اُس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم فرض ادا نہ کرو۔ اے عمر رضؓ کیا تم نہیں دیکھتے کہ دراصل ترازو اُنہی لوگوں کی بھاری ہے جن کی ترازو قیامت کے دن حق کی پیروی کرنیکی وجہ سے بھاری ہو اور حق بھی یہی

ہے کہ کل قیامت کے دن جس ترازو میں حق کے سوا کچھ نہ ہو۔ اُس کو ہی بھاری ہونا چاہیئے اُس کے برعکس اتباع باطل کی وجہ سے جن لوگوں کی ترازو قیامت کے دن ہلکی ہوگی اُنہی کی ترازو ہلکی ہوگی۔ اور جس ترازو میں باطل کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہلکا ہی ہونا چاہیئے ـــــ اے عمر رضؓ کیا تم نہیں دیکھتے کہ دُنیا میں تنگی اور فراخی کی نشانیاں ایک ساتھ اُتری ہیں۔ تاکہ مومن میں خوف بھی ہو اور تمنا بھی ـــ مگر ہاں مومن کو اللہ سے ایسی ہی چیز کی تمنا اور اس کی رغبت کرنی چاہیئے۔ جو اُس کا حق ہو۔ اور اسی طرح اُس کو اُن چیزوں سے ڈرنا چاہیئے۔ جن میں وہ خود اپنے ارادہ سے نہ گھرا ہو۔ اے عمر رضؓ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اہلِ دوزخ کا ذکر اُن کے بدترین اعمال کے ساتھ کیا ہے ؟ جب تم اُن کی یاد کرو گے تو کہو گے میں اُمید کرتا ہوں کہ میں اُنہیں سے نہیں ہوں۔ اور اللہ نے اہلِ جنّت کا بھی ذکر اُن کے بہترین اعمال کے ساتھ کیا ہے۔ کیونکہ جو بُرے عمل تھے۔ اللہ نے اُن سے درگذر فرمایا جب تم ان لوگوں کو یاد کرو گے تو کہو گے میرا عمل اُن جیسا کہاں ہے۔ اگر تم نے میری وصیّت یاد رکھی تو کوئی ایسا غائب جو تم کو حاضر کی بہ نسبت زیادہ

محبوب ہو۔ موت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ (یعنی موت تم کو سب سے زیادہ محبوب ہوگی)
درآں حالیکہ تم موت کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

قوم وملت کے مسائل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہ رضہ سے مخاطب
ہوکر فرمایا :۔

بیٹی امیری اور غریبی دونو حالتوں میں تم مجھ کو سب سے زیادہ عزیز
رہی ہو۔ میں نے تم کو جو جاگیر دی تھی۔ کیا تم اس میں اپنے بھائی بہنوں کو
شریک کر سکتی ہو ــــــ

ام المومنین حضرت عائشہ رضہ نے بخوشی قبول فرمالیا۔ پوچھا مجھے اب تک خلیفہ ہونے
کی مدت میں بیت المال سے کل وظیفہ کتنا ملا ہے۔ حساب کر کے بتایا گیا۔ چھ ہزار درہم
آج کے پاکستانی سکہ کے مطابق کم بیش ڈیڑھ ہزار روپیہ۔ اور مدت خلافت دو برس
تین مہینے گیارہ دن۔ حکم فرمایا کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے یہ روپیہ بیت المال کو لوٹا
دیا جائے۔ پھر پوچھا میرے مال میں عہدہ خلافت سنبھالنے کے بعد کیا اضافہ ہوا ہے
پتہ چلا ــــــ

۱۔ ایک حبشی غلام جو بچوں کو کھلاتا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل
کرتا ہے۔

۲۔ ایک اونٹنی جس پر پانی لایا جاتا ہے۔

۳۔ ایک چادر جو سوا روپیہ کے لگ بھگ دام کی ہوگی۔

ارشاد ہوا کہ یہ تینوں چیزیں میری وفات کے بعد خلیفہ وقت کی خدمت میں
بھیج دی جائیں۔ جب یہ چیزیں حضرت عمر فاروق رضہ کی خدمت میں پہنچیں تو بے ساختہ
جی امنڈ آیا۔ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ اے ابوبکر! تم اپنے
جانشینوں کے لئے کام بہت دشوار چھوڑ گئے۔

معیقیب حضرت ابوبکر رضہ کے گھر کے منتظم تھے۔ ان کا بیان ہے۔ مجھ سے پوچھا
اے معیقیب تم ہمارے گھر کے منتظم تھے۔ بتاؤ میرا اور تمہارا حساب کیا ہے۔ میں نے
عرض کیا میرے ۲۵ درہم آپ کے ذمہ باقی ہیں۔ وہ میں نے آپ کو معاف کئے۔ فرمایا
چپ رہو۔ اور میرے توشہ آخرت کو قرض سے مت تیار کرو۔

ــــــ معیقیب کہتے ہیں۔ یہ سن کر میں رونے لگا۔ فرمایا گھبراؤ نہیں نہ آنسو
بہاؤ۔ صبر کرو میں وہاں جا رہا ہوں۔ جو میرے لئے بہتر اور پائیدار جگہ ہے ــــ عائشہ
صدیقہ کو بلاکر حکم دیا۔ کہ معیقیب کو ۲۵ درہم ادا کر دو۔

حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں
کفنایا گیا تھا۔ بولیں تین کپڑوں میں۔ ابوبکر رضہ اس وقت جو دو پھٹے پرانے کپڑے پہنے
ہوئے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ تو بس میرے یہ دونو کپڑے ہیں ہی۔ تیسرا
کپڑا بازار سے خرید کر مجھ کو کفن دے دینا۔ ام المومنین نے کہا ابا جان! ایسی بھی کیا بات
ہے ہم تینوں نئے کپڑے بازار سے خرید سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا :۔

بیٹی نئے کپڑوں کے زندہ لوگ بہ نسبت مردوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

جانکنی کے وقت حضرت عائشہ رضہ نے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم تھا۔ بعض چہرے
ایسے نورانی ہوتے ہیں کہ بادل بھی ان سے پانی مانگتے ہیں۔ ایسا چہرہ یتیموں پہ مہربان اور
فقیروں کی پناہ ہوتا ہے ــــــ

اللہ اللہ اس عالم میں بھی یہ شعر اپنی شان میں گوارا نہ کیا۔ فوراً آنکھیں کھول دیں۔
فرمایا۔ یہ شان تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ واضح رہے کہ شاعر نے یہ شعر
آنحضرت فداہ امی وابی کے لئے لکھا تھا۔ آپ نے ادب واحترام نبویؐ کے تحت گوارا
نہ کیا۔ کہ ان سے منسوب ہو۔

آخری وقت زبان مبارک پر یہ دعا تھی۔ اے رب تو مجھ کو مسلمان اٹھا۔ اور صالحین کے ساتھ حشر کر۔

حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عثمانؓ، طلحہؓ، عبدالرحمنؓ بن ابوبکر اور حضرت عمرؓ نے قبر میں اتارا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

آج خلافت نبوت کا انقطاع ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت عمرؓ کی آخری وصیت

ماہ ذوالحجہ ۲۳ھ کا واقعہ ہے۔ کہ ایک دن حضرت عمرؓ حسب معمول فجر کی نماز پڑھانے مسجد نبویؐ میں تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں درّہ تھا۔ جو کبھی آپ سے علیحدہ نہ ہوتا تھا۔ آپ صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ پہلے صفیں سیدھی کرائیں۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیّت باندھ لی۔ یکایک مغیرہ بن شعبہؓ کا غلام ابو لولو جو نمازیوں میں شامل تھا۔ ایک دو دھاری خنجر لئے آگے بڑھا۔ اور نہایت پھرتی سے آپ پر چھ وار کئے۔ جن میں سے ایک ناف کے نیچے لگا۔ امیرالمومنین اسی وقت زمین پر گر پڑے۔

یہ حملہ اتنی تیزی سے اور اچانک ہوا۔ کہ لوگوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ لیکن کچھ دیر کے بعد لوگوں کو ہوش آیا۔ اور بعض دلیر آدمی ابو لولو کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے لیکن اس نے دائیں بائیں خنجر چلانا شروع کر دیا۔

س سے تیرہ آدمی زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آخر ایک شخص نے آگے بڑھ کر پھرتی سے پنا کمبل اس پر ڈال دیا۔ اور اسے قابو میں کر لیا۔ جب ابو لولو کو یقین ہو گیا۔ کہ وہ اب چ کر نہیں نکل سکتا۔ تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی ————

جب لوگ حضرت عمرؓ کی جانب بڑھے تو دیکھا کہ آپ کے خون سے تمام زمین سرخ ہو رہی ہے۔ انہوں نے آپ کی مرہم پٹی کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے روک اور فرمایا:۔

"کیا تم میں عبدالرحمن بن عوفؓ موجود ہیں؟"

عبدالرحمنؓ لوگوں کو چیرتے آگے بڑھے۔ اور کہا:۔

"امیرالمومنینؓ! میں حاضر ہوں!"

حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

"آگے آ جاؤ اور نماز پڑھاؤ۔"

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے مختصر سی نماز پڑھائی۔ لوگوں کی نظریں حضرت عمرؓ کی طرف تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ زمین پر ٹیک لگا کر نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔

جب نماز ختم ہو گئی تو لوگ آپ کو اٹھا کر آپ کے گھر لے آئے۔ اس وقت تمام نکھیں اشکبار تھیں۔ اور سب کے دل خون ہو رہے تھے۔

زخم کھانے کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ان کا قاتل کون ہے؟ جب آپ پتہ چلا کہ قاتل ابو لولو ہے۔ تو آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور فرمایا کہ الحمدللہ یرا قاتل اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہنے والا مسلمان نہیں ہے۔"

جب لوگ آپ کو مسجد سے اٹھا کر گھر لائے تو طبیب آیا۔ پہلے اس نے کھجوروں ا پانی آپ کو پلایا۔ لیکن وہ زخم کے راستے باہر نکل آیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ

آپ کو کھجوروں کی شراب پلائی گئی تھی۔ لیکن سراسر غلط ہے۔ عربوں میں دستور تھا کہ وہ رات کو پانی میں کھجوریں ڈال دیتے تھے۔ صبح تک وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ اور اسے استعمال کر لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو بھی یہی پانی پلایا گیا تھا۔ اس کے بعد دودھ پلایا وہ بھی سارا سارا باہر نکل آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو یقین آگیا کہ اب ان کا آخری وقت آپہنچا ہے ——

اس یقین کے بعد آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ وہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مزاروں کے پہلو میں دفن کرنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔

"یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی۔ لیکن میں اسے عمرؓ کے لئے قربان کرتی ہوں"

حضرت عمرؓ اپنے کمرے میں چارپائی پر لیٹے تھے۔ مہاجرین اور انصار جوق در جوق آپ کے پاس آرہے تھے۔ ہر شخص غمگین اور مضطرب تھا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو آنسو بہا رہی ہو۔ امیر المومنینؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا "مجھ پر کتنا قرضہ واجب ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "چھیاسی ہزار درہم"

حضرت عمرؓ نے کہا "عبداللہ! اگر میری جائیداد سے یہ قرضہ ادا ہو سکے تو بہت بہتر ورنہ بنی عدی بن کعب سے درخواست کرنا کہ وہ اس قرضہ کو اتار دیں۔ اگر وہ بھی اس قرضہ کو نہ ادا کر سکیں۔ تو قریش سے درخواست کرنا۔ لیکن ان کے علاوہ اور کسی سے درخواست نہ کرنا" یہ قرضہ حضرت عمرؓ کا ایک مکان بیچ کر ادا کیا گیا۔

صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے بعد کسی خلیفہ کو نامزد فرما دیں آپ نے "حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام لئے اور فرمایا کہ

میں ان لوگوں سے زیادہ اور کسی کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک خوش رہے۔ پس جسے ان میں سے خلیفہ چن لیا جائے وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔"

سعید بن زیدؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا "اگر آپ خلافت کے لئے کسی آدمی کو نامزد فرما دیں تو بہت ہی اچھا ہو" حضرت عمرؓ نے فرمایا: - اگر ان دو آدمیوں میں سے کوئی آدمی بھی زندہ ہوتا تو میں خلافت اس کے سپرد کر دیتا۔ ایک ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام سالمؓ اور دوسرے ابوعبیدہؓ بن الجراح" سالمؓ جو ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے معروف النسب نہیں تھے۔ لیکن اندازہ لگائیے کہ اسلام میں روح جمہوریت کس انتہا تک پہنچی ہوئی تھی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے متعلق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ" مسلمانوں کی خلافت کو ایک ایسے عجمی غلام کے سپرد کرنے کو تیار تھے۔ جس کا اصلی نسب غیر معروف ہو۔ یعنی سالمؓ۔ اسلام میں اصل چیز تقویٰ اور عمل صالح ہے جیسا کہ قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم تقویٰ وطہارت اور اعمال صالحہ کے سامنے حسب ونسب دولت مندی اور عزت وجاہت کوئی چیز نہیں۔ اس بارہ میں حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ قیامت تک مومنوں کی ہدایت کے لئے کام دیتا رہے گا۔

اگر قیامت کے دن عجمی اعمال صالحہ سے مالا مال ہو کر آئے اور عمرؓ بغیر اعمال کے آئے تو خدا کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ہم سے زیادہ مستحق ہوں گے۔ اس لئے کوئی آدمی اپنے حسب نسب کی طرف نہ دیکھے بلکہ اعمال صالحہ پر زور دے۔ جس کے اعمال میں کمی ہوگئی اس کا حسب نسب اس کے کسی کام نہ آئے گا۔"

حضرت عثمانؓ کی آخری وصیت

جب تمام علاقوں کے امیر مدینہ میں مشورہ کے لئے آئے ہوئے تھے فتنہ کے سرغنوں نے تمام علاقوں میں ایک دم بغاوت کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن سوائے کوفہ کے وہ کہیں اپنے ان ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اہلِ کوفہ یہ بہانہ بنا کر کہ وہ مدینہ اپنے عامل سعید بن عاص کو تبدیل کرانے کی نیّت سے جا رہے ہیں۔ مدینہ روانہ ہو گئے۔ جرعہ کے مقام پر جو مدینہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے ان کی مڈبھیڑ سعید سے ہوئی۔ اور سعید کو مدینہ واپس ہونا پڑا۔ اہل کوفہ نے سعید کی جگہ ابو موسیٰؓ اشعری کو عامل بنانے کا مطالبہ کیا۔ جس کو حضرت عثمانؓ نے منظور کر لیا۔

جب تمام اُمرا اپنے علاقوں میں واپس پہنچ گئے تو فتنہ پردازوں کے لئے بغاوت برپا کرنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے ہم خیال لوگوں سے اس سلسلہ میں خط و کتابت شروع کی اور فیصلہ کیا گیا کہ تمام علاقوں سے کچھ لوگ ایک وفد کی شکل میں مدینہ پہنچیں اور وہاں اپنے آئندہ طریق کار کے متعلق صلاح و مشورہ کریں لوگوں پر یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ ملّت اسلامیہ کی بہبود کی خاطر مدینہ جا رہے ہیں۔ مدینہ پہنچ کر وہ حضرت عثمانؓ سے چند سوال کریں۔ عمّال اور اُمراء کی بے راہ روی اور ظلم و ستم کی ان سے شکایت کی جائے۔ پھر ان باتوں کو تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین کو خلافت اور اُمرا کے خلاف بھڑکایا جا سکے۔ اور لوگوں کو یہ یقین ہو جائے کہ حضرت عثمانؓ اور عمال کے خلاف جو الزام لگائے جاتے ہیں۔ وہ سب درست ہیں۔ چنانچہ تین شہروں کوفہ، بصرہ اور مصر سے تین وفد اس غرض کے لئے مدینہ کی طرف چلے۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو ان کی آمد کا علم ہونے پر حضرت عثمانؓ نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ ان کے آنے کی غرض و غائت کا پتہ لگایا جائے۔ فتنہ کے

سرغنوں نے ان کو دیکھ کر خیال کیا کہ یہ بھی انہی میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جو کچھ ان کے دل میں تھا بلا کم و کاست ان پر ظاہر کر دیا کہ خلیفہ سے ان امور کے سلسلہ میں بات چیت کرنے مدینہ جا رہے ہیں۔ جن کو وہ پہلے ہی مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیلا چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے علاقوں میں واپس جا کر لوگوں کو یہ بتائیں گے کہ ہم نے خلیفہ سے ان ہی امور کے متعلق بات چیت کی۔ خلیفہ نے انکار تو نہیں کیا لیکن ان سے توبہ بھی نہیں کی۔ اس کے بعد ہم اگلے سال حج کے مہینہ میں بہ تعداد کثیر مکہ میں جمع ہوں گے اور ظاہر یہ کریں گے کہ ہم حج کی غرض سے آئے ہیں۔ مکہ پہنچ کر ہم حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیں گے۔ ان پر ترکِ خلافت کے لئے زور دیں گے اور اگر انہوں نے انکار کر لیا تو ان کو قتل کر دیں گے۔

ان دونوں آدمیوں نے حضرت عثمانؓ کے پاس جا کر ساری باتیں دہرا دیں آپ نے یہ سن کر تبسّم فرمایا اور کہنے لگے یا اللہ ان لوگوں کو گمراہی سے بچا لے اگر تو نہ بچائے گا تو یہ لوگ برباد ہو جائیں گے

پھر آپ نے کوفیوں اور اہلِ بصرہ کو بلا بھیجا اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ کو بھی جمع کر لیا۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ کھڑے ہوئے اور تمام واقعات سنائے۔ اس کے بعد وہ دو اشخاص جو ان مفسدین کے پاس بغرض تحقیق بھیجے گئے تھے۔ کھڑے ہوئے اور ان کی باتیں حرف بحرف بیان کر دیں اس پر تمام صحابہ نے متفقہ طور پر حضرت عثمانؓ کو یہ صلاح دی کہ ان سب کو قتل کر دیجئے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ایسے وقت میں کہ لوگوں میں ایک امام موجود ہو اگر کوئی شخص اپنی اطاعت یا کسی اور کی اطاعت کے لئے لوگوں کو دعوت دے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ تم اس کو قتل کر دو"۔ لیکن حضرتؓ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا "نہیں ہم عفو و درگذر سے کام لیں گے ان کے عذر قبول اور انہیں راہِ راست پر لانے کی پوری کوشش کریں

گے۔ اور جب تک ان میں سے کوئی کسی حدِ شرعی کو نہ توڑے یا کفر کا اظہار نہ کرے اس کی مخالفت نہ کریں گے۔"

اس کے بعد آپ نے وہ تمام باتیں بیان کیں جن کی بنا پر وہ آپ سے ناراض تھے اور جو انہوں نے عامۃ الناس میں پھیلا رکھی تھیں ساتھ ہی آپ نے ان کے جواب بھی دیئے۔ یہ باتیں ایسی تھیں جنہیں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ مثلاً آپ کا سفر میں نماز پوری پڑھنا۔ سرکاری چراگاہ سے عوام کو روک دینا۔ حکم کو مدینہ واپس بلا لینا۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طائف بھجدیا تھا۔ یہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں کہ ان پر بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں البتہ ان کے علاوہ کچھ اہم باتیں بھی حضرت عثمان رضؓ نے ان سے کہیں۔ ان کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت عثمان رضؓ نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نوجوانوں کو عامل بنایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے صرف ایسے لوگوں کو عامل بنایا جو اس کام کے پورے طور پر اہل تھے۔ نیک صفات اور نیک اطوار تھے۔ مجھ سے پہلے بھی میرے پیشروؤں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے زیادہ نوعمر لوگوں کو والی بنایا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسامہ رضؓ بن زید کو فوج کا سردار بنانے پر مجھ سے زیادہ اعتراضات کئے گئے تھے کیا ایسا نہیں ہے؟"

صحابہ نے جواب دیا" بالکل یہی بات ہے۔"

پھر حضرت عثمان رضؓ نے کہا:۔

"یہ اعتراض کرتے ہیں کہ میں نے غنیمت کے مال میں سے ابن ابی سرح کو کچھ مال دیا۔ حالانکہ میں نے اس کو خمس میں سے ایک ہزار درہم دیئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بعض لوگوں کو اسی طرح دیا کرتے تھے۔

لیکن پھر بھی جب میں نے محسوس کیا کہ لشکر نے اس پر بُرا منایا ہے تو یہ مال انہی کو واپس کر دیا۔ حالانکہ یہ ان کا حق نہیں تھا۔ کیا ایسا نہیں ہے؟" صحابہ نے جواب دیا" بالکل یہی بات ہے۔"

پھر آپ نے فرمایا:۔

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے رشتہ داروں سے محبت کرتا ہوں اور ان کو عطیات دیتا ہوں۔ محبت کے متعلق تو یہ بات ہے کہ یہ ایک طبعی امر ہے اس کو کون روک سکتا ہے۔ لیکن میں ظلم کے معاملہ میں کبھی ان کا ساتھ نہیں دیتا۔ اور جو حقوق ان پر واجب ہوتے ہیں وہ پورے پورے وصول کر لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا ان کو عطیات دینا تو میں جو کچھ ان کو دیتا ہوں اپنے مال میں سے دیتا ہوں۔ مسلمانوں کے اموال کو نہ میں اپنے اُوپر خرچ کرنا جائز سمجھتا ہوں نہ کسی اور پر۔ میں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں بھی جبکہ مجھ میں مال و دولت کی خواہش اور آرزو تھی اپنے مال میں سے بڑے بڑے عطیے لوگوں کو دیا کرتا تھا۔ اور اب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرا وقت قریب آگیا ہے۔ یہ لوگ میرے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں۔ مالِ غنیمت میں سے جو کچھ میرے پاس آتا ہے وہ سب سوائے خمس کے میں ان کو واپس کر دیتا ہوں اور خمس میں سے بھی میں کچھ نہیں لیتا وہ بھی مسلمانوں کا ہی حق ہوتا ہے۔ میں اللہ کے مال میں سے ایک پیسہ تک نہیں لیتا۔ جو کچھ میں خرچ کرتا ہوں وہ اپنے ہی مال میں سے کرتا ہوں۔"

" یہ کہتے ہیں کہ میں نے مفتوحہ زمینیں لوگوں کو دے دیں حالانکہ جب یہ زمینیں فتح ہوئیں تو ان میں مہاجرین اور انصار (جن کی جان بازیوں سے ہی یہ فتح ہوئیں) شریک تھے پس جو اپنی مفتوحہ زمینوں میں ٹھہرا رہا۔ وہ تو ان کا مالک تھا ہی لیکن جو واپس آگیا وہ بھی اس حصہ سے محروم نہیں ہوا۔ جو خدا تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔ میں نے ان ہی لوگوں کی سہولت کے لئے اور انہی کے کہنے سے انکی جائدادوں کا تبادلہ کرا دیا۔ ان کو مدینہ کے علاقہ میں

جاگیریں دے دیں اور اس کے بدلہ میں مفتوحہ علاقوں میں ان کو جو جاگیریں ملی تھیں وہ ان سے واپس لے لیں اس طرح ان کی جاگیریں درحقیقت انہی کے ہاتھوں میں رہیں صرف علاقوں کا ادل بدل ہو گیا۔" ———

حضرت علیؓ کی آخری وصیّت

سن ۴۰ھ کا ذکر ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر التمیمی تین مشہور خارجی ایک دوسرے سے ملے اور عالمِ اسلام کی ناگفتہ بہ حالت کا تذکرہ کرنے لگے۔ بات چیت کے دوران میں جنگ نہروان کا بھی ذکر چھڑ گیا۔ یہ تینوں دردانگیز الفاظ میں اپنے مقتولین کا ذکر کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ اپنے بھائیوں کے قتل کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں رہا۔ اب ہمارے لیئے یہی ایک راستہ ہے۔ کہ ہم ان لوگوں کو جنہوں نے تمام عالم اسلام میں ایک فساد برپا کر رکھا ہے قتل کر دیں۔ اس طرح جہاں ہم مسلمانوں کو ایک عظیم فتنہ سے نجات دلا دیں گے وہاں اپنے بھائیوں کا انتقام بھی لے لیں گے۔

ابن ملجم نے جو اہل مصر میں سے تھا کہا کہ میں علیؓ کو قتل کرنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ برک بن عبداللہ نے معاویہؓ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی۔ اور عمرو نے ابن العاص کو قتل کرنے کی حامی بھری۔ ان تینوں نے باہم عہد و پیمان کیئے۔ اور قسمیں کھائیں۔ کہ اپنے اپنے مفوّضہ کام سے کسی طرح پیچھے نہیں ہٹیں گے اور یا تو ان تینوں کو قتل کر دیں گے یا خود مارے جائیں گے۔ اس کام کے لئے رمضان کی سترہ تاریخ مقرر ہوئی۔ قول و قرار کے بعد انہوں نے تلواریں زہر میں بجھائیں۔ اور تینوں اپنا اپنا کام سرانجام دینے کے لئے کوفہ دمشق اور مصر روانہ ہو گئے۔

ابن ملجم کوفہ آیا۔ اور بنو کندہ میں ٹھہرا جو درپردہ خوارج کے حامی تھے۔ لیکن اس نے اس ڈر سے اپنے ارادہ کا کسی پر اظہار نہ کیا۔ کہ کہیں بات نکل نہ جائے۔ ایک دن اس

نے قبیلہ تمیم رباب کے چند لوگوں کو دیکھا حضرت علی نے تمیم رباب کے دس ——— آدمیوں کو جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ یہ ان سے ملا اور ان مقتولوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اسی خاندان کی ایک انتہائی حسین و جمیل عورت "قطام" تھی اس کے باپ اور بھائی کو بھی حضرت علیؓ نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے دل میں حضرت علیؓ کی طرف سے شدید عداوت بھری ہوئی تھی۔ قطام کو دیکھ کر ابن ملجم اس پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا۔ اور ——— اسے نکاح کا پیغام دے دیا قطام نے کہا۔ "مجھے تم سے نکاح کرنے میں کوئی عذر نہیں لیکن مہر وہ ہو گا جو میں مقرر کروں گی" ———

ابن ملجم نے کہا۔ "وہ کیا ہو گا؟" قطام نے کہا۔ "تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور علیؓ ابن ابی طالب کا سر۔"

ابن ملجم نے کہا۔ "تمہارا مہر مجھے منظور ہے۔ میں تو خود ہی علیؓ کو قتل کرنے کوفہ آیا ہوں" ———

قطام نے ابن ملجم کو نصیحت کی کہ وہ حضرت علیؓ پر اچانک حملہ کرے۔ اگر وہ بچ گیا تو دونوں آرام کی زندگی بسر کریں گے۔ ورنہ آخرت کا عیش و آرام اس کے لئے اس دنیا کے عیش و آرام سے بدرجہا بہتر ہو گا۔ اپنے قبیلہ کے ایک شخص وردان کو بھی اس نے ابن ملجم کے ساتھ کر دیا۔ ابن ملجم قطام کے پاس سے اٹھ کر قبیلہ اشجع کے ایک شخص شبیب بن بجرہ کے پاس آیا۔ اور اس سے پوچھا۔

"کیا تم دنیا اور آخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "وہ کس طرح؟" ———

ابن ملجم نے کہا۔ "علیؓ بن ابی طالب کو قتل کر کے!"

شبیب نے یہ سن کر کانوں پر ہاتھ دھرے اور کہنے لگا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

ابن ملجم نے کہا۔" میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ رہوں گا۔ جب علی رضؓ فجر کی نماز پڑھانے مسجد میں آئیں گے تو ہم دونوں اچانک ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں گے۔ اگر ہم بچ نکلے تو اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اپنے مقتولین کا انتقام لے لیں گے۔ لیکن اگر بچ نکلنا ہمیں نصیب نہ ہوا تو آخرت کا اجر تو بے حساب ہمیں ملے گا ہی۔"

شبیب نے کہا۔" علی رضؓ نے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں۔ اسلام لانے میں سابقیت کا شرف حاصل ہے میں تو اس کام میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

ابن ملجم نے کہا۔" کیا تمہیں معلوم ہے کہ علی رضؓ نے جنگ نہروان میں خدا تعالیٰ کے سینکڑوں نیک اور پاکباز بندوں کو قتل کیا تھا؟"

شبیب نے اثبات میں جواب دیا۔

ابن ملجم نے کہا۔" تب ہم علی رضؓ کو اپنے بھائیوں کے بدلہ میں کیوں نہ قتل کریں"—

اس طرح اس نے بہلا پھسلا کر شبیب کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ تینوں حسب قرارداد ۱۷ ر رمضان کو فجر کی نماز کے وقت مسجد میں جا کر اس دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ جہاں سے حضرت علی رضؓ نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے جب حضرت علی رضؓ نماز کے لئے تشریف لائے۔ تو سب سے پہلے شبیب نے اپنی تلوار سے آپ پر حملہ کیا۔ لیکن اس کی تلوار دروازہ پر جا لگی۔ اس کے بعد ابن ملجم نے وار کیا۔ اس کی تلوار آپ کے سر پر لگی۔ وردان وار نہ کر سکا اور بھاگ گیا۔

وردان نے اپنے گھر میں آ کر یہ واقعہ ایک شخص کو سنایا۔ جس پر اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ شبیب موقعہ پا کر ہجوم میں گھس گیا اور بچ گیا۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ کہ ان کے قاتل کو پکڑا جائے۔ لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ اور اس کی مشکیں کس کر حضرت علی رضؓ کے سامنے حاضر کیا۔

حضرت علی رضؓ نے اس سے فرمایا۔ اے دشمن خدا کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کیا تھا؟"——————

اس نے جواب دیا۔" بے شک!"——————

آپ نے فرمایا۔ پھر کس بات نے تجھے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے مجبور کیا؟——————

ابن ملجم نے اس بات کا تو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ یہ کہا" میں نے اپنی "تلوار" کو چالیس روز تک تیز کیا ہے۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ کہ اس کے ذریعہ بدترین مخلوق کو قتل کروں گا۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔" اسی "تلوار" سے تجھی کو قتل کیا جائے گا۔ اور دنیا میں تو ہی بدترین مخلوق ہے"۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:—

" اگر میں فوت ہو گیا۔ تو اس شخص کو قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہا۔ تو اس سے خود ہی سمجھ لوں گا۔"

حضرت علی رضؓ کی بیٹی "ام" کلثوم رضؓ نے جو اپنے والد کی حالت دیکھ کر رو رہی تھیں۔ ابن ملجم رضؓ سے کہا۔" اے اللہ کے دشمن! میرے باپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اور تو اپنے مقصد میں ناکام ہو گا۔"

ابن ملجم نے کہا۔" اگر تمہارے باپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ تو پھر تم رو کیوں رہی ہو؟ میں نے اپنی تلوار ایک ہزار درہم میں خریدی تھی۔ اور ایک درہم خرچ کر کے میں نے اسے زہر میں بجھایا تھا۔ اگر اس کی ایک ایک ضرب بھی تمام اہل شہر پر پڑے۔ تو کوئی شخص زندہ نہ بچے"

آخری وقت جندب بن عبداللہ حضرت علی رضؓ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا۔ ہم آپ کے بعد آپ کے بیٹے حسن رضؓ کو خلیفہ بنا لیں؟

حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ نہ میں تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ اور نہ منع کرتا

ہوں۔ جو تم مناسب سمجھو کرو۔" اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا۔ اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا " میں تمہیں چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا۔ دنیا سے کبھی دل نہ لگانا۔ ایسی کسی چیز کی خواہش نہ کرنا جو تمہاری دسترس سے باہر ہو۔ ہمیشہ سچ بولنا۔ یتیم پر رحم کرنا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کرنا۔ ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا۔ مظلوم کی مدد کرنا قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی تعمیل احکام کے سلسلہ میں لومتہ لائم کی پرواہ نہ کرنا۔"

حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو یہ نصیحت کرنے کے بعد اپنے تیسرے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا۔" میں نے تمہارے بھائیوں کو جو نصیحتیں کی ہیں تم نے اچھی طرح انہیں گوش گذار کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا" جی ہاں" حضرت علیؓ نے فرمایا تم بھی انہی نصیحتوں پر عمل کرنا۔ ساتھ ہی میں تمہیں بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تم بڑے بھائیوں کی توقیر اور تعظیم کرنا۔ کیونکہ ان کا تم پر بہت بڑا حق ہے جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کرنا اور ان کے کسی حکم کی بجا آوری میں دیر نہ کرنا۔"

آپ نے اپنے پسماندگان سے فرمایا۔ اے بنی عبد المطلب خبردار تم میرے بعد مسلمانوں کا خون بہانے کے درپے نہ ہو جانا اور میرے قاتل کے سوا اور کسی کو قتل نہ کرنا۔ خاص طور پر حضرت حسنؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ حسن! اگر میں مر جاؤں تو میرے قاتل کا تلوار سے ایک دفعہ ہی خاتمہ کر دینا۔ اس کا مثلہ نہ کرنا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ مثلہ سے بچو خواہ باؤلا کتا ہی کیوں نہ ہو۔"

زخم لگنے کے دو روز بعد حضرت علیؓ نے وفات پائی۔

" آمدم برسر مطلب "

مگر اعلیٰحضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کو اسی پر اصرار ہے کہ ———

" ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز یعنی آئس کریم یا کلفی ——— مگر شرط یہ ہے کہ بازاری نہ ہو بلکہ گھر بنی ہوتی ہو ——— اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو ——— یعنی بہتر تو یہ ہے کہ گائے کا دودھ ہو ——— لیکن اگر بھینس کے دودھ کا بھی ہو تو جائز ہے۔

۲۔ مرغ کی بریانی ——— یعنی بھونے ہوئے مرغ کا پلاؤ،

۳۔ مرغ پلاؤ ——— یعنی سادہ مرغ پلاؤ،

۴۔ بکری کے شامی کباب

۵۔ پراٹھے

۶۔ بالائی یعنی رس ملائی،

۷۔ فیرنی یعنی پھرنی،

۸۔ اُرد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم ——— یعنی مع مسالہ جات و سلاد وغیرہ تاکہ قبر میں بادی وغیرہ نہ ہو جائے۔

۹۔ گوشت بھری کچوریاں ——— یعنی قیمہ والے سموسے جن میں قیمہ نسبتاً زیادہ ہو،

۱۰۔ سیب کا پانی

۱۱۔ انار کا پانی

۱۲۔ سوڈے کی بوتل ——— اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو ——— " (وصایا شریف صفحہ ۹)

قارئین کرام!

اگر اعلیٰ حضرت بریلوی اپنی وفات سے دو گھنٹے، ۱۷ منٹ قبل یہ وصیت قلمبند نہ کرواتے تو بریلوی دین و مذہب یقیناً نامکمل اور ناتمام رہ جاتا مگر بریلوی اُمت کو اعلیٰ حضرت بریلوی کا مشکور ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اتنی کسر بھی باقی نہیں رکھی۔ البتہ بعض جزوی تشریحات باقی ہیں کہ سوڈے کی بوتل سے مراد کون سی بوتل ہے؟۔ کھاری۔ میٹھی۔ کوکا کولا ۔۔۔ کہ سیون اپ ۔۔۔ مگر انکی تشریح یقیناً انکی اولاد فرمائے گی۔ لھذا اب کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں۔

میرے شبہات

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی موت سے دو گھنٹے، ۱۷ منٹ قبل جو وصیت ارقام فرمائی تھی۔ وہ وصایا شریف کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ اور بازار میں فروخت ہو رہی ہے۔ اُس کے الفاظ بھی سطور بالا میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں ۔۔۔۔۔۔

مگر اِس سلسلہ میں میری چند گذارشات ہیں۔ اُمید ہے کہ اہل علم بریلوی اُن پر ضرور غور فرمائیں گے۔ میں عام مناظر حضرات کی طرح استہزا اور مذاق نہیں کر رہا بلکہ میرا مقصد صرف اور صرف تحقیق ہے۔ بلنوا و توجروا

۱۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہ وصیت اعزہ کے طیب خاطر پر چھوڑی ہے ۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میت کے بعد جو رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ وہ ضروری نہیں۔ بلکہ ورثاء کی مرضی پر موقوف ہیں۔ تیسرا۔ ساتواں۔ چالیسواں وغیرہ رسوم پر عوام کا التزام اور علماء بریلوی کی تاکید درست نہیں۔

۲۔ آیا یہ صدقات اور ہدایا جو رسماً رواج پا چکے ہیں میت تک بعینہٖ پہنچتے ہیں؟ یا ان کا ثواب؟ ۔۔۔ اگر صرف ثواب ہی پہنچتا ہے ۔۔۔ تو اعلیٰ حضرت

بریلوی نے اشیاء کے تعیّن کی تکلیف کیوں فرمائی۔ جیسے کہ ان کی وصیّت سے ظاہر ہے ۔۔۔۔۔۔

لیکن اگر بعینہٖ یہ چیزیں پہنچتی ہیں ۔۔۔ تو بریلوی علماء کو اِس وصیت کی روشنی میں ایک نیا چارٹ ترتیب دینا چاہیئے۔ جس میں

★ نوجوان میت کے لئے گنڈیریاں۔ گنے۔ بھنے ہوئے چنے۔ اخروٹ، بادام۔ سیب، امرتسری ناشپاتی اور خوبصورت بیوی ۔۔۔ خصوصاً اس وقت جب کہ اعلیٰ حضرت بریلوی "قبروں میں ازدواج کے پیش کئے جانے اور ان کے ساتھ شب باشی فرمانے کے بھی قائل ہیں" ملاحظہ ہو۔ (ملفوظات ص۳۰ ج ۳)

★ بوڑھے آدمی کے لئے حلوہ۔ کھیر۔ فرینی۔ بالائی۔ شامی کباب۔ بریانی۔ دلیہ دہی۔ پکوڑیاں۔ گرم دودھ یا چائے وغیرہ

★ چھوٹے بچے کے لئے دودھ۔ گرائپ واٹر، گلوکوز۔ بسکٹ اور کھلونے وغیرہ

بیماریاں:۔

پھر اس میں اُن امراض کا بھی خیال رکھنا پڑے گا۔ جن میں مبتلا ہو کر وہ مریض فوت ہوا ہے۔

★ مثال کے طور پر معدہ کے مریض کے لئے چورن۔ جوارش جالینوس سرکہ۔ اور اس کے علاوہ ترش لیموں، انار دانہ وغیرہ مناسب ہونگے۔

★ اسی طرح زکام۔ جگر۔ دماغی۔ اور تپ دق، سل کے مریضوں کے لئے تیسرے، ساتویں اور چالیسویں وغیرہ میں ان کے امراض۔ علاج اور پرہیز کا خیال رکھنا چاہیے۔

★ جلد اور خون کے امراض کے لئے چرائتہ حنظل۔ اور نیم وغیرہ ان کے ختموں میں ختم خوان مولویوں کی خدمت میں پیش کرنے چاہئیں۔

★ اور اگر مرنے والا بد نصیب حقے اور افیون وغیرہ منشیات کا عادی تھا تو اعلیٰ حضرت بریلوی کے نقطہ نظر سے ان چیزوں کا اضافہ ان رسوم میں اجر و ثواب کی زیادتی کا موجب ہونا چاہیے۔

★ روایت ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی خود حُقہ کا بہت شوق فرماتے تھے۔ مگر معلوم نہیں کہ وصایا شریف میں تمباکو کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

(ملفوظات ص ۔)

ہمارا حضرات علمائے بریلوی اور اس مکتب خیال کے جرائد سے صرف یہی سوال ہے کہ آیا یہ چیزیں فی الواقعہ حقیقتاً میت کو پہنچتی ہیں؟ یا ان کا ثواب؟ امید ہے کہ یہ حضرات علمی زبان میں اس کا جواب دیں گے۔ اس زبان میں نہیں جس کے وہ عام طور پر عادی ہیں۔

لطیفہ

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے تو اپنی کتاب مقیاس حنفیت میں ان عنوانات پر مستقل سرخیاں قائم فرمائی ہیں۔ مثلاً فضیلتِ دودھ۔ فضیلتِ حلوا فضیلت گوشت اور پراٹھے ۔ مگر موصوف نے فضیلتِ جہاد پر کوئی سرخی قائم نہیں فرمائی۔

ع ۔ ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا

مذکور الصدر وصیت کا نعم البدل

اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں۔

مسئلہ:۔ میت کے سوئم کا کس قدر وزن ہونا چاہیے۔ اگر چھوہاروں پر فاتحہ دلا دی جائے تو ان کا کس قدر وزن ہو؟

الجواب:۔ کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں۔ اتنے ہوں جس میں ستر ہزار عدد پورا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (عرفان شریعت ص ۳۳)

قارئین کرام!

اگر شریعت نے سوئم کی فاتحہ کا کوئی وزن مقرر نہیں کیا۔ تو اعلیٰ حضرت بریلوی کو "عرفان شریعت" کا یہ نعم البدل نسخہ کہاں سے ہاتھ آگیا؟

سچ فرمایا انہوں نے کہ

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم ترین فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۹)

ناظرین کرام! اگر فی چھوہارہ بارہ ۱۲ گرام ہو تو ستر ہزار ۷۰۰۰۰ چھوہارے کا وزن ۸۴۰ کلوگرام ہوگا، اور اگر ۶ گرام فی چھوہارہ وزن ہو تو ۴۲۰ کلوگرام کل وزن ہوگا۔

۱۹۸۰ء کی اس گرانی میں چھوہارے کا کم از کم ریٹ آٹھ روپے فی کلوگرام ہے۔ اس حساب سے ۸۴۰ کلوگرام چھوہاروں کی قیمت ۶۷۲۰/- روپے اور ۴۲۰ کلوگرام چھوہاروں کی قیمت ۳۳۶۰/- روپے ہوگی۔

ایسے دو سوئم تو کیا ایک ہی سوئم سے نانی یاد آجائیگی، عمل تو فرما کر دیکھیں۔

ع ۔ فرّ من المطر وقام تحت المیزاب

سُن کے شہرہ میں نے سمجھا تھا کوئی عالی ہیں وہ
متقی ہیں پارسا ہیں عالم و فاضل ہیں وہ
دیکھ کر ان کو ہوا پہلے گماں کامل ہیں وہ
لیکن آہ سرد کہتی ہے نہیں جاہل ہیں وہ

اعلیٰحضرت بریلوی کے مختصر حالاتِ زندگی

تعارف : اعلیٰحضرت بریلوی ۱۴ جون ۱۸۵۶ء مطابق ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ بمقام بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے، بڑیچ قوم سے تعلق رکھتے تھے ——

آپ کا شجرہ نسب احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی سے چلتا ہے، خاندان کے اکثر نام شیعہ طرز پر ہیں۔

والدین نے آپ کا نام احمد رضا رکھا تھا، مگر آپ نے بدل کر عبد المصطفیٰ رکھ لیا جب کہ مفسرین کرام نے بموجب آیت مندرجہ ذیل۔

ماکان لبشرٍ ان یؤتیہُ اللہ الکتٰب والحکم والنبوۃ

ثم یقول للناس کونوا عبادالی من دون اللہ۔ الخ (۷۹ آل عمران پ۳)

ترجمہ :- کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اُسے کتاب اور حکم و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ میرے بندے ہو جاؤ! ترجمہ اعلیٰحضرت بریلوی۔

عبد النبی، "عبد المصطفیٰ اور عبد عبد القادر وغیرہ نام رکھنے ممنوع قرار دیئے ہیں" شرح فقہ اکبر" میں ہے۔ التسمیۃ بعبدالنبی فظاہرہٗ کفرٌ۔ ص ۲۳۸

مگر اعلیٰحضرت بریلوی اس سب کچھ کے باوجود فرمایا کرتے تھے کہ ؎

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

بچپن :-

پانچ سال کی عمر تھی والدہ نے لمبا کرتہ پہنا رکھا تھا جو زیر جامہ کا کام بھی دیتا

تھا باہر کچھ عورتیں نظر آئیں فوراً کرتے کا دامن اُٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیا تاکہ غیر محرم پہ نظر نہ پڑے عورتیں اس صورت حال پر مسکرائیں تو آپ نے فرمایا کہ :-

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر کا مزاج خراب ہوتا ہے" (سوانح اعلیٰ حضرت ص۱۱)

سوانح نگار نے اس پر جواب کی لذت کا عنوان قائم کیا ہے۔ مگر لوگ پوچھتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر میں آپ کو کیسے پتہ تھا کہ ستر کا مزاج بگڑتا بھی ہے ؟

- ★ خود بالغ نہیں تھے کہ ان حالات کو سمجھتے ہوں،
- ★ والد نے بتایا ہو، یہ بھی قرین تسلیم نہیں ہے۔
- ★ الہام ہوا ہو یہ بھی بظاہر سمجھ میں نہیں آتا۔
- ★ یا کسی کے ایسے حالات دیکھے ہوں گے، معلوم نہیں کہ آپ پر اس عمر میں یہ راز کس نے کھولا ؟

البتہ —— اتنی بات ضرور ہے کہ آپ کے ایک غیر معروف استاد مرزا غلام قادر صاحب (برادر بزرگ مرزا غلام احمد قادیانی)، آپ پر دل و جان سے قربان تھے اور بقول سوانح نگار" آپ پر جان چھڑکتے تھے" (سوانح اعلیٰحضرت ص۳۰)

عین ممکن ہے کہ ستر کی مزاج شناسی کا عقدہ بھی انہی کی خصوصی توجہات کا مرہون منت ہو، ——————

ع ۔ چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

تعلیم و تربیت :- کم عمری ہی میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر لی تھی، مگر اسلامی علوم و فنون کی نسبت علوم نجوم، رمل اور جعفر جیسے غیر شرعی علوم میں زیادہ مہارت رکھتے تھے۔

چنانچہ امام مہدی کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ :-

"امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور سن ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔"

(ملفوظات ص۱۰۱ ج ۱)

عرض: حضور نے جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد: ہاں اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا کہ آم کھایئے پیڑ نہ گنئے۔

(ملفوظات ص۱۰۲ ج ۱)

ع: مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

یہ علیحدہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منجم و رمال کی تصدیق کرنے والوں کی "فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم - مسند احمد عن ابی ہریرہ رض" ــــ کہکر سخت مذمت فرمائی ہے۔

یعنی جو آدمی نجومیوں، رمالوں اور جفریوں کی تصدیق کرتا ہے وہ علی الیقین اس دین کا منکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا ہے

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت بریلوی نے فتویٰ فروشی کا باقاعدہ کاروبار بھی اوائل عمر ہی میں شروع فرما دیا تھا۔ چنانچہ موصوف مولانا ظفر الدین بہاری کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"بحمدہٖ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور اگر زندگی بالخیر رہی تو ۱۰ شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہو جائیں گے۔"

غالباً اسی کم عمری اور کم علمی میں فتویٰ نویسی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت بریلوی نے

زیادہ ٹھوکریں کھائی ہیں اور بہت سی برگزیدہ شخصیات کو نشانۂ ستم و تختۂ مشق بنایا ہے۔ ورنہ وہ لوگ تو بلاشبہ اس کے مصداق ہیں کہ۔

ع ۔ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔

اب اس عنوان کے اختتام پر سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے اساتذہ کے اظہار سے نہایت ہی پُراسرار طور پر پہلو تہی فرماتے ہیں اور کوئی بھی متعارف اور قابل ذکر استاذ مثلاً حضرات محدثین دہلی یا کوئی اور عالم آپ کے علمی و عملی سلسلہ میں مذکور یا مشہور نہیں ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ موصوف چونکہ اسلاف سے مختلف راہ اختیار کرنے کا پہلے ہی فیصلہ فرما چکے تھے اس لئے انہوں نے اسلاف سے علیحدگی اور لاتعلقی ہی میں اپنے لئے عافیت تصور فرمائی۔

ایک روایت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کو قوالی میں بھی کمال حاصل تھا، لہٰذا اس پر قیاس کر کے کہہ سکتے ہیں کہ شاید آپ کے اساتذہ کرام خصوصیت کے ساتھ اسی زمرہ سے ہوں۔ (مقدمہ ملفوظات ص۳ مطبوعہ کامیاب دار التبلیغ لاہور)

ع ــ کھنڈرات بتا رہے ہیں کہ عمارت عجیب تھی

شباب: ۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ

"میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی، ماں اُس کی ضعیفہ تھی کا دودھ اُس سے نہ چھڑایا تھا ماں ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔

(ملفوظات ص۶۵ ج ۳)

قارئین کرام! جو نگاہیں بچپن میں غیر محرم عورتوں سے بچتی رہی ہوں وہ جوانی میں ۱۸ یا ۲۰ برس کی لڑکی کو اور اُس کی ماں کے سینہ کو کیسے دیکھتی ہوں گی؟ خصوصاً

اس وقت جبکہ وہ بچپن ہی میں ستر کی مزاج شناس اور مرزا غلام قادر جیسے جان چھڑکنے والے استاد کی عنایات سے بھی بہرہ یاب ہوں ؎

آپ تو تھیں ہی مگر اس کا بھی کیا خانہ خراب
درد اپنے ساتھ آنکھیں دل کو بھی لے ڈوبیاں

مولانا منظہر اللہ دہلوی کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی طبیعت چلبلی تھی اور عورتوں کے بارے میں فحش شعر آپکی طبیعت سے بعید نہ تھا لیکن آپ اپنے ایسے اشعار شائع کرنا پسند نہ فرماتے تھے یہ آپکی پرائیویٹ زندگی تھی چنانچہ لکھتے ہیں کہ :۔

" ہوسکتا ہے کہ فاضل موصوف کی چلبلی طبیعت سے اُن عورتوں کے حق میں یہ کلام صادر ہوا ہو لیکن وہ ان کو طبع نہ کرانا چاہتے ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ تو دوسرے کو کیا حق ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف ان کو شائع کرائے۔ فتاویٰ منظہری ص۳۹۲

مفتی صاحب کا جملہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے اعلیٰ حضرت کی پرائیویٹ زندگی کی خوب وضاحت کرتا ہے ؎

ہم تو خوش نہ تھے بیان کر کے
تم نے اچھا کیا ! خطا نہ کی

درس وتدریس :۔ درس وتدریس کے میدان میں اعلیٰ حضرت بریلوی کی کوئی قابل ذکر اور نمایاں خدمات نہیں، اختلافی مسائل کے چند رسائل چھوڑ کر کسی فن اور کسی علم میں بھی آپکی کوئی عربی تصنیف نہیں۔ صرف ایک فتاوی رضویہ ہے جو بہت سے متنازعہ مسائل کا مجموعہ ہے۔ کبھی اس کو علیحدہ علیحدہ مسائل کے اعتبار سے شمار کر لیتے ہیں اور کبھی مستقل ایک کتاب ہونے کے اعتبار سے مثلاً ملفوظات

ایک مستقل کتاب بھی ہے اور دوسری کتاب احکام شریعت کا ایک حصہ بھی اور اس طرح احکام شریعت ملفوظات کا ایک حصہ بھی ہے اور ایک مستقل کتاب بھی۔

اور دوسری مستقل تصنیف "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے جو بلاشبہ نہ لفظی ترجمہ ہے اور نہ محاوراتی بلکہ مجموعۂ اغلاط ہے، بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ایک ایک لفظ میں گستاخی اور بے ادبی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ نمونہ کے لئے ملاحظہ ہو اسی کتاب کا صفحہ ۲۰۴۔

اور اس کے برعکس جن علماء کی آپ نے مخالفت کی ہے انکی علم تفسیر و علم حدیث اور فقہ پر تصنیفات کی کئی کئی جلدیں یادگار ہیں۔

بڑھاپا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی اواخر عمر میں مارہرہ کے ایک نامور بزرگ شاہ آل رسول سے قادریہ سلسلہ میں بیعت ہوئے اسی سال خلافت ملی۔ آپ کے معتقدین یہ گمان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بہت زاہد اور عابد تھے تہجد کبھی قضا نہ ہوتی تھی ـــــ مگر حقیقت حال اس سے بالکل مختلف تھی کیونکہ نفل تو آپ نے بالکل ہی چھوڑ دیئے تھے اور سنتیں معاف کروالی تھیں، ایک جگہ خود فرماتے ہیں کہ

" میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں۔ (ملفوظات ص۵۳ ج ۴)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں بندہ مومن نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔

(الفتح الربانی مجلس ۶۹ ص۲۴۶)

ویسے بھی عمر کی اس سٹیج پر پہنچ کر نفل عبادت نسبتاً زیادہ ہونی چاہئے نہ کہ بالکل ختم۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی شاید اسی عملی کوتاہی کی وجہ سے ان کا سلسلہ

ارادت چنداں آگے نہیں بڑھا بلکہ درج ذیل گنتی کے صرف چند آدمی اُن کے خلیفہ نامزد ہوئے — اُن کے دونوں صاحبزادے، مفتی نعیم الدین مرادآبادی، مولانا عبدالعلیم صدیقی والد شاہ احمد نورانی اور مولوی امجد علی مصنف بہارِ شریعت یا عبدالباری عرف بدھومیاں —— انہوں نے آل سعود کے خلاف اور آل گاندھی کے حق میں لکھنؤ میں خدام الحرمین کے نام سے ایک جماعت قائم کی تھی۔ برہم چاری سہسوانی آپ کے بارے میں کہا کرتے تھے ؎

بدھومیاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں
گو مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں
(سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸۱)

دلچسپ مشاغل:-

اعلیٰ حضرت بریلوی کے دلچسپ مشاغل میں سے سرِفہرست مشغلہ ——

۱- مسلمانانِ ہند کی تکفیر
۲- علمائے امت کی تحقیر
۳- مجاہدین اسلام کی تضحیک
۴- قرآن و حدیث میں تحریف
۵- حق و باطل میں تلبیس
۶- حکومت برطانیہ کی تائید اور توثیق —— کرنا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کے ہاں آپ کے خاندان کی بڑی عزت تھی
۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان پر پورا تسلط جما لیا تو بریلی کے سب با اثر لوگوں نے بریلی کو خیر باد کہہ دیا تھا مگر اعلیٰ حضرت بریلوی

کے دادا رضا علی کو انگریزوں سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ سوانح نگار لکھتا ہے کہ

"مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پہ چڑھایا جا رہا تھا مولانا رضا علی خانصاحب اُس زمانہ میں بریلی کے محلہ ذخیرہ میں قیام فرما تھے شہر کے بڑے بڑے با اثر لوگوں نے گھروں کو خیر باد کہہ دیا تھا اور دیہاتوں میں جا کر روپوش ہو گئے۔ مولانا صاحب نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی۔ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۰

اعلیٰ حضرت بریلوی کے پہلے استاد مرزا غلام قادر جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی تھے وہ بھی انگریزی عملداری کی خدمات میں ان بزرگوں کے ساتھ ساتھ تھے۔

علاوہ ازیں آپ کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم نواب کلب علی خان والی رامپور کے مشیروں میں سے تھے۔ نواب کلب علی خان انگریزوں کے نہایت معتمد اور وفادار ساتھی تھے ——— نیز آپ کے دادا مرحوم بھی انگریزی عملداری میں ایک معزز شخصیت تصور کئے جاتے تھے

انگریزوں کی انہی عنایات کا نتیجہ تھا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے جب فتوے کا قلمدان سنبھالا تو سب سے پہلے انگریزی عہد کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ——— فرماتے ہیں کہ

"ہندوستان بفضلہ دارالاسلام ہے" احکام شریعت ص ۱۵۱ ج ۲)
دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "ہندوستان دارالاسلام ہے" (عرفان شریعت ص ۴)
بلکہ اس موضوع پر مستقل ایک کتاب بھی لکھ ماری جس کا نام ———
"اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اُس وقت کے تمام سیاسی لیڈر آپ کو انگریزوں کا ایجنٹ

اور طرفدار سمجھتے تھے — چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ کاٹھیاواڑ کی تاریخی "ایجوکیشنل مسلم کانفرنس" میں شمولیت اور مالی امداد کرنے کو جن انسٹھ علماء نے حرام قرار دیا تھا اس میں سرفہرست اعلیٰ حضرت بریلوی اور مولانا دیدار علی شاہ کے دستخط تھے۔

حج بیت اللہ :

اعلیٰ حضرت بریلوی نے بظاہر دو مرتبہ حج بیت اللہ شریف کا سفر فرمایا ہے مگر افسوس کہ دونوں مرتبہ ہی ارادہ حج کا نہیں تھا — بلکہ خود فرماتے ہیں کہ

"اگر سچ پوچھئے تو حاضری کا اصل مقصود زیارت طیبہ ہے دونوں بار اسی نیت سے گھر سے چلا معاذاللہ اگر یہ نہ ہو تو حج کا کچھ لطف نہیں"

(ملفوظات صہ۱۲۱ ج ۲)

ارشاد نبوی ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی، رہ گئی مدینہ شریف کی حاضری — تو نہ یہ ارکان حج میں سے ہے اور نہ ہی کوئی ضمناً کرنی ضروری ہے، بلکہ اگر عشق صادق ہو تو اس کے لئے مستقل سفر بھی کیا جاسکتا ہے، مگر نہ مدینہ شریف کی نیت سے حج ہوتا ہے اور نہ حج کی نیت سے مدینہ شریف کی تلافی ہوتی ہے — (ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ)

پھر قطع نظر اس کے جو کچھ وہاں کیا گیا وہ بھی انگریزوں کے ایجنٹ شریف مکہ کی خوشامد اور چاپلوسی کے سوا اور کچھ نہ تھا — ملفوظات صہ ج ۲)

یا پھر علم غیب کے مباحث، علماء ہند کے معائب اور مثالب ذکر ہوتے تھے —

خسر الدنیا والاخرۃ ذالک ھو الخسران المبین — ملفوظات صہ۱۲ ج ۲)

؎ تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج -

(۱۹۷ - بقرہ - ۲)

ترجمہ :- سو جو کوئی ٹھان لے ان مہینوں میں حج کرنا تو نہ وہ مباشرت کرے نہ گناہ کرے اور نہ ہی کوئی جنگ و جدال کرے حج پورا ہونے تک —

مگر مُفتیوں پر کشادہ ہیں راہیں
یہ جھگڑے کریں شوق سے جس سے چاہیں

مذاق سخن کے چند نمونے

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب کی گفتگو کا عام مذاق بہت ہی غیر شریفانہ اور بے پناہ سوقیانہ تھا - اتہام بازی اور الزام تراشی تو بطور خاص انکی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - "ظنوا المومنین خیرا" جیسے مضبوط ترین اثر سے انکی ساری آل و اولاد ہی ناواقف و ناآشنا ہے -

یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی ایک جگہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ کے خلاف گوہر افشانی نہیں بلکہ گوبر افشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اس کا علم اُس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے - ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا - ظالم ہونا - حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے - کھانا - پینا - پیشاب کرنا - پاخانہ پھرنا - ناچنا تھرکنا - نٹ کی طرح کلا کھیلنا - عورتوں سے جماع کرنا - لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف ہیں۔"

وہ کھانے کا منہ، بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں (آلہ تناسل اور شرمگاہ)، بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں جو مدار کھکل ہے۔ سبّوح و قدوس نہیں۔ خنثیٰ مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے۔ اور یہی نہیں اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے۔ زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خود کشی بھی کر سکتا ہے۔ اُس کے ماں، باپ، جورو، بیٹیا سب ممکن ہیں۔ بلکہ ماں، باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا ہے اور سمٹتا۔ برہما کی طرح چومکھا ہے۔

"العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ صد ۲۵"

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں اعلیٰ حضرت بریلوی کے مذاقِ سخن کا۔ اور داد دیجئے انکی اتہام بازی اور الزام تراشی کی ـــــ بات کو کیسے مزے لے لے کر بڑھا رہے ہیں ـــــ مگر افسوس یہ ہے کہ انہوں نے اس باب میں ذات کبریا جل وعلا کا بھی ذرہ برابر لحاظ نہ فرمایا ـــــ اور وہ کچھ کہہ گئے جس کے ذکر سے زبان لرزتی ہے اور قلم رکتا ہے۔ ؎

پیران کج خرام فقیہان بے لگام
کچھ اپنی چال ڈھال پر خوفِ خدا کریں

نفس کی حرکت:-

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت بریلوی عصر کی نماز پڑھا کر اکیلے نماز پڑھ رہے تھے مولوی محمد حسین میرٹھی نے دیکھ لیا۔ تو سوال کیا۔ کیونکہ یہ نفل پڑھنے کا وقت نہ تھا۔ اس پر اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا کہ:

"قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد حرکتِ نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔" (المیزان احمد رضا نمبر صد ۳۳۲)

مگر سوال یہ ہے کہ "نفس" سے اعلیٰ حضرت بریلوی کی کیا مراد ہے؟ بالفرض اگر انکی مراد شیطانی وسوسہ ہے۔ تو گستاخی معاف ـــ فقط وسوسے کی نہ حرکت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ انگرکھے کا بند توڑتا ہے۔ اور اگر اس سے مراد کوئی اور چیز ہے۔ تو پھر بھی یہ انکشاف خاصہ تعجب انگیز ہے۔ اس لئے کہ وہ نفس تھا یا کیا تھا؟ جس کی حرکت سے اعلیٰ حضرت موصوف کا بند ٹوٹ گیا۔؟

پھر ان سب پر مستزاد یہ کہ یہ حرکت بھی نماز میں ـــ اور حرکت بھی ایسی کہ نماز واجب الاعادۃ ٹھہری ـــ جسارت معاف! ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آخر اس حرکت کے کیا اسباب اور کیا علل تھے؟

؎ انسان خود ہے اپنے کمالات کی دلیل
یا پیر! گفتگو تو شریفانہ چاہیئے

اُم المومنین کیخلاف اعلیٰ حضرت کی شرمناک زبان

کعبہ تمام آبادیوں کی ماں[1] ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ تمام مومنین کی ماں ہیں[2]۔ جو گستاخ اور بے ادب لوگ کعبہ معظمہ کے بارے میں مذکورہ ناپاک الفاظ استعمال کر سکتے تھے۔ انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گستاخی کرنے

[1] پ۷ الانعام ع ۱۱ - اُم القریٰ ومن حولہا [2] پ۲۱ الاحزاب ع ۲

سے کیا باک ہو سکتا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں، حضرت ام المومنین کے بارے میں کہتے ہیں اور مولانا حشمت علی کے بھائی مولانا محبوب علی کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار بڑی احتیاط سے مولانا احمد رضا خاں کے بیاض سے نقل کئے تھے[1]:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کی ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر[2]

کپڑا اتنا تنگ ہو کہ کھنچ کھنچ کر پھٹنے کے قریب ہو، اس کا اس طرح کھنچنا مسکنا کہلاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے بارے میں لباس کا یہ شرمناک تصور کیا معمولی غلطی ہے؟ بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی غلط رہنمائی میں اتنے بہک چکے ہیں کہ انہیں یہ شرمناک گستاخی بھی معمولی نظر آتی ہے بریلویوں کے مفتی مظہر اللہ صاحب کی شرمناک تاویل دیکھئے:۔

اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں ان کی (حضرت عائشہ کی) ذات کریمہ معاف نہ فرمائے گی؟ اور فرض کیجئے وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟ کہ یہ معاملہ ایک خطاکار بچہ اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے[3]

مفتی صاحب! یہ معاملہ صرف گستاخ بچے کی ماں کا نہیں سب مسلمانوں کی ماں کا ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں مسلمانوں کا اس سے کیا علاقہ؟ یہ منہ زوری اور سینہ زوری۔ آپ چاہتے ہیں کہ بریلوی جو چاہیں کریں مسلمان انہیں کچھ نہ کہیں عذر

۱ فتاویٰ مظہری ص ۲ حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷ ۳ فتاویٰ مظہری ص ۳۸۸

گناہ بدتر از گناہ کی اس سے بدتر مثال شاید ہی کہیں نظر سے گزری ہو۔

بعض اوقات بریلوی لوگ مغالطہ دیتے ہیں کہ ان توہین آمیز اشعار سے مرتب "کلام مولانا احمد رضا خاں" توبہ کر چکے ہیں یہ جواب کافی نہیں انہیں مولانا احمد رضا کا اپنا توبہ نامہ پیش کرنا چاہیئے مرتب حدائق بخشش حصہ سوم کی توبہ کافی نہیں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی ہاتھوں ہاتھ نکل گیا تھا اور کسی بریلوی عالم نے ان اشعار سے لاتعلقی نہ کی تھی اور جب مرتب کلام مولانا احمد رضا خاں، مولوی محبوب علی خان برادر مولوی حشمت علی خاں کو امامت سے علیحدہ کرنے لگے تو انہوں نے ایک توبہ نامہ شائع کر دیا۔ یہ کب ہوا؟ جب ان اشعار کو شائع ہوئے چالیس سال گزر چکے تھے اب آپ خود سوچیں اس توبہ نامہ کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے بریلویوں کی تحریریں کیا ہیں پڑھتا جا اور شرماتا جا اور اس قوم کی حیا سوز سرگرمیوں پر آنسو بہاتا جا۔

متکلمین علماء دیوبند کیخلاف شرمناک زبان

مولانا احمد رضا خاں کی مشہور کتاب خالص الاعتقاد کی تمہید میں ان علماء کے بارے میں جو اکابر دیوبند کی طرف سے مناظرہ کرنے آئے لکھا ہے:۔

متکلمین طائفہ نے وہ چک پھیریاں لیں[1] وہ اڑان گھائیاں جن کا بیان رسالہ الاستمتاع بذوات القناع[2] سے ظاہر ہے۔ شریفہ ظریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع[3] سے ان کے

۱ پچھلے حصے کو ناچ میں گھمانا اسے چک پھیریاں لینا یا چکی گھمانا کہتے ہیں ۲ باپردہ عورتوں سے متعہ کرنا یا مزے لینا ۳ مولانا اشرف علی کو ظریف عورت اور حضرۃ مولانا رشید احمد مرحوم کو "بھاگ گئی عورت" کہا ہے[4] عام کھلی قبولیت کہ جو چاہے آئے۔

ادبار[1] پر ضیق کو فراخی[2] حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے خصموں[3] کی "ایک ایک کتاب" کا جواب لکھ دیں[4]۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح نے مولوی احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین کے خلاف شہاب ثاقب لکھی تو ان کے بارے میں تحریر فرمایا:

ان میں کوئی نئی نویلی۔ حیادار شرمیلی۔ بانکی نکیلی میٹھی رسیلی۔ اچپل البیلی چنچل اینٹھی اجودھیا باشی (مولانا حسین احمد کے گاؤں کی طرف اشارہ ہے) آنکھ یہ تان لیتی اور بجی ہے کہ

ع۔ ناچنے کو جو نکلے تو کہاں گھونگھٹ۔

اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام شہاب ثاقب رکھا[5]

آپ سوچیں یہ زبان کیا کسی شریف انسان کی ہو سکتی ہے؟ چہ جائیکہ کوئی مذہبی پیشوا اس زبان میں بولتا ہو۔ پھر حضرت مولانا تھانوی رح کے بارے میں لکھا ہے:

وہ تین توڑے[6] دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے آپ کی مہر دہن تو جب ٹوٹے
کہ کچھ گنجائش سوجھے[7]

---

[1] ادبار جمع دبر کی یہ پچھلے حصے کو کہتے ہیں" پر ضیق "نہایت تنگ گزار چوتڑ[2] کھل جانا[3] یہ عورتیں جلدی جلدی اپنے خاوندوں کو فارغ کرتی جائیں اس سیاق و سباق میں خصم کا ذو معنی لفظ اپنے معنی معین کر رہا ہے اس لیے حیا عبارت پر ان لوگوں کا ذوق درونی انتہائی لائق نفرین ہے، بس پڑھتا جا اور شرماتا جا[4] تمہید خالص الاعتقاد صہ مطبع حسنی بریلی۔

[5] ایضاً صہ ۱۵ [6] کس قدر شرمناک اشارہ ہے [7] رماح القہار علی کفر الکفار صہ ۱۔

بریلوی جماعت کے مولانا ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری جن کی کتاب تجانب اہل السنہ مولوی حشمت علی کی تصدیق سے مزین ہے۔ آپ اپنی کتاب قہر القادر میں تحریک خاکسار کو مسلم لیگ کی بیٹی قرار دے کر اس پر چڑھنے کا اعلان کرتے ہیں خاکساروں کی طرف سے ایک تحریر "خاکسار مجاہد کا پیغام" "پیلی بھیت کے نام شائع ہوئی تھی اس کے بارے میں مولانا دانا پوری کی شرمناک زبان ملاحظہ ہو:

خاکسار مجاہد والی تحریر کی ابھی تک سیرابی نہیں ہوئی (اسے پانی نہیں ملا) اس لیے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں اور برق بار خارا شگاف (پتھر میں سوراخ کر دینے والے) قلم کو جولانی (اچھلنے) کا حکم دیتا ہوں۔ فاقول وعلی الخاکساریۃ بنت اللیگیۃ اصول[1]

مسلمانو! غور کرو جس بدقسمت قوم کو یہ مذہبی پیشوا ملے ہوں وہ ہر وقت "تفریق بین المسلمین کے گن نہ گائے تو اور کیا کرے۔

دانا پوری صاحب کی شریفانہ زبان کی ایک جھلک اور دیکھئے علماء دیوبند کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور اماں دونوں ایک۔ تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک۔ گوبر اور حلوہ دونوں ایک۔ فیرنی اور پاخانہ دونوں ایک۔ تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ دونوں ایک ..... حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ۔ شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ[2]

---

[1] قہر القادر علی الکفار اللیاذر صہ ۲۹ آخری عربی فقرے کا ترجمہ یہ ہے "میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں۔ استغفر اللہ توحید سے محروم لوگ بے حیائی میں کہاں تک جا پہنچے۔ [2] تجانب اہل السنہ صہ ۲۸۴

حضرت تھانوی رح کے بارے میں آستانہ بریلی کی زبان

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ الایمان میں تین مسئلوں کا جواب لکھا تھا۔

۱۔ سجدۂ تعظیمی

۲۔ طواف قبور

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر پر عالم الغیب کا اطلاق۔ اور ہر ایک پر شق وار بحث کی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کتاب کی ایک عبارت پر خلاف معنی مقصود اعتراض کیا اور مولانا تھانوی رح نے مزید وضاحت کے لیے رسالہ بسط البنان تحریر فرما دیا۔

حضرت مولانا تھانوی رح کے جواب سے بریلیوں کو اختلاف تھا۔ اختلاف ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن ان لوگوں کے لیے فحش کلامی کسی طرح جائز نہ تھی علماء کہلانے والوں کے لیے اظہار اختلاف کے موقع پر فحش زبان کا استعمال نہایت شرمناک ہے۔

بسط البنان کے جواب میں بریلی سے ایک وقعات السنان شائع ہوا۔ بطور مصنف اس پر مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مولانا مصطفٰے رضا خاں کا نام درج ہے لیکن انداز بیان بتلا رہا ہے کہ اصل مصنف چھوٹے حضرت نہیں بڑے حضرت ہیں۔ مولانا احمد رضا حسام الحرمین میں مولانا تھانوی رح کی کتاب حفظ الایمان کو طنزاً رسلیا لکھ چکے ہیں۔ یہی لفظ وقعات السنان میں بار بار وارد ہے جو بتا رہا ہے کہ یہ مولانا احمد رضا کی ہی تحریر ہے علاوہ ازیں وقعات السنان (نیزے کی مار) کا دعویٰ مولانا احمد رضا کی زبان پر ہی عام رہتا تھا۔ ایک جگہ انہوں نے خود لکھا تھا:

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

وقعات السنان (نیزے کی مار) میں حضرت مولانا تھانوی رح کی شق وار بحث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس (مولانا تھانوی) کی دو شقی میں اس تیسرے کا دخول [1]

اور جب اس فحش کلامی پر طبیعت کو سکون نہ ہوا تو آگے جا کر لکھا:

مسماۃ یہ تیسرا بھی ہضم کر گئی [2]

اس سے آپ مولانا احمد رضا خاں کے ذہن اور کردار کا اندازہ کریں اور سوچیں کہ وہ کس فحش کلامی اور بے حیائی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بعض بریلوی کہہ دیتے ہیں کہ بڑے حضرت بے حیا نہ تھے چھوٹے تھے ہم کہتے ہیں یہ تمہارے گھر کا معاملہ ہے تم فیصلہ کر لو کہ بڑے حضرت بے حیا تھے یا چھوٹے اتنی بات اپنی جگہ حق ہے کہ حیا جاتی رہے تو ایمان قائم رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آستانہ بریلی کے وقعات السنان کے چند اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ اور بریلوی پیشواؤں کی فحش کلامی کی داد دیجیے۔

رسلیا والا ابھی کیا باور کرے گا کسی کرّے (گدھے کے بچے) سے پالا پڑا تھا [3]

مولانا احمد رضا خاں یہاں اپنے آپ کو اس مقام فضیلت پر لا رہے ہیں کہ مولانا تھانوی کیا یاد کریں گے کسی سے پالا پڑا تھا اس سلسلہ میں خاں صاحب بریلوی کا اپنے آپ کو گدھا کہنا کس پہلو سے ان کے لئے لائق فخر ہو سکتا ہے؟ اس بے حیائی کا تصوّر بھی شریف انسانوں کے لئے تکلیف دہ ہے علماء دیوبند کے خلاف

---

[1] وقعات السنان ص ۲۵ [2] ایضاً ص ۴۵

[3] ایضاً ص ۴۹ کرّے کا معنی ہے بچہ اسپ و خر غیاث اللغات صفحہ ۳۶۰

آستانۂ بریلی کا یہ شرمناک کردار لائق صد ماتم ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں :۔

اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر چٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے [1]

آپ غور کریں اور دیکھیں مولانا احمد رضا خان کن لوگوں کی زبان بولتے تھے اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں اسی کتاب میں ہے :

رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھہرائی پر اترو۔ دیکھوں تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھول لیتے ہو [2]

اس پر بھی سمجھ میں نہ آئے کہ بریلی کے یہ لوگ کس صنف کے آدمی تھے تو ذرا دل تھام کر یہ بھی پڑھ لیجئے۔

اُف رے رسلیا! تیرا بھولا پن   خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے [3]

ہم نے کوشش کی کہ ان عبارات کو چھوڑ دیں نہ نقل کریں اور کچھ چھوڑ بھی دیں لیکن درون خانہ تلاشی نہ لی جائے تو چور کا پتہ نہیں چلتا۔ عامۃ الناس کے حفظ ایمان کے لئے بریلویوں کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے آنا چاہیئے تھا اور وہ آگیا ہے ہاں ہم پڑھنے والے سے گذارش کر لیں گے کہ پڑھتا جا اور شرماتا جا اور اس قوم کی بے بسی پر آنسو بہا جس نے اس کردار اور زبان کے لوگوں کو اپنا بڑا حضرت یا چھوٹا حضرت بنا رکھا ہے۔

ان كنت لا تدرى فتلك مصيبة
وان كنت تدرى فالمصيبة اعظم

نا لمصيب

---

[1] وقعات السنان صـ ۴۹ [2] ایضاً صـ ۵۲ ۔ [3] ایضاً صـ ۶۰ یعنی حمل نہ ٹھہرے

تمام سیاسی لیڈروں کیخلاف شرمناک زبان

اس فحش نگاری کے ساتھ گالیوں کی مشق بھی ملاحظہ ہو:

آج ہر وہ لیڈر منظلم لیگی (مسلم لیگ کی طرف اشارہ ہے) ہو یا کانگریسی - احراری ہو یا خاکساری - رافضی ہو یا مرزائی - وہابی ہو یا دیوبندی ...... یہ نجشا کتوں کی طرح دُم دبا کر بھاگتے ہیں [1]

مولانا احمد رضا خاں کے آستانۂ بیعت مارہرہ شریف نے قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں بھی یہی زبان استعمال کی تھی :

کیا کوئی سچا مسلمان کسی کتے کو اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا حاشا وکلا۔ ہرگز نہیں [2]

موصوف کو مسلم لیگ یا قائد اعظم سے اختلاف کرنے کا حق تھا یہ اختلاف سیاسی بھی اور مذہبی بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک قوم کے ایک مقتدر رہنما کے خلاف نام لے کر یہ شرمناک زبان استعمال کرنا اور قائد اعظم کو دوزخیوں کا کتا قرار دینا کوئی شریف آدمی اس کی تائید نہ کر سکے گا۔ اے مخاطب ان الفاظ کو پڑھتا جا اور شرماتا جا اور اس قوم کی بے بسی پر آنسو بہاتا جا۔

قرآن کریم کے مقابل بریلویوں کی شرمناک زبان

معلوم نہیں بریلویوں کی زبان پر "کتے" کا لفظ اتنی جلدی کیوں آجاتا ہے۔ پاکستان

---

[1] قہر القادر صـ ۲۵ [2] مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری صـ ۴

میں مولوی محمد عمر اچھروی، مولانا احمد رضا خاں کی اس زبان کے خاص نمائندے تھے آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی ایک عبارت کا جواب دیتے ہوئے الزاماً لکھتے ہیں زبان کی شرافت ملاحظہ ہو:۔

مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے۔ کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آتے اور آؤ۔ کرتا پھرے۔[1]

حضرت مولانا تھانوی ؒ یہ مضمون بیان کر رہے تھے کہ مطلق غیب (جسے غیب کہہ سکیں) ہر مخلوق کو کسی نہ کسی درجے میں حاصل ہے اس میں اس کی نوع اور مقدار کی بحث نہ تھی۔ انبیاء علیہم السلام کے بلند پایہ علوم اور ہر کس و ناکس کے بعض غیوب جاننے میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن بعض غیب کا لفظ دونوں کو جامع ہے وہ اس زیادہ پر اور اس تھوڑے پر مطلق غیب کی حیثیت سے برابر استعمال ہو سکے گا۔ مولانا کی مراد دونوں کے علم کی برابری نہ تھی۔

مولوی محمد عمر کو حضرت تھانوی ؒ کے استدلال سے اختلاف ہو سکتا تھا لیکن مولوی صاحب نے اس استدلال کا جواب دینے کی بجائے ایک اور قرآن کا جو تصور پیش کیا اس پر علم و شرافت سٹ پٹا اٹھتے ہیں۔ ان الفاظ کو دیکھیں اور سوچیں کہ لکھنے والے میں کسی درجہ میں بھی انسانیت تھی؟

"کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے۔"

یاد رکھیئے قرآن کریم صرف ایک ہے اور وہی ہے جو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ

---

[1] مقیاس حنفیت ص۲۱۱

والسلام پر نازل ہوا اور کوئی دوسرا قرآن نہیں، نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ کسی اور قرآن کا تصور پیش کرے۔ یہ اعتقاد کہ کسی کتے پر بھی کوئی اور قرآن اترا تھا کفر کا عقیدہ ہے۔ قرآن کے ذکر کے ساتھ یہ شرمناک زبان استعمال کرنا قرآن کریم کی صریح توہین اور ایک مستقل وجہ کفر ہے۔

جو لوگ قرآن پاک کے مقابل یہ زبان استعمال کر سکتے ہیں ان کی مختلف مسلک رکھنے والے لوگوں کے خلاف زبان کس طرح بے لگام چلتی ہوگی — اس کا ایک نمونہ ذیل میں دیکھئے:۔

او مرتد نانوتوی! او بے ایمان چکڑالوی! او بے دین نیچری! او بد دین گاندھوی! او لامذہب احراری! او اکفر الناس خاکساری! او گمراہ لیگی! تم سب صحابہ و تابعین و حضرات مفسرین و آئمہ دین و اجماع مسلمین کے بتائے ہوئے معانی ضروریہ دینیہ کے خلاف اپنے جی سے جدید معانی کفریہ گھڑ کر اسلام سے خارج ہو گئے۔[1]

جب سب علماء اور سیاسی کارکن کافر ٹھہرے تو مسلمان کون بچا؟ ؎

امت کو مار ڈالا کافر بنا بنا کر اسلام ہے بڑا مجھ ممنون بہت تمہارا

غیر تو غیر رہے مولانا احمد رضا خاں کے اپنے حلقہ عقیدت میں گروہ بندی ہوئی تو مولوی حشمت علی خاں نے مدنی میاں اور ہاشمی میاں کے باپ کچھوچھوی صاحب کے خلاف فتویٰ کفر چسپاں کر دیا، کچھوچھوی صاحب کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے فاروقیہ مسجد کے دیوبندی امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا کی تھی۔[2]

یہاں بریلویوں کی تکفیری مہم زیر بحث نہیں یہ ایک ضمنی بات تھی موضوع کلام

---

[1] قہر القادر ص۱۸ [2] دیکھئے ستر باادب سوالات مرتبہ مولانا حشمت علی خاں ص

بریلویوں کی زبان ہے علماء دیوبند اور سیاسی رہنماؤں کے خلاف ہی یہ شرمناک انداز نہیں حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں بھی ان کی زبان دیکھئے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

اور سب سے بڑھ کر بیچڑ کے دامن تلے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ہے جسے وہابیہ کے لئے سانپ کے منہ کی چھچھوندر کہئے تو بجا ہے[1]

بریلویوں کے دو گروہ حسینی سُنّی اور یزیدی سُنّی

کلکتہ سے ان کا ایک پرچہ "سنی کلکتہ" نکلتا تھا اس کے سالنامہ میں یہ خبر ملی :-

ملک ہند کی حکومت کے باشندوں میں جو سنی مسلمان ہونے کے مدعی ہیں ان کی تقسیم بھی دو گروہوں میں ہے۔ (۱) حسینی سنی (۲) یزیدی سنی۔ یزیدی سنیوں کے مرکزی اتحاد و اتفاق کا دورِ حاضرہ میں نام آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ مشہور ہو گیا ہے جس کے کرتا دھرتا مولوی مشتاق الٰہ آبادی، اسرار الحق منظفر حسین کچھوچھوی و دیگر سُنی ہیں[2]۔

وجہ اختلاف یزیدی بریلویوں میں اڑلیسہ کے رئیس مولوی جلیب الرحمٰن بھی تھے۔ ان کی بیٹی مہر النساء اس اختلاف کا مرکزی کردار تھی یہ مہر النساء کنہیا لال گھوش جی کے ہاں رہتی تھی۔ اور اس کے ان سے دو بچے بھی تھے جن کے دو دو نام تھے ایک ہندوانہ اور ایک مسلمانوں کا سا۔ حسینی بریلوی مطالبہ کرتے تھے کہ بریلوی علماء مہر النساء کے گھر آنا جانا چھوڑ دیں۔ مگر ان کے ہاں کی ریاست نہ مہمان نوازی انہیں اس پر عمل کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔

---

[1] خالص الاعتقاد صہ ۵۷ [2] سالنامہ قدیم سنی کلکتہ صہ ۵۷

مولوی مشتاق احمد نظامی ایڈیٹر "پاسبان" آلہ آباد یزیدی بریلویوں میں سے تھے انہوں نے پاسبان ماہ جنوری ۱۹۶۱ء میں اسی مہر النساء کا ایک مضمون بعنوان عورت اور پردہ شائع کیا اور موصوفہ کی ناموس کی حفاظت کے لیئے ایک قدم اٹھایا۔ حسینی بریلویوں نے مولوی مشتاق احمد الہ آبادی، منظفر حسین کچھوچھوی اور ارشد القادری کو دو ہزار روپے کے انعامی چیلنج سے للکارا کہ تم اس شرمناک واقعہ کا انکار کرو اس اعلان کی عبارت یہ ہے :

کنھیا لال گھوش تاجر ہندو بنگالی اور اس کی داشتہ مہر النساء اور ایڈیٹر پاسبان الٰہ آباد اور منظفر حسین کچھوچھوی وغیرہم کا جو مختصر واقعہ بیان میں آیا ہے اگر اسے کوئی غلط، یا بہتان یا صریح جھوٹ ثابت کرے تو ہم غربا انجمن محافظ اہل سنت (بہار) کی طرف سے دو ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا[1]"

ہمیں ان حضرات کے دورن خانہ حالات اور مہمان نوازیوں سے بحث نہیں تاہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کے فحش امور کے اشتہارات عام پبلک میں لانا اس میں کون سی اسلامی خدمت اور بزرگان دین کی عقیدت لپٹی تھی اور پھر ان اختلافات میں ان لوگوں نے جو زبان استعمال کی کیا یہ اسی فحش گوئی کا ثمرہ نہیں جس کے گولے یہ سب مل کر اہل حق پر پھینکتے رہے۔ اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

ان فحش امور کا ارتکاب اور اشتہار ایسی داستان ہے کہ بس پڑھتا جا اور شرماتا جا۔ مولانا احمد رضا خاں کے اس ذوق دردنی کے منظہر مولانا حشمت علی گو اس مہم میں یزیدی بریلویوں کے خلاف تھے، لیکن ان کا اپنا ذوق بھی چھپا نہ رہ سکا۔ ۱۳۵۵ھ میں

---

[1] یہ انعامی اشتہار ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا تھا۔

ان کا حضرت مولانا محمد منظور نعمانی سے مناظرہ ہو رہا تھا کہ بے محابا گویا ہوتے ہیں[1]

"میں آپ کا پرانا خصم ہوں اور آپ مجھے خوب جانتے ہیں۔"

مولانا حشمت علی اور مولانا احمد رضا خاں کے آستانہ بیعت مارہرہ شریف کی مصدقہ ایک تحریر ملاحظہ کیجئے۔ پڑھتے جایئے اور شرماتے جایئے۔ حزب الاحناف ہند کے مولانا ابوالطاہر دانا پوری اپنے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمہاری جورو اور ماں دونوں ایک —— تمہارا باپ اور بیٹیا دونوں ایک۔ گوبر اور حلوا دونوں ایک —— فیرینی اور پاخانہ دونوں ایک —— تمہارا منھ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ دونوں ایک —— تمہاری بہنوں بیٹیوں کے سب اعضا اور غیر مردوں کے بدن[2] دونوں ایک[3]۔

آگے چل کر پھر یہی گردان کرتے ہیں:

حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ۔ شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ۔ اپنی ماں بہن بیٹی جورو کے ماتھوں پر جلی قلم سے "الوقف فی سبیل الشیطان" کا سائن بورڈ لکھوا کر برسر میدان پھراؤ[4] خود بھی اپنی پشت پر موٹے موٹے حروف میں وقف فی سبیل ابلیس[5] کا بلا لگوا کر سارے میدان کا چکر لگاؤ اور ہر قسم کے شیطانی کاموں کے لیے خود بھی وقف ہو جاؤ اور اپنی ماں بہن بیٹی جورو کو اپنی توحید کی تبلیغ کے لیے وقف کراؤ۔ آخر بابیوں کی قرۃ العین نے بھی تو برقع اٹھا کر مردوں عورتوں کو بابیت

---

[1] مناظرہ سلانوالی صہ ۱۶ [2] بدن سے مراد یہاں عضو خاص ہے

[3] تجانب اہل سنۃ صہ ۴۲۸ [4] یعنی زنا کے لئے عام لوگوں کو پیش کرو [5] مراد ہے کہ اپنے آپ کو لواطت کے لئے پیش کرو۔

کی تبلیغ کی تھی۔ اور اُمتِ لیگیہ[1] کے سیاسی پیغمبر مسٹر جینا نے بھی اپنے لیگی اُمتیوں کو حکم دیا ہے کہ عوام کے بے حد دلچسپی لینے کے لئے اپنی عورتوں کو میدان میں لائیں[2]

مولانا احمد رضا خاں کا یہ ذوقِ درونی ان کے مظہر مولانا حشمت علی خاں میں پوری طرح کارفرما تھا۔ ان کے بعد مولانا ابوالطاہر دانا پوری فاضل حزب الاحناف ہند ان کے جانشین ہوئے۔ ان کے بعد مولوی محمد عمر اچھروی نے اس فن میں کمال پیدا کیا۔ جلسوں میں آؤ آؤ کی آوازیں نکال کر عوام کو ہنسایا کرتے تھے[3] آپ کی مراد یہ ہوتی تھی کہ کتابوں میں بھونکتا ہے اور آپ اس کی نقل اتار کر راحت محسوس کرتے تھے۔

حضرات قارئین کرام!

یہ ان لوگوں کی اخلاق باختگی ہے جو آج اپنے آپ کو اہلِ سنت کا سوادِ اعظم کہتے ہیں۔ حاشا و کلا یہ لوگ اپنے اس کردار کے ساتھ ہرگز اہلِ سنت نہیں۔ ان کی زبان بتا رہی ہے کہ یہ کس قماش کے لوگ تھے۔ آپ ان کی تحریریں پڑھتے جائیں نظریں شرم سے جھکی رہیں گی۔ یہ اس قوم کا المیہ ہے جس نے آج بزرگوں کی محبت کے نام سے یہاں بھی اور برصغیر پاک و ہند میں تفرقہ و فساد کی آگ تیز کر رکھی ہے۔ ہم ان کی اس شرمناک زبان کے خلاف قوم کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کر رہے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس قماش کے لوگ کیا کسی فریق کے مذہبی پیشوا ہو سکتے ہیں؟

ڈاکٹر اقبال مرحوم مسلمانوں کی اس فرقہ بندی سے سخت نالاں تھے۔ غیر مسلموں کی

---

[1] مسلم لیگ کے بارے میں غلط ہے کہ وہ کوئی علیحدہ امت تھی اور یہ بات بھی غلط ہے کہ قائد اعظم اپنے جلسوں میں عورتوں کو سامانِ کشش کے طور پر لوگوں میں لانے کی تلقین کرتے تھے۔

[2] دیکھئے مقیاسِ حنفیت صہ ۲۱۱

ترقی اور مسلمانوں کی فرقہ بندی ان کے سامنے قوم کا ایک تقابلی کردار تھا ؎

قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ
راہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ
فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
ان کی آزادی بھی دیکھ ان کی گرفتاری بھی دیکھ

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا دیدار علی الوری نے جب ڈاکٹر اقبال کو کافر قرار دیا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا :-

گر فلک در الور اندازد ترا   اے کہ مے داری تمیز خوب و زشت
آدمیت در زمین اے مجو   آسماں ایں دانہ در الور نکشت

اے مخاطب! اچھے بُرے کی پہچان رکھنے والے!! اگر قسمت تجھے کبھی الور لے جائے (تو بریلویوں کے ماحول میں پہنچے) تو اس زمین میں انسانیت کی تلاش نہ کرنا۔ آسمان نے یہ دانہ ان کی (بریلویوں کی) زمین میں بویا ہی نہیں۔

اندکے با تو گفتم و لیک ترسیدم
کہ آزردہ دل نشوی ورنہ سخن بسیار است

وفات

اعلیٰ حضرت بریلوی بانی بریلوی دین و مذہب نے ۲۵ صفر بروز جمعہ ۱۳۴۰ھ بعد دوپہر دو بجکر ۳۸ منٹ پر بریلی میں وفات پائی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

صاحبزادہ مولانا حسنین رضا خاں جنہوں نے اس الوداعی سفر کا عبرت ناک منظر

اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لکھتے ہیں کہ :-

" اعلیٰ حضرت بریلوی نے پہلے وصیت نامہ تحریر کرایا ——— کہ اعزہ سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو تو ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں دُودھ کا برف خانہ ساز، اگر بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فرینی، ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو۔ یا جیسے مناسب جانو مگر بطیبِ خاطر میرے لکھنے پر مجبور نہ ہونا۔

رضا، حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے ———

پھر اس پر خود عمل کرایا، وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے جب دو بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے تو فرمایا گھڑی رکھ دو تصاویر ہٹا دو۔ یہاں تک کہ جب بولنے کی طاقت نہ رہی اور دم سینے میں آن پہنچا اور ہونٹوں کی حرکت بھی ختم ہو گئی تو ٹھیک دو بجکر ۳۸ منٹ پر جان جسم سے علیحدہ ہو گئی، صاحبزادہ حامد رضا خاں نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو شہر بریلی محلہ سوداگراں کی ایک گلی میں دفن کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا معمول تھا کہ جب سوتے تو اپنی ٹانگوں کو پیٹ سے اس طرح فاصلے پر رکھتے کہ سونے کی حالت میں بدن لفظ محمد کی شکل اختیار کرے آپ کے ایک مرید ایوب علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ :

"اس اندازِ استراحت سے اعلیٰ حضرت کی غرض غالباً یہ ہو گی کہ جسم لیٹنے کی حالت میں شکل محمد اختیار کرے اگر روح پرواز کرے تو ایک ایسی شکل پر پرواز کرے جو محبوب و پسندیدہ ہے۔"

سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۴۲

مگر افسوس کہ آپ کے لواحقین نے آپکو آخری نیند میں اس شکل پہ نہ رہنے دیا، اور وفات کے بعد آپکی ٹانگیں بالکل سیدھی کر دیں اور صحیح طریقہ پر آپ کو قبر میں لٹا دیا۔

اے کاش یہی لواحقین اور متعلقین آپکی جملہ کجیوں کو اگر زندگی ہی میں سیدھا کر دیتے تو اس امتِ مرحومہ کو خرابی بسیار کا شکار نہ ہونا پڑتا، مگر ؎

بلسے نادیدنی ہا دیدہ ام

میر اے کاش کہ مادر نہ زادے

آپ کی مجددیت اور کار تجدید سے امت کو کہاں تک فائدہ پہنچا اور اس سے اس صدی میں جس کے آپ مجدد تھے کہاں تک برکتیں پھیلیں اس کے لئے ہم آپ کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۱۹۴۸ء) کے اس فیصلے پر اکتفا کرتے ہیں:-

"موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت میں اعلیٰ نظر آتے تھے ان میں دینداری بھی تھی، غیرتِ اسلامی بھی، دنیا میں انکا وقار بھی تھا۔ اعتبار بھی، رعب و ہیبت بھی، قوت و شوکت بھی، کفار انکے خوف سے کانپتے تھے۔" "اطیب البیان ص ۱"

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کے مجددانہ کارناموں نے مسلمانوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اس پر مفتی نعیم الدین مراد آبادی کی شہادت کافی وافی ہے۔

ع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آثار و باقیات:

اعلیٰ حضرت بریلوی کی باقیات میں سب سے زیادہ نمایاں اور بڑی یادگار انکی لاتعداد کفریات، قبیح ترین بدعات اور غیر اسلامی اختراعات ہیں۔ عامۃ المسلمین میں تفریق اور مابہ الاقتدار شخصیات کی بے دریغ تکفیر ان کا طغرۂ امتیاز ہے۔ وہ خیانت، منافقت، زیادتی اور فتنہ و فساد کو بطور وراثت اپنی امت میں چھوڑ گئے ہیں۔

انگریزوں کی طرفداری، اور انگریز نواز لوگوں کی دوستی ان کا مشغلہ حیات رہا ہے۔ موصوف قرآن و حدیث تک کو ہدف بنانے سے کبھی نہیں چوکے۔ اور نہ ہی خدا اور رسول کو طعن کرنے سے کبھی گریزاں رہے ہیں۔ انتشار، افتراق اور شور و شر ان کی عادت ثانیہ تھی۔

تخریب کاری، جعل سازی اور غیبت و ناراستی ان کا صبح و شام کا معمول تھا۔ مختصر یہ کہ ذات والا صفات اپنے امتیازات و تشخصات میں اپنی مثال آپ تھی ؎

ان خیالات و محاسن میں جواب اس کا نہیں

اس قبیلہ میں کوئی بھی ہم رکاب اس کا نہیں،

ضروری وضاحت

"اصلی بریلوی کی پہچان"

قارئین کرام! جس طرح اہل تشیع کی اصطلاح میں اصلی شیعہ اسے کہتے ہیں۔ جو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو عموماً اور حضرات خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خصوصاً گالیاں نکالے ___ بالکل اسی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی کی اصطلاح میں بریلوی اُسے کہتے ہیں۔ جو حضرات علماء دیوبند کو عموماً اور مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کو خصوصاً گالیاں نکالے۔

مگر ہمارے نزدیک نہ اہل تشیع کی اصطلاح صحیح ہے اور نہ ہی اہل بدعت کا معیار درست ہے ؎

بھول کر دیتی نہیں گالی شریفوں کی زبان   یہ کمینوں کی علامت ہے رذیلوں کا نشان

ارشادِ نبوی ہے کہ لا تسبوا الشیطان و تعوذوا باللہ من شرہ یعنی شیطان کو گالی نہ نکالو بلکہ اُس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو ___ مگر اعلیٰ حضرت بریلوی ہیں کہ الاپے جارہے ہیں کہ دیوبندی مرتد ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہاں میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا۔ اور اولاد ولد الزنا۔ ملفوظات ص۲۲ ج۲ ان کا ذبیحہ محض نجس مردار اور حرام قطعی ہے احکام شریعت ص۱۲۲ ج۱، بلکہ جو مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ ملفوظات ص۱۱ ج۱۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ اس تعریف کی رد سے اعلیٰ حضرت خود اور ان کے جملہ اکابر واصاغر بھی اس کفر سے نہیں بچتے تاہم بریلویت اور شے ہے اور ناواقفیت اور جہالت اور شے لہٰذا آپ سنی اور حنفی تو ضرور بنیں مگر بریلوی اور رضوی بنا کسی قیمت پر بھی قبول نہ کریں۔ فقط والسلام

احقر محمد انور کلیم عفی عنہ